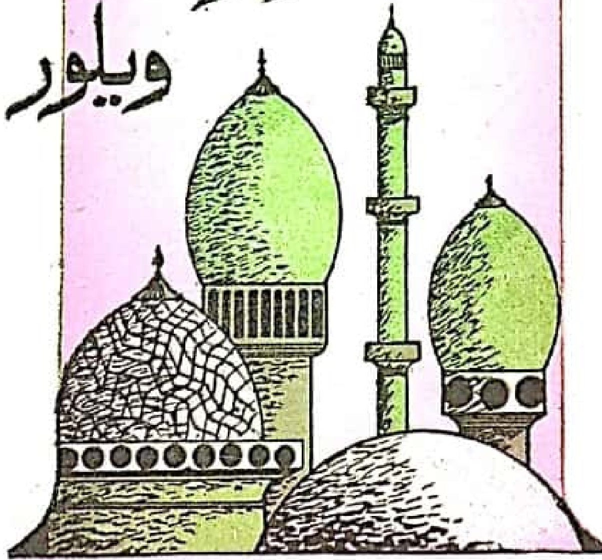
اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی

اللطیف

ویلور



دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور



۹۲

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْر

اللطیف

زیرِ ظلِ حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین مکانِ حضرت قطب ویلور،

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ

فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری مدظلہ

ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور (قدس سرہ)

مدیران مسئول

جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم۔اے استاذ دار العلوم لطیفیہ

افضل العلماء مولوی حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی مدرس دار العلوم لطیفیہ

نمائندگانِ طلباء:

مولوی سید عطاء اللہ عرف الیاس پاشا سیلم (ٹامل ناڈو)

مولوی سید یوسف حسینی گوگی شریف (کرناٹک)

مولوی شیخ رفیع احمد رشوالی (آندھرا)

اشاعت

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

م ۱۳ جون ۱۹۸۱ء

روز شنبہ

مطبوعہ قومی پریس بنگلور

دار الکتابت: ۹۵ ارناچلم روڈ۔ بنگلور ۲

فہرست مضامین سالنامۂ اللطیف ۱۴۰۱ھ



اعتذار

موجودہ شمارہ میں مضامین کے تذکرہ و تعارف کے تحت مولوی حافظ بشیر الحق صاحب قریشی ادہونی استاد دار العلوم لطیفیہ کے دو مضمون ۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جن کی حقیقت ۔ "اسلامی قانون سازی کا تاریخی جائزہ" (قسط دوم) کا ذکر کیا گیا ہے، تنگیٔ وقت کی وجہ سے شاملِ اشاعت نہ ہو سکے۔ انشاء اللہ "اللطیف" کے اگلے شمارہ میں پیش کئے جائیں گے ۔ معذرت خواہ :-

عبد المتین مالک ملکیٹرک قومی پریس بنگلور ۵۱

نعت

از قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ
حضرت رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قادری **قربی** قدس سرہ العزیز

عطیہ از حضرت مولانا ابوصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری المعروف میراں پاشاہ صاحب مد ظلہ العالی

سجادہ نشین مدرسۂ دارالعلوم **لطیفیہ** حضرت مکان ویلور

ہے محمدؐ حبیب مولا کا	ہے ازل سوں قریب مولا کا
کُنہ اس کا نہیں کسے معلوم	او ہے سرِّ غریب مولا کا
افضل الانبیاء محمدؐ ہے	سب پو فضلِ عجیب مولا کا
قاف تا قاف سب مطیب[1] ہے	اس سوں آتا ہے طیب مولا کا
دینِ مطلق کی دعوتِ حق میں	او ہے ہر جا مجیب مولا کا
دفع کرنے شرارۂ دوزخ	ہے او افضل نقیب مولا کا
یہ کے آداب اس سوں سیک[2] تمام	ہے او سرور ادیب مولا کا
رغبت اس کی متابعت کا کر	مصطفےٰ ہے رغیب مولا کا
گلشنِ وحی میں او افصح ہے	نغمہ زن عندلیب مولا کا

بوجھ اس سوں حساب رشتے کا
او ہے **قربی** حبیب مولا کا

[1] اسی سے ۱۲
[2] سیک یعنی سیکھ ۱۲

السلام علیکم



اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

دل کی ہر اک خلش نکل جاتی ہے
آتی ہے اگر بلا تو ٹل جاتی ہے
سختی سے حوادث کے نہ گھبرا امجدؔ
یہ برف کوئی دم میں پگھل جاتی ہے

از حضرت امجدؔ حیدرآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

ادارہ

اسلام نے اپنی عمر کے چودہ سو سال مکمل کر لئے لیکن آج بھی اسکی عظمت و رفعت اور اہمیت و وقعت اپنی جگہ پوری طرح قائم ہے اور اسکے اندر وہی کشش و جاذبیت اور لچک و لوچ موجود ہے جو اسکی اوائل عمر میں تھی۔ اس طویل مدت میں اسلام کبھی کمزوری و خستگی کا شکار نہیں ہوسکا البتہ اسکے متبعین کبھی دینی ضعف و اضمحلال سے ہمکنار ہوتے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی تاریخ میں جب بھی اس قسم کی مسموم فضا پھیلنے لگی تو اسلام کے پاک نہاد و پر خلوص مصلحوں اور داعیوں نے اپنے اپنے دور میں بے دینی اور غفلت و جہالت کی کلائی موڑ دی اور آنے والی صدیوں کے لئے اسلام کا مستقبل محفوظ کر دیا۔

چنانچہ ہمارے ملک ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اصلاحی و تجدیدی تحریکات رونما ہوتی رہی ہیں۔ ہم ان کی وسعتوں میں جانے کے بجائے صرف جنوبی ہند کے اندر بارھویں صدی ہجری کے وسط میں وقوع پذیر ہونے والی تاریخ ساز علمی، دینی اور اصلاحی تحریک کا مختصر جائزہ پیش کریں گے جس پر ڈھائی سو سال کی غیر معمولی مدت بیت جانے کے باوجود آج بھی متحرک ہے۔

بارھویں صدی ہجری کا زمانہ جنوب کے لئے بڑا ہی پر آشوب رہا۔ مغلوں کے حملوں سے دکن کی اسلامی حکومتیں رو بزوال تھیں اور ہر طرف افراتفری اور بے چینی و بدامنی پھیلی ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں دعوتی و اصلاحی اور علمی و تعلیمی سرگرمیاں سرد پڑ چکی تھیں، اور پورا علاقہ مدراس کفر و شرک اور بدعات و خرافات کی لپیٹ میں تھا۔ ایسے نازک مرحلہ پر ایک صوفی منش بزرگ قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری علیہ الرحمہ نے ویلور کو ۱۱۳۶ھ میں اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشی اور ایک میدان (جو اب حضرت مکان کے نام سے مشہور ہے) میں اقامت پذیر ہوئے۔ کافی رات گذرنے کے بعد آپ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کو حکم دیا کہ "اے میرے فرزند تم اسی جگہ خیمے کی طنابیں نصب کر دینا۔ دیکھو! اس مقام پر مسجد تعمیر ہوگی۔ یہاں مدرسہ بنیگا،

اور یہاں خانقاہ تعمیر ہوگی۔ تم سے اور تمہاری اولاد
سے ایک عالم کو فیض پہنچے گا۔

صبح کا نور طلوع ہوا تو دن کی سپیدی میں نظروں
کے سامنے شب کے خواب کا منظر صاف دکھائی دینے لگا۔

اور اس فقیر بے نوا نے ایک گوشہ میں بیٹھ کر بغیر کسی مادی
اور قوتی وسائل و ذرائع کے صرف ایمان اور روحانیت
اور توکل علی اللہ کی راہ سے اعلائے کلمۃ اللہ اور تجدید و
احیائے سنت کا کام شروع کر دیا اور کن فقیہا صوفیا
کے تحت **دارالعلوم لطیفیہ** اور ایک خانقاہ
منصب شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند سید العارفین حضرت رکن الدین
سید شاہ ابو الحسن قادری قربی علیہ الرحمہ نے اس کام
کو آگے بڑھایا۔ حضرت قربی اپنے وقت کے متبحر عالم، کامل صوفی
عربی و فارسی کے ماہر، زبان فارسی کے بہترین مصنف و شاعر
دکھنی اردو کے صاحب دیوان شاعر اور بلا واسطہ یا بالواسطہ
جنوب میں فارسی شعرا اور ادباء کے استاذ تھے۔

علم و ادب کی عدیم النظیر خدمت کے ساتھ ساتھ
حمیت اسلامی و غیرت ایمانی کا یہ عالم کہ بدعات اور
غیر شرعی مراسم و افعال کو کسی حالت میں پسند نہیں فرماتے
تھے۔ شریعت کا اس قدر پاس و لحاظ کہ شریعت سے
انحراف کرنے والے شخص سے غایت درجہ متنفر رہتے اور
اس سے تکلم بھی ناپسند فرماتے تھے۔

ماہ محرم الحرام میں عاشورہ کے موقعہ پر گمراہ
و بدعتی لوگ دیلور کے نواب مرتضیٰ خاں کا علم اٹھائے
ہوئے آپ کے مکان پر سے گذرنے لگے تو غیرت و حمیت
سے بے تاب ہوگئے اور سر راہ آکر کھڑے ہوگئے کہ لوگو!
واپس ہو جاؤ۔ بدعت کا گذر میرے مکان پر سے نہیں
ہو سکتا۔ اس اقدام پر ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ لیکن
آپ کی جوانمردی و پامردی میں کسی قسم کا فرق نہیں
آیا۔ یہاں تک کہ خود نواب مرتضیٰ نے مجبوراً لوگوں
کو واپس لوٹنے کا حکم صادر کیا۔

آپ نے بدعت و ضلالت اور رفض و شیعیت
کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے اپنی تقریر و خطابت
کے علاوہ تحریر سے بھی کام لیا۔ چنانچہ اس نوع کی
کاوشوں کا ثمرہ کتاب **میزان العقائد، تقویۃ
الایمان، بدعت نامہ۔ ہدایت نامہ** کے روپ
میں ظاہر ہوا۔

علم و ادب اور خدمت خلق کے ساتھ حضرت قربی
کی ذاتی زندگی کی طہارت و نظافت اور تقوی، و
پاکیزگی کا یہ عالم کہ تا دم زیست باترتیب رہے اور
کبھی امراء و اغنیاء کے در پر تشریف نہیں لے گئے بلکہ
نوابان آرکاٹ کی داد و دہش اور فیاضی سے

ہر کس و ناکس بہرہ ور ہو رہا تھا۔ اس کے برعکس آپ کے توکل و استغناء کا یہ عالم تھا کہ خود نواب والاجاہ حاضر خدمت ہو کر جاگیر کا پروانہ پیش کیا، تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا۔

شاہی و ملک شاہی قربی جوے نسنجد
در ملک فقر دستے بالاست بوریا را

حضرت قربیؒ کے بعد آپ کے صاحبزادے سید السالکین حضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی علیہ الرحمہ میدان عمل میں آگئے۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم، تصوف کے ماہر، عربی زبان کے اچھے انشاپرداز اور فارسی کے فی البدیہہ شاعر تھے۔ آپ نے مختلف فنون پر ڈیڑھ سو تصانیف، فارسی میں تین لاکھ سے زائد اشعار اور دکھنی اردو میں شعر کا خاصہ ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔

حضرت ذوقیؒ نے علم و ادب کے ساتھ اصلاح و تبلیغ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کے دور میں اسلامی عقائد کا صاف و شفاف چشمہ رفض و شیعیت کے سیلاب سے گدلا ہونے لگا تو آپ نے قلم کے ذریعہ صحیح اسلامی عقائد کی تبلیغ شروع کی جس کے نتیجہ میں یہ گراں مایہ تصانیف معرض وجود میں آئیں۔ تصفیہ الاذہان۔ تحریر عقائد۔ نوقض الروافض انشاء عقائد ذوقیؒ۔ سلالۃ العقائد وغیرہ۔

حضرت ذوقیؒ کی اصلاحی تحریک ویلور اور اس کے گرد و نواح میں پھیلنے لگی۔ اس کام میں وسعت اور ہمہ گیریت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہم عصر رفیق، اور پیر بھائی حضرت باقر آگاہؒ ویلوری کو بھی توفیق و ہدایت بخشی، جنہوں نے اپنے زورِ قلم سے عقائد باطلہ کا مکمل سدّباب فرمایا، جس کی ایک مستقل اور مبسوط تاریخ ہے۔

حضرت ذوقیؒ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ آپ کے لنگر خانے میں فقراء و مساکین کے لئے روزانہ ایک سو بیس سیر چاول تقسیم کئے جاتے تھے۔ آپ کے مزاج میں کامل درجہ کا استغناء تھا۔ نواب والاجاہ آپ کی خدمت میں بھی جاگیر کا پروانہ لئے حاضر ہوئے۔ رات کا وقت تھا، شمع جل رہی تھی۔ جاگیر نامہ لیا اور شمع پہ رکھ دیا۔ نواب صاحب حیرت و استعجاب میں غرق ہو گئے اور عرض کیا "حضرت یہ آپ نے کیا کیا؟ یہ تو آپ کے بعد آپ کی اولاد کے لئے جائداد تھی"۔ آپ نے فرمایا "پروانہ کو میں نے شمع پہ نثار کر دیا، اور میری اولاد کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے"۔

حضرت ذوقیؒ کے بعد آپ کے فرزند انیس الفقراء حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری محویؒ علیہ الرحمہ کی صوفیانہ شخصیت سامنے آئی۔ آپ ایک مصلح کی راہ سے کہیں زیادہ تصوف و عرفان کے نکتہ سنج اور عارفِ

صوفی کی حیثیت سے اُبھرے، اور اپنی شاہکار تصانیف
سے دُنیائے تصوّف کو مالامال کر دیا۔ چنانچہ آپ کی
اکثر کتابیں فنِ تصوّف پر مشتمل ہیں "تفصیل المراتب
فی اطوار المراتب"۔ ذکرِ وجود و مراتب وجود"
رسالہ اسمائے ربوبیٔ الٰہی، رسالۂ عالمِ مثال
رسالۂ عالمِ ارواح۔ احکام بعیت غائب و حاضر۔

حضرت محویؒ اسم بامسمّیٰ رہے ہمیشہ جذب و
استغراق کے عالم میں محو رہا کرتے تھے۔ اور خلق سے بے
نیازی اور توکّل علی اللہ کا یہ عالم تھا کہ امراء اور بادشاہوں
کے ہاں طلبی کے باوجود حاضری نہیں دیتے تھے۔

جنگ آزادی کے عظیم رہنما حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ
نے چودہ ہزار روپیوں کا بیش بہا نذرانہ روانہ کرکے دار السلطنۃ
آنے کی درخواست کی تو آپ نے شاہی انعام کو شکریہ
کے ساتھ لوٹا دیا اور کہلا بھیجا کہ سلطنتِ خداداد کو چھ ماہ
کے اندر زوال آنے والا ہے۔ اگر اس موقعہ پر فقیر تمہارے
پاس آئے تو ضعیف العقیدہ لوگ میرے متعلق یہی تصور قائم
کریں گے کہ میرے قدم سے سلطنتِ ٹیپو کی شمع گل ہوگئی۔
اس قسم کا عقیدہ شرک کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اس
امکان کے دفع کی خاطر آنے سے قاصر ہوں۔

حضرت محویؒ کی یہ پیشین گوئی پوری طرح صادق
آئی اور صرف چھ مہینوں کے اندر ایسٹ انڈیا کمپنی نے
سلطنتِ خداداد پر قبضہ جمالیا اور حضرت ٹیپوؒ نے
جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ان اللہ والوں کی شان بھی بڑی ہی عجیب و غریب
ہوتی ہے، بظاہر دیکھا جائے تو حضرت محویؒ کا دامن مال و
دولت اور اسکی تحصیل کے ذرائع سے خالی نظر آتا ہے، لیکن
خلقِ خدا پر خرچ کا معاملہ ملاحظہ کیا جائے تو عقل حیران رہ
جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے راہِ خدا میں ایک لاکھ نقد اور سات
سو گھوڑے غرباء و مساکین میں تقسیم فرمایا ہے۔

حضرت محویؒ کے بعد آپ کے صاحبزادے قدوۃ السالکین
حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المعروف
حضرت قطبِ ویلور علیہ الرحمہ کی پہلو دار عبقری شخصیت ایک
عظیم مصلح اور مبلغ کی حیثیت سے ابھری۔ آپ نے اسلام کا
پیغام ہندوستان کے راجاؤں اور برطانیہ کی ملکہ تک پہنچا دیا،
تاکہ الناس علیٰ دین ملوکھم کے تحت لوگ جھنڈ کے جھنڈ
فوج در فوج دین میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ ایجا دنگر کے
راجہ کے نام ۱۲۸۵ھ میں سید علی کے معرفت دعوتِ اسلام کا
مکتوب بھیجا اور اس کے علاوہ صبح کو نگرد اور کالستر
ونکٹ گری کے راجہ کے نام سید حفیظ الدین سورتی کے ذریعہ
روانہ کیا اور ترونڈرم کے راجہ کے نام بھی ایک دعوت نامہ روانہ کیا۔

حضرت قطبِ ویلور کا زمانہ بڑا ہی انقلاب
انگیز رہا۔ عیسائی مشنریوں نے ہندوستان میں چاروں

طرف نصرانیت پھیلانا شروع کیا تو مغلوب قومیں عیسائی مشنریوں سے متاثر ہونے لگیں، بجز اہل اسلام کے کسی نے اس سیلِ رواں کو نہیں روکا۔ حضرت قطبؒ ویلور نے ایسے ماحول میں نہ صرف عیسائی مشنریوں کی کارروائیوں کی مدافعت کی بلکہ عیسائیوں میں تبلیغ اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ چنانچہ آپ کے مکتوبات میں ایک مکتوب جو عربی زبان میں لکھا گیا ہے اس میں عیسائیوں کے غلط اور فاسد اعتقادات کی نشان دہی کی گئی ہے اور انہیں پورے خلوص اور کمال اپنائیت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔

حضرت قطبؒ ویلور نے دعوت الی اللہ اور رشد و ہدایت کیلئے بیعت و خلافت کی راہ اختیار فرمائی اور بیشمار لوگوں کا تزکیہ فرمایا۔ چنانچہ سات لاکھ نفوس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس طریقۂ کار کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے خلفاء نے سارے جنوب میں کتاب و سنت کا علم عام کیا اور اصلاح و دعوت کا سلسلہ چاروں طرف پھیل گیا۔ اور آپ کے نامور خلفاء میں سے حضرت شاہ عبدالوہابؒ قادری اور حضرت شاہ عبدالحیؒ بنگلوری کے فیض سے سارا دکن مستفید ہوا۔ اول الذکر شخصیت سے کتاب و سنت کی تعلیم و تفہیم کا مرکز (مدرسۂ باقیات صالحات ویلور) وجود میں آیا، جو تقریباً ایک صدی سے افراد سازی کا کام انجام دیتے آرہا ہے اور مؤخر الذکر شخصیت سے ایسی معرکۃ الآراء کتابیں وجود میں آئیں جو اصلاح عوام اور وعظ و تذکیر اور تعلیم و نصیحت کے باب میں آج بھی ان کی افادیت مسلّم ہے۔

حضرت قطبؒ ویلور ایک بالغ النظر مصنّف بھی رہے ہیں۔ اور کمال و تعریف کا مقام تو یہ ہے کہ آپ نے جہاں طبقۂ خواص کے لئے جواہر الحقائق، جواہر السلوک، فصل الخطاب بین الخطاء والصواب، غایۃ التحقیق جیسی بلند معیار تصانیف پیش فرمائی ہے، وہاں عوام الناس کے لئے تنبیہ الجاہلین، احیاء السنہ، اصل العلوم اور صراط المومنین جیسی مفید عام کتابیں بھی چھوڑی ہے۔

حضرت قطبؒ ویلور کے اندر گوناگوں خصوصیات وصفات کے ساتھ ایک نادر اور قابل تقلید خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ وسیع النظر اور کشادہ دل عالم تھے۔ آپ کے دَور میں یہ مرض بہت زور پکڑ گیا تھا کہ علماء آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر و تلعین میں گرفتار تھے لیکن حضرت قطبؒ ویلور کا دامن ایسی چیزوں سے پاک صاف نظر آتا ہے۔

مولوی اسمٰعیل شہید کی تکفیر سے متعلق آپ کے پاس فتویٰ آیا تو آپ نے جواب میں لکھا۔ فقیر صراط مستقیم مطبوعہ ۱۲۳۹ھ کا مطالعہ کیا۔ مولوی اسمٰعیل کے سب و شتم اور تکفیر کے مسئلہ میں تکفیر کرنے والوں سے میں متفق نہیں ہوں۔ مولوی

اسماعیل مومن ہیں یا کافر، کل قیامت کے روز جو بھی حقیقت ہے ظاہر ہوجائیگی۔ لہٰذا میں اس بارے میں احتیاط کی روش اختیار کرتا ہوں کیونکہ کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب تکفیر ہوں اور ایک وجہ مانع تکفیر ہو تو لازم ہے کہ اسی ایک وجہ کو اختیار کرتے ہوئے کسی مسلمان کی تکفیر سے پرہیز کیا جائے۔

حضرت قطبؒ ویلور خدارسیدہ اور صوفیانہ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کے اندر بھی عارفانہ و درویشانہ صفات بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں۔ آپ ہمیشہ خلق سے بے نیاز رہتے تھے۔ اور آپ کے توکل کا یہ عالم کہ وقت کی حکمراں ملکۂ برطانیہ نے آپ کے دعوت نامۂ اسلام کے جواب میں ایک سو روپیہ ماہوار وظیفہ کی پیش کش کی تو آپ نے واپس کردیا اور لکھ بھیجا، کہ اگر آپ مشرف باسلام ہوتیں تو مجھے اس چیز سے کہیں زیادہ خوشی ہوتی تھی۔

حضرت قطبؒ ویلور ۱۲۸۹ھ کو مدینۂ منورہ میں وصال فرماگئے اور جنت البقیع میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے پائینتی تدفین عمل میں آئی۔ اس جانکاہ حادثہ کے بعد آپ کے فرزند مولانا محمد رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری منصب ارشاد و ہدایت پر فائز ہوئے۔ آپ کے زمانے میں یورپ کا سیلاب استعماریت اور اس کے ساتھ استشراق جس کے دامن سے الحاد وابستہ تھا عالم عربی اور ہندوستان میں تیزی سے داخل ہونے لگا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے نظام تعلیم پر زیادہ توجہ کرنی پڑی۔

دارالعلوم لطیفیہ کی تدریسی و تعلیمی خدمات

پیشتر ہی سے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ اب حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری نے اس کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائی۔ اور نصاب اور نظام تعلیم میں ضروری اصلاح فرمائی اور دارالعلوم کی توسیع کی غرض سے ایک شاندار کوہ پیکر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی اور اسی کے ساتھ ایک حسین و جمیل مسجد کی تعمیر فرمائی۔ آپ کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں سے متاثر ہوکر گورنمنٹ آف انڈیا نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔ نظام سرکار نے دارالعلوم لطیفیہ کی علمی خدمات کو دیکھتے ہوئے پانچسو روپیہ وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری مکی علیہ الرحمہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور دارالعلوم لطیفیہ کی سرپرستی بھی آپ ہی کے ہاتھوں میں رہی۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے آپ کو بھی شمس العلماء کا خطاب دیا۔ ۱۳۳۸ھ ہجری

میں زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے۔ مکۃ المکرمہ میں وصال ہوا اور جنت المعاویٰ میں دفن ہوئے۔

آپ نے اپنے پیچھے چار صاحبزادوں کو چھوڑا ہے۔ ان میں پہلے فرزند حضرت مولانا الحاج الحافظ ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری، جو آپ کے ساتھ سفرِ حج میں شریک تھے، ان ہی کو آپ نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ آپ بڑے زاہد اور عابد تھے۔ اپنے آباء و اجداد کی روایتوں کو بڑی حسن خوبی کے ساتھ پورا کرتے رہے۔ ۱۳۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوا تو آپ کے دوسرے بھائی حضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری مدظلہ العالی مسندِ سجادگی پر فائز ہوئے اور الحمد للہ! آپ بھی منصبِ ارشاد کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوشاں ہیں اور آپ کے تیسرے بھائی حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری المعروف بہ میراں پاشاہ مدظلہ کار فرمائے دار العلوم لطیفیہ مدرسہ و خانقاہ کے امور و معاملات میں مصروفِ عمل ہیں اور آپ کے چوتھے بھائی حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری مدظلہ العالی دار العلوم لطیفیہ کے ناظم کی حیثیت سے خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ جناب موصوف زمانہ کے تقاضوں کے تحت طلباء کے مستقبل کو تابناک اور روشن بنانے کے لئے مصروفِ عمل ہیں۔ آپ نے مدراس یونیورسٹی سے دار العلوم لطیفیہ کا الحاق فرمایا اور ایک علمی تنظیم دار التصنیف و الاشاعۃ کے نام سے قائم فرمائی ہے، جس سے علمی شاہکار منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

خانوادۂ اقطابِ ویلور کے اصحابِ ارشاد و ہدایت کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ نفوسِ قدسیہ ہمیشہ اتباعِ شریعت، توکل علی اللہ اور رضائے الٰہی کے خواہاں و جویاں رہے ہیں۔ اس خانوادے بزرگ نے اپنی خدمات کے صلہ میں کسی دنیوی مقصد و منفعت کو کبھی پیشِ نظر نہیں رکھا۔ چنانچہ ان بزرگوں کی علمی و اصلاحی اور تجدیدی خدمات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ صرف وسائل و ذرائع اور اسباب کی فراہمی سے دین کی خدمت نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ ملّت کے مصلحوں اور داعیوں کے قلوب میں توکل علی اللہ اور اخلاص و للّٰہیت کے انوار و برکات نہ ہوں۔ توکل صوفیوں اور درویشوں کی صفت ہی نہیں بلکہ اسلامی زندگی کی ایک زبردست حقیقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث نے متعدد مقامات پر اہلِ ایمان کو تاکید کی ہے کہ وہ زندگی کی ہر منزل پر اسباب و وسائل پر اعتماد نہ کریں۔ بلکہ مسبب الاسباب

پر توکل و اعتماد رکھیں اسی سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اسباب اور وسائل پر ترکِ اعتماد کا نام ہی توکل ہے۔

اللطیف دارالعلوم لطیفیہ کا ترجمان ہے اور دارالعلوم کا مقصدِ اوّلین دینی وشرعی علوم وفنون کی ترویج ہے۔ اس میں وہ ملک کے دیگر مدارس کا ہمنوا ہے۔ لیکن اس دارالعلوم کی اس باب میں خصوصیت یہ ہے کہ علوم دینیہ میں تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے متعلقہ علوم کے ساتھ ساتھ اُن علوم پر بھی برابر کی توجہ کی جاتی ہے جن کا تعلق احسان و اخلاق اور سلوک وطریقت سے ہے، اور اللطیف میں ان دونوں حیثیتوں کی ترجمانی کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

لیجئے! سالنامۂ اللطیف کا نیا شمارہ پیشِ خدمت ہے ——

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ



دارالعلوم لطیفیہ اور گنبدِ اقطاب کا دیدہ زیب منظر
پیشکش: سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلور

روئدادِ دارالعلوم لطیفیہ

اسلام ایک مکمل جامع دستورِ حیات ہے جسے سمجھنے کے لئے قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کیونکہ ایک صاحبِ ایمان کو زندگی میں ہر موڑ اور ہر منزل پر احکامات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے سابقہ پیش ہوتا رہتا ہے اور وہ ان پیش آنے والے مراحل میں اسی وقت اپنا اسلامی کردار ظاہر کرسکتا ہے جبکہ وہ قرآن وسنت اور ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی فقہی تصریحات سے واقف ہو۔ چنانچہ اسی غیر معمولی اہمیت اور ضرورت کے تحت اسلام نے ہر فرد پر بقدرِ ضرورت شرعی و دینی علم کی تحصیل ضروری قرار دی اور مسلم معاشرہ کی اسلامی زندگی کی حفاظت کے خاطر علمائے ربّانی پر فریضۂ دعوت و اصلاح عائد کردیا۔ چنانچہ ملّت میں ایک مخصوص طبقہ کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری سونپنے اور ہر فرد کو بقدرِ ضرورت تحصیلِ دین کا پابند کرنے کا اثر یہ ہوا کہ اسلام کی چودہ ۱۴۰۰ سو سالہ غیر معمولی مدّت میں کبھی اور کسی دَور میں عام غفلت وجہالت اور مطلق بے دینی کی فضا پیدا نہ ہوسکی۔ اور یہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ اربعہ ائمۂ مجتہدین، فقہا، اولیاء، صوفیاء، اہلِ دل علماء اور دینی درسگاہوں اور خانقاہوں کی کاوشوں اور جانفشانیوں کا صدقہ ہے۔

اسلامی علوم وفنون کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شرعی علوم کے ساتھ کسی بھی دَور میں تغافل وتساہل سے کام نہیں لیا گیا۔ اسی سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں میں ایمانی رُوح زندہ رکھنے کے لئے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیم اور تزکیۂ نفوس کا کام کرتے رہنا ہے۔ دین کی اسی عظیم خدمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خانوادۂ اقطابِ ویلور کے مورثِ اعلیٰ حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری نے تین سو ۳۰۰ سال قبل دارالعلوم لطیفیہ قائم فرمایا۔ اور الحمدللہ یہ قدیم درسگاہ افراد سازی کی خدمت انجام دیتی آرہی ہے اور موجودہ مربیانِ کرام پوری توجہ و انہماک کے ساتھ اپنے جدِ امجدؒ کے چمنستانِ علم کی آبیاری میں مصروف ہیں۔

تعلیمی سالِ نَو کا آغاز

اسلامی مہینوں کے لحاظ سے دارالعلوم لطیفیہ کا تعلیمی سالِ نو ۱۱ر شوال المکرم سے شروع ہوکر ۱۰ر شعبان المعظم

پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اور ہر تین ماہ کے وقفہ سے امتحانات منعقد کئے جاتے ہیں۔

سہ ماہی اور ششماہی امتحانات اساتذہ ء دارالعلوم لطیفیہ کی نگرانی میں منعقد ہوتے ہیں اور سالانہ امتحان کے سوالات کے اکثر پرچے بیرونی علمائے کرام کے تیار کردہ ہوتے ہیں اور انہیں سے جوابی پرچوں کی تصحیح عمل میں آتی ہے۔ چنانچہ امسال سہ ماہی امتحان مورخہ ۲۷ر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ مطابق ۶ر دسمبر ۱۹۸۰ء اور ششماہی امتحان مورخہ ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۸ر فروری ۱۹۸۱ء اور سالانہ امتحان مورخہ ۲۹ر رجب المرجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۳ر جون ۱۹۸۱ء کو شروع ہوئے اور تینوں امتحانات ایک ایک ہفتہ تک جاری رہے۔

مدراس یونیورسٹی کے امتحانات

طلباء دارالعلوم لطیفیہ اپنی درسی و نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء (عربی) منشی فاضل (فارسی) ادیب فاضل (اردو) میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ امسال بھی اکثر طلباء نے مذکورہ امتحانات میں شرکت کی اور الحمدللہ انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

دورۂ حدیث

مولوی عالم اور مولوی فاضل کی جماعتوں کے لئے بخاری شریف، مسلم شریف، جامع الترمذی، شرح معانی الآثار، اور ابو داؤد داخلِ درس ہے۔ دورۂ حدیث کا آغاز ۲۰ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ کو خانقاہ میں اعلیحضرت مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی کی دعاؤں سے ہوا اور ۲۵ر رجب المرجب ۱۴۰۱ھ کو اعلیحضرت مدظلہ العالی کی دعاؤں سے ختم دورۂ حدیث کی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

انجمن دائرۃ المعارف

اس انجمن کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ طلباء میں تقریر و خطابت کی صلاحیت پیدا کی جائے ہفتہ میں دو اجلاس ہوتے ہیں اور یہ مشقی جلسے اونچی جماعتوں کے طلباء کے لئے اساتذۂ کرام کی صدارت میں شب جمعہ منعقد کئے جاتے ہیں اور چھوٹی جماعت کے لڑکوں کے لئے منتہی طلباء کی نگرانی میں صبح جمعہ مقرر ہوتے ہیں۔

افتتاحی اجلاس

مورخہ ۱۵ر آگسٹ ۱۹۸۰ء مطابق ۵ر ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ روز چہارشنبہ انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی جلسہ زیر صدارت عالیجناب مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی مقرر ہوا۔ جس میں ناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مولانا ابو المحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری،

دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم۔اے استاد دارالعلوم لطیفیہ نے طلباء سے خطاب فرمایا۔

دار التصنیف والاشاعۃ

دارالعلوم لطیفیہ کی یہ ایک علمی تنظیم ہے جس کو حضرت مولٰنا ابوالحسن صدرالدین شاہ محمد طاہر قادری مدظلہ العالی نے قائم فرمایا ہے۔ وقت اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کے تحت یہ ایک مفید علمی و اصلاحی اقدام ہے تاکہ اساتذۂ کرام اور طلبائے دارالعلوم لطیفیہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلّم کے ساتھ ساتھ ریسرچ و تحقیق کی طرف بھی برابر کی توجہ رکھیں۔

الحمدللہ اس ذوقِ تحقیق کا ثمرہ ہے کہ نادر و نایاب بلند معیار علمی تصانیف منظر عام پہ آچکی ہیں اور یہ سلسلہ قائم ہے۔ اور دارالعلوم لطیفیہ کا ترجمان "اللطیف" کا اکیسواں شمارہ بھی پوری آب و تاب کے ساتھ کئی ایک علمی و تحقیقی مضامین و مقالات اور تراجم لئے ہوئے منظر عام پہ آچکا ہے۔ جس میں قدوۃ السالکین حضرت قطب ویلور کے علمی و اصلاحی قلمی مکتوبات سے ایک مکتوب، اور آپ کی تصنیف انیف "فصل الخطاب بین الخطاء والصواب" سے پُر از معلومات باب اور "مخزن السلاسل" سے چند سلسلے مع ترجمہ "خوارق حیدریہ کے چند خرقے" اور "لحظة ممتعة فی ریاض القرآن" "صحابۂ کرام کا مقام و مرتبہ حدیث کی روشنی میں" "شریعت و حقیقت پر سیر حاصل جائزہ" اور مخلوق جس کا اسلامی مطالعہ اور توبہ، اور "رفقہ اسلامی کی دوسری قسط" اور دیگر موضوعات شامل اشاعت ہیں۔

صحتِ ذہنی و جسمانی

طلباء کے لئے جسمانی ورزش اور دماغی فرحت و تازگی کے خاطر مختلف گیمس، والی بال، بیٹ منٹن، ٹینی کاٹ، کبڈی وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے اور روزانہ بعد نماز عصر تا مغرب کھیل کے میدان میں تمام طلباء کی حاضری لازمی قرار دی گئی ہے۔

سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد و عباپوشی

مولوی عالم، مولوی فاضل اور شعبۂ حفظ سے فراغت پانے والے طلباء کو اسناد اور عبا سے نوازا جاتا ہے جو درسیات کی تکمیل کا نشان ہے۔ چنانچہ امسال دارالعلوم لطیفیہ کا نصاب مکمل کرنے والے طلبہ کو اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی نے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد میں اپنے دستِ مبارک سے اسناد اور عبا عنایت فرمایا۔ سالانہ جلسہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ دارالعلوم لطیفیہ کے وسیع و عریض ہال میں مؤرخہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۸۱ء روز ہفتہ صبح ٹھیک

دس بجے شروع ہوا۔ جس میں مقامی و بیرونی علماء وفضلاء، رؤساء، وعمائدین اہلیان شہر کی خاصی تعداد حاضر رہی اور، نماز ظہر کے قریب صلوٰۃ و سلام اور صدرِ جلسہ اعلیحضرت مدظلہ العالی کی دعاؤں سے اختتام پذیر ہوا۔

جلسۂ تقسیمِ انعامات

سالانہ جلسہ کے روز بعد نماز عصر تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد کیا گیا۔ اور درسیات اور مقابلہ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء اور دیگر عہدہ دار افراد کو ان کی خدمات کے صلہ میں قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیۂ سپاس

ادارہ ان تمام اطباء و ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے طلباء و اساتذہ کا علاج و معالجہ فرمایا، اور وقتاً فوقتاً انکی تشخیص فرماتے رہے و نیز ان مدیران اخبار کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، جو دارالعلوم لطیفیہ کی علمی سرگرمیوں اور جلسوں کی رپورٹ شائع فرماتے رہے، اور ادارہ خصوصیت کے ساتھ جناب عبدالمتین صاحب مالک الکٹرک قومی پریس بنگلور کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی کے ساتھ اللطیف کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔

اللہ رب العزۃ سے دعا ہے کہ وہ تمام عقیدتمندان دارالعلوم لطیفیہ و خانقاہ حضرت قطبؒ ویلور کو دارین میں فلاح و سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جواہر القرآن

تفسیر و فضائلِ آیۃ الکرسی

از افضل العلماء مولوی حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرتؒ مکان ویلور

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مستحق عبادت ہے، اور وہی زندۂ جاوید ہستی ہے، جو مخلوق کی حفاظت وتدبیر کی باگ ڈور اپنے قدرت میں رکھی ہوی ہے اور وہ اونگھ اور نیند جیسے جسمانی عوارض سے منزّہ ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں سمائی ہوی تمام اشیاء اسی کی ملکیت میں ہیں —

کون ہے جو اس کے حضور و جناب میں بغیر اسکی اجازت کے لب کشائی اور سفارش وشفاعت کرسکے؟ اور وہی بندوں کے اگلے پچھلے احوال وواقعات اور امورِ دنیا وآخرت سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور کوئی بھی اس کے علم کے کسی حصہ کا ادراک وعرفان حاصل نہیں کرسکتا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کو کسی چیز کا علم عطا کرے اور اسکی قدرت وحکومت اور تدبیر تمام آسمانوں اور زمینوں میں دائر اور سائر ہے۔ اور اُن چیزوں کی حفاظت ونگہبانی اس پہ گراں وثقیل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مشابہت، ساتھی وساجھی مثل ومثال، ضد ومقابل، حدوث وفنا اور نقص وعیب کے علامات ونشانیات سے بلند وبرتر ہے

قرآن کریم کی ساری آیات اور سورتیں، اللہ کا کلام ہونے کی حیثیت سے سبھی برابر اور ایک ہی درجے اور مرتبے میں ہیں، البتہ بعض آیات چند وجوہ اور خصوصیات کی بناء پر افضل قرار پائی ہیں لیکن یہ فضیلت اس نوع کی نہیں کہ ایک کے افضل قرار پانے سے دوسرے کی عدمِ فضیلت لازم آئے بلکہ اپنی اپنی فضیلت وبرتری کے ساتھ ساتھ چند مخصوص فضائل کی وجہ سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز اور جداگانہ خصوصیات کے متحمل نظر آتی ہیں۔

چنانچہ آیت الکرسی کے فضائل وبرکات اور خصوصیات میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ زبانِ نبوّت سے اس کو افضل آیات قرار دیا ان اعظم آیۃ فی القرآن آیۃ الکرسی۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے حضور اکرمؐ سے دریافت فرمایا یا رسولؐ اللہ۔ کلام اللہ کے اندر عظیم ترین آیت کونسی ہے؟ حضورؐ اکرم نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ آیۃ الکرسی۔

اور ایک مرتبہ خود نبی کریمؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے سوال کیا کہ قرآن میں سب سے عظیم آیت کونسی ہے —؟

حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب دیا، آیۃ الکرسی۔
اس پر حضور اکرمؐ نے اُبیؓ سے فرمایا۔ تمہیں علم مبارک ہو۔
آیۃ الکرسی سے متعلق حضور اکرمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے گا اسے دخول جنت کے لئے بجز موت کے کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔ یعنی دنیا سے کوچ کرتے ہی جنت کی نعمتوں کا مشاھدہ کرنے لگے گا۔

دیلمیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا اعطیت آیۃ الکرسی من کنز تحت العرش لم یؤتھا نبی قبلی مجھے عرش کے نیچے، خزانہ سے آیۃ الکرسی دی گئی ہے اور وہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرمؐ نے انہیں صدقۂ فطر کے ذخیرہ کی حفاظت ونگرانی پر متعین کیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے محسوس کیا کہ کھجوروں کے ذخیرہ سے کوئی سمیٹ رہا ہے، تو میں آگے بڑھا اور اس کو پکڑ لیا۔ میں نے کہا میں تجھے حضور اکرمؐ کے پاس لے چلونگا۔ اس نے بہت منت سماجت کی اور عرض کیا کہ میں مفلس اور کثیر العیال ہوں، مجھے چھوڑ دیجیئے۔ پھر نہیں آؤں گا۔ میں نے چھوڑ دیا۔ صبح مجھ سے حضورؐ اکرم نے فرمایا، اے ابوہریرہ کل رات تمہارے قیدی کا کیا معاملہ رہا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس نے شدت احتیاج ظاہر کی تو میں نے از راہ ہمدردی اسے چھوڑ دیا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ بات کہی، وہ پھر آئے گا۔ حضورؐ کی اس بات سے مجھے مکمل یقین ہوگیا کہ وہ ضرور آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور وہ دوسری رات بھی کھجوروں کی چوری کے لئے چلا آیا۔ میں نے پکڑ لیا اور کہا، اب میں تمہیں ضرور حضور اکرمؐ کے پاس لے چلوں گا۔ اس نے پھر عاجزی وانکساری کی راہ اختیار کی۔ اور اپنے فقر ومحتاجی کو بیان کرتے ہوئے کہنے لگا مجھے چھوڑ دیجیئے، اب کبھی نہیں آؤنگا۔ میں نے رحم کھا کر پھر چھوڑ دیا۔

صبح ہوتے ہی حضور اکرمؐ نے مجھ سے کہا، کل رات تمہارے قیدی کا کیا معاملہ رہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنی مفلسی وعیال داری کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ پھر کبھی نہیں آؤں گا اس پر میں نے چھوڑ دیا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اس نے تم سے پھر جھوٹ کہا، وہ ضرور آئے گا۔
وہ تیسری رات بھی آیا اس مرتبہ میں نے پکڑ لیا تو پھر کہنے لگا مجھے چھوڑ دیجیئے۔ اب کبھی نہیں آؤں گا۔ میں نے کہا تم ہر بار یہی کہتے آئے کہ دوبارہ نہیں آؤں گا۔ اب میں تمہیں ضرور حضور اکرمؐ کے پاس لے چلونگا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دیجیئے میں تمہیں کچھ کلمات بتاؤں گا جن سے تمہیں بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا، جب تم بستر پر جاؤ، تو آیۃ الکرسی پڑھ لو، اس کا فائدہ یہ ہوگا

کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے واسطے صبح تک کے لئے ایک محافظ مقرر کیا جائے گا اور شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ اس کی یہ بات سن کر میں نے چھوڑ دیا۔

صبح حضور اکرمؐ نے مجھ سے کہا۔ رات تمہارے قیدی کا معاملہ کیسا رہا؟ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ میں تمہیں چند کلمات کی نشان دہی کروں گا، جن کے پڑھ لینے سے تمہیں یہ فائدہ ہوگا کہ رات بھر اللہ کے حفظ و امان میں رہوگے اور شیطان تمہارے قریب بھی نہ آئے گا۔ اس پر نبیؐ کریم نے فرمایا، اے ابوہریرہؓ! اس نے تم سے سچ کہا، حالانکہ وہ بہت جھوٹا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ اکرم نے مجھ سے پوچھا، اے ابوہریرہؓ، کیا تمہیں معلوم ہے، تین رات تم کس سے بات چیت کر رہے تھے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا۔ یہ شیطان تھا۔

تفسیر مواہب الرحمان میں حضرت ابی ابن کعب کی حدیث ہے، جس سے بھی آیۃ الکرسی کی فضیلت وعظمت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں، ہمارے ہاں کھجوروں سے بھری ہوئی ایک بڑی تھیلی تھی۔ میں نے دیکھا کہ روز بروز کھجور کم ہو رہے ہیں۔ حقیقت حال کا پتہ لگانے کے لئے بیدار رہا۔ مجھے ایک جانور بچہ کے مانند دکھائی دیا۔ میں نے اُسے سلام کیا تو اس نے جواب دیا۔ میں نے پوچھا کہ تم انسان ہو یا جن؟ اس نے جواب دیا میں جن ہوں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دیجئے، اس نے ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو معلوم ہوا، اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کے مانند ہے اور اس پر بال بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا سارے جن ایسے ہی ہوتے ہیں؟ یا صرف تم ایسے ہو، تو کہنے لگا۔ تمام جنوں میں مجھ سے زیادہ قوت وار کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کس چیز نے تمہیں میرے کھجور چرانے پہ آمادہ کیا؟ جواب دیا ہمیں معلوم ہُوا کہ تم صدقہ دینا بہت پسند کرتے ہو۔ اس لئے میں نے چاہا کہ ہم کیوں محروم رہیں۔ میں نے پھر پوچھا تمہارے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں کونسی چیز مفید ہوگی۔ اس نے جواب دیا آیۃ الکرسی۔

صبح میں نے یہ واقعہ حضور اکرمؐ سے بیان کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس خبیث نے تو یہ بات بالکل سچ بتلائی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرمؐ نے آیۃ الکرسی کو سیدہ آیات کہا اور فرمایا جس گھر میں یہ تلاوت کی جائے گی وہاں سے شیطان فرار ہو جائے گا۔

ابن قتیبہ نے بنو کعب کے شیخ سے یہ روایت بیان کی ہے جسکو امام غزالیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ بنو کعب کے شیخ نے کہا میں کھجوروں کی تجارت کے سلسلہ میں بصرہ گیا تو وہاں کوئی سرائے نہ ملا، تلاش بسیار کے بعد ایک ایسا گھر ملا

جس میں کوئی نہیں رہتا تھا۔ ہر طرف گرد و غبار، اور مکڑیوں کے جالے پھیلے ہوئے تھے۔ گھر کے مالک سے کہا مجھے اس میں کرایہ پر ٹھہرنے کا موقعہ دیا جائے؟ اس نے کہا اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو یہ ارادہ ترک کر دو، کیونکہ اس میں جن ہے، اور جو شخص بھی اس میں رہا وہ فوت ہو گیا۔ میں نے کہا کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائے گا۔ پس اس نے مجھے یہ گھر دے دیا اور میں سکونت پذیر ہو گیا۔

جب رات آئی تو مجھے ایک سیاہ آدمی نظر آنے لگا جس کی دونوں آنکھیں آگ کے شعلے کے مانند تھیں اور وہ میری جانب آرہا ہے، میں نے آیۃ الکرسی پڑھنی شروع کی تو وہ بھی آیۃ الکرسی پڑھنے لگا۔ جب میں ولا یؤدہٗ حفظھما وھو العلی العظیم کے فقرہ پر پہنچا تو وہ رک گیا اور آگے نہیں بڑھ سکا۔ چنانچہ میں اسی جملہ کی تکرار کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور میں گھر کے ایک گوشہ میں سو گیا۔ صبح ہونے کے بعد دیکھا تو آگ اور راکھ کے اثرات پھیلے ہوئے ہیں۔ میں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے، تو نے ایک عظیم خبیث کو جلا دیا۔ میں نے حیرت سے پوچھا کس چیز سے جلایا گیا کہا گیا اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ولا یؤدہٗ حفظھما وھو العلی العظیم۔

آیت الکرسی کو افضل اور عظیم ترین آیت کیوں قرار دیا گیا ہے، اگر اس کے مضامین و مطالب پر غور و خوض کیا جائے تو بآسانی اس کی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس کے اندر خالق کائنات کی توحید اور اس کی صفات کا ذکر موجود ہے۔ یہ آیت عظیمہ دس فقرات پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک فقرہ ایک مستقل موضوع اختیار کئے ہوئے ہے۔

اللہ لا الٰہ الا ھو اللہ اسم ذات ہے اور صفات کا ذکر دوسرے فقرات میں کیا گیا ہے لا الٰہ الا ھو کے ذریعہ غیر اللہ سے معبودیت کی نفی کی گئی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو عبادت کا مستحق قرار دیا گیا ہے جیسا کہ روح المعانی میں تفسیر کی گئی ہے۔ المراد ھو المستحق العبودیۃ لا غیر۔ شیخ ابن منصور سے مذکورہ جملہ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا لا الٰہ الا ھو کا جملہ دو باتوں کا مقتضی ہے۔ ایک تو ربوبیت سے علت کو زائل کیا جائے اور ایک یہ کہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اک سے منزہ ہے۔

الحی القیوم عربی میں "حی" کے معنی ہیں "زندہ" یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے جس کے لئے موت اور فنا نہیں۔ جیسا کہ زمخشری نے تفسیر کی ہے۔

الذی لا سبیل علیہ للموت والفناء اور قتادہ نے یہ تفسیر کی ہے انہ الذی لا یموت بیشک اللہ کی ذات موت سے بالاتر ہے اور آلوسی بغدادی نے یہ تفسیر بیان کی ہے۔ فالمفھوم

الأصلی من الحی کونه واقعاً علی اکمل احواله وصفاً۔
"حی" کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ وہ صفات کمالیہ سے ہمیشہ متصف ہے۔

القیوم قیام میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے خود قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ وہ صفت ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔ کیونکہ مخلوقات میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنی ذات سے قائم ہے۔ ضحاک نے تفسیر کی ہے الدائم الوجود یعنی وہ ذات جس کا وجود دائم ہے اور بعضوں نے یہ تفسیر کی ہے هوالدائم القیام بتدبیر الخلق وحفظه، وہ ذات مخلوق کی حفاظت وتدبیر کے ساتھ ہمیشہ قائم ہے یعنی تمام آسمانوں اور زمین اور ان میں سمائی ہوی چیزوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔

حی اور قیوم اسم اعظم ہے جس کے ورد سے بے شمار انوار وبرکات اور فیوض حاصل ہوتے ہیں اور اکثر وبیشتر صالحین ومشائخ کا عمل رہا ہے کہ وہ ان کلمات سے اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں اور خود نبی کریمؐ کا یہ طرز عمل رہا کہ آپ حی اور قیوم کا ورد فرماتے تھے۔ حضرت علیؓ کا کہنا ہے کہ میں غزوۂ بدر کے موقعہ پر حضور اکرمؐ کو دیکھا تو آپ سجدہ ریز ہیں اور زبان مبارک پر یاحیُّ یا قیُّومُ یا حیُّ یا قیُّومُ جاری ہے۔

لا تاخذہ سنة ولا نوم - سنة کے معنی وہ علامات اور آثار جو نیند کا مقدمہ ہیں جس کے بعد اعصاب میں استرخاء اور ڈھیلا پن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور حواس ظاہری احساس سے موقوف ہو جاتے ہیں اور آدمی نیند کے آغوش میں چلا جاتا ہے جس کے بعد وہ دنیا ومافیہا اور خود اپنے سے غافل ہو جاتا ہے۔

اس مختصر جملہ کے ذریعہ یہ حقیقت سلجھائی گئی ہے کہ جس ذات کے سہارے یہ ساری کائنات قائم ہے، وہ اونگھ اور نیند جیسے جسمانی عوارض سے منزہ ہے اور کائنات کی نگرانی ونگہبانی اسے تھکا نہیں سکتی۔ اور یہ چیز اللہ کی ذات سے ممتنع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک ساعت اور لمحہ کے لئے بھی اس عارضہ سے متصف کر دیں تو ظاہر بات ہے کہ ساتوں آسمان وزمین اور ان میں سمائی ہوی چیزوں کا کیا انجام ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اونگھ اور نیند کی نفی کرتے ہوئے لوگوں کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہوے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر انسانی کمزوریاں عاید نہ کریں۔

اس فقرہ سے موجودہ بائبل کے اس بیان کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ اللہ نے چھ دن میں زمین وآسمان کو پیدا کیا اور ساتویں روز آرام کیا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں وفیها تاکید لکونه تعالیٰ حیا قیوما لان النوم آفة تنافی دوام الحیاة وبقاءها وصفاته تعالیٰ قدیمة لا زوال لها۔

اس فقرہ میں تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ قائم بالذات ہے۔

اور زندہ ہے' کیونکہ نیند حیات دوم اور بقائے زندگی کے منافی ہے' اور اللہ تعالیٰ کے صفات قدیم ہیں' جن کے لئے زوال نہیں۔

اور علامہ موصوف نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ ان بنی اسرائیل قالوا یا موسیٰ ھل ینام ربك' قال اتقوا اللہ تعالیٰ فناداہ ربہ یا موسیٰ سألوك ھل ینام ربك فخذ زجاجتین فی یدك فقم اللیل' ففعل موسیٰ' فلما ذھب من اللیل ثلث نعس فوقع رکبتیہ ثم انتعس فضبطھا حتیٰ اذا کان آخر اللیل نعس فسقط الزجاجتان فانکسرتا۔ فقال یا موسیٰ لو کنت أنام لسقطت السموات والارض فھلکن کما ھلکت الزجاجتان فی یدیك۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰ کیا آپ کا رب سوتا ہے؟ خدا کی شان میں یہ گستاخ آمیز کلمات سن کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اس واقعہ کے بعد ندا آئی' اے موسیٰؑ! آپ دو شیشے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ساری رات ٹھہرے رہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے حکم کی تعمیل فرمائی۔ رات کا تہائی حصہ گذرنے لگا تو آپ پر نیند کی کیفیت طاری ہوی۔ جس کی وجہ سے آپ لڑکھڑا گئے' لیکن خود کو سنبھالتے ہوئے ان شیشوں کو گرنے سے بچا لیا۔ جب رات کا آخری حصہ ڈھلنے لگا تو ایک بار پھر آپ پر غلبہ نیند کا ہوا اور سنبھل نہ سکے۔ اور ہاتھوں سے شیشے چھوٹ کر پارہ پارہ ہو گئے۔

اور اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی' اے موسیٰ اگر ہم سو جاتے تو آسمانوں اور زمین میں پھیلی ہوئی عام اشیاء بھی ان ہی شیشوں کی طرح تباہ و برباد ہو جاتیں۔

یہ واقعہ سند و روایت کے لحاظ سے قوی ہو' یا ضعیف۔ اس سے صرف نظر کرتے ہوئے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے اندر لوگوں کیلئے سامان عبرت و نصیحت موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ اونگھ اور نیند سے متصف ہو جائے تو یہ دنیا کی حالت کیا ہوگی۔

لہٗ ما فی السموات وما فی الارض عربی قواعد کی رُو سے اس فقرہ میں جو لام (لہ) ہے اسکو لام تملیک کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مفہوم ہوگا کہ تمام آسمانوں' اور زمینوں میں جتنی بھی چیزیں ہیں' وہ سب اللہ تعالےٰ کی ملکیت میں ہیں۔ اور ملکیت کے تصور ہی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ مالک ہے تو وہ متصرف بھی ہے' اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہو رہا ہے اسی کے تصرف و قدرت کا نتیجہ ہے۔ اس کے اشارہ و مرضی کے بغیر کائنات کا ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔

من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں وفی ذلك تأییس لکفار حیث زعموا ان آلہتھم شفعاء لھم عند اللہ تعالیٰ اس میں کفار کے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ ان کے معبود اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے۔ اس آیت سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ مسلمانوں اور مومنوں کے لئے بھی شفاعت نہیں رہیگی۔ ان کے لئے تو حضور اکرمؐ کی شفاعت ثابت ہے اور خود اس آیت سے شفاعت بالاذن کا ثبوت مل رہا ہے۔ اور حضور اکرمؐ محشر میں ساری امت کی شفاعت فرمائیں گے چنانچہ قرآن کریم نے حضورؐ اکرم کے اسی مرتبہ کو مقام محمود سے تعبیر کیا ہے عسیٰ ان یبعثك ربك مقاماً محموداً۔

شفاعت کے موضوع پر قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں حضرت قطبؒ ویلور کا فتویٰ ملاحظہ کیا جائے جو کلکتہ سے ۱۲۷۳ھ میں چھپا ہے۔ ملاحظہ ہو اللطیف ۱۹۸۰ء۔

یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم یعنی اللہ تعالےٰ لوگوں کے اگلے پچھلے تمام حالات اور واقعات سے باخبر ہے اور اس سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے اس مفہوم میں بڑی وسعت پیدا کی ہے ای امر الدنیا وامر الاخرۃ یعنی بندوں کے امور دنیا و امور آخرت سے واقف ہے۔ قتادہ نے یہ تفسیر کی ہے۔ یعلم ما کان قبلھم وما کان بعدھم لوگوں کے ماقبل اور مابعد کے احوال کا علم حاصل ہے۔

ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ انسان اور دیگر مخلوقات میں سے کوئی بھی، اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی بھی حصہّ کا ذرا بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔

الاّ بما شاء مگر یہ کہ خود اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے کسی برگزیدہ بندے کو اپنے علم سے جو چاہے عطا فرمائے چنانچہ علم غیب کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ علم غیب (مغیبات) سے اپنے رسولوں کو مطلع فرمایا ہے عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔

وسع کرسیہ السموات والارض۔ تمام آسمان وزمین اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضور اکرمؐ سے کرسی سے متعلق دریافت کیا، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! کرسی کی وسعت کے سامنے یہ ساتوں آسمان وزمین کی حیثیت اس انگشتری کے مانند ہے، جو ایک وسیع میدان میں ڈالی گئی ہو۔

یہاں لفظ کرسی سے وہ کرسی نہ تصور کرلیں، جو اردو زبان میں نشست کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ایک تمثیلی استعارہ ہے، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نشست اور حیز و مکان سے بالاتر ہے۔ کرسی سے مراد یہ ہے کہ اسکی قدرت وسلطنت کا دائرہ دنیا ومافیہا کو اپنے اندر سمائے رکھا ہے اور کوئی چیز بھی اسکی قدرت

اور تدبیر سے باہر نہیں ہے۔

ولا یئودہ حفظھما آسمانوں اور زمینوں اور ان میں پھیلی ہوئی اشیاء کی حفاظت و نگرانی، اللہ تعالیٰ کی ذات پر گراں اور ثقیل نہیں ہے۔

وھو العلی العظیم صاحب روح المعانی تفسیر فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات مشابہت، ساجھی و ساجھی مثل و مثال، ضد و مقابل، حدوث و فنا اور نقص و عیب کے علامات و نشانیات سے بلند و بالاتر ہے۔

حاصل تحریر یہ مذکورہ دس جملوں کے اندر جامع طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے صفات کمال کو بڑی حسن و خوبی اور دلنشین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور اس آیت میں اسم اعظم ہونے کی وجہ سے اس کا ورد اور ذکر بھی افضل ذکر ہے۔ جس طرح یہ آیت افضل آیات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آیت طیبہ کے انوار اور برکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

قناعت کا سب سے بڑا فائدہ

یہ ہے کہ وہ آدمی کو دنیا کے مسائل میں غیر ضروری طور پر الجھنے سے بچاتی ہے اور اس طرح اس کو موقع دیتی ہے کہ وہ اپنے وقت اور اپنی قوت کو زیادہ سے زیادہ آخرت کے کاموں میں لگا سکے۔ آخرت کے مسافر کے لئے قناعت اتنی ہی ضروری ہے جتنا دنیا کے مسافر کے لئے حرص۔ جس آدمی کے اندر حرص نہ ہو، وہ متاع دنیا کا مالک نہیں بن سکتا۔ اسی طرح جس کے اندر قناعت نہ ہو وہ متاع آخرت کو پانے سے محروم رہے گا۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ جسکو بقدر ضرورت رزق ملا اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا اس پر اس نے قناعت کیا۔!

"الرسالہ"

جواہر الحدیث



از افضل العلماء مولوی حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

ذیل کے مضمون میں ایسی حدیثوں کو پیش کیا جا رہا ہے جن کے مطالعہ سے خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، ازواج مطہرات، اہل بیت نبوی اور دیگر صحابۂ کرام کے فضائل و مناقب اور دین میں ان کے مقام و مرتبہ اور ان کی تقلید و پیروی اور ان کی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ محبّت والفت اور ان پر لعن وطعن اور سب وشتم سے احتراز کی جانب صاف روشنی ملتی ہے

بشیر الحق ادھونی

عصرِ حاضر سے یہ مرض بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے کہ بعض لوگ براہِ راست کتاب وسنت اور اسماء رجال کے مطالعہ کے بغیر حضرات صحابۂ کرام کی شخصیات اور ان کے .... مابین واقع شدہ نزاعات و اختلافات کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان کے کثیر فضائل و مناقب جو نص قطعی، متواتر احادیث اور اجماع سے ثابت ہیں، جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، ان کو طاق نسیاں کی نذر کرتے ہوئے صحابہ پر جرح وقدح اور تنقید کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ خیر القرون سے لیکر آج تک بھی یہ مسئلہ متفق علیہ رہا کہ صحابۂ کرام پر طعن وتشنیع سے اجتناب کیا جائے۔

اور ان کا ذکر صرف خیر اور بھلائی سے کیا جائے۔ یہ اصول صرف اندھی عقیدت مندی کا نتیجہ نہیں، بلکہ گہری حکمت اور عمیق مصلحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان برگزیدہ ہستیوں پر ہونے والی تنقیدوں کی ضرب نبی معصوم کی مقدس ذات پر پڑتی ہے، جس کے دامنِ تربیت سے یہ حضرات وابستہ و منسلک رہے اور احترامِ صحبت نبوی کے علاوہ یہ بات بھی ہے، کہ یہی حضرات رسول اور امت کے درمیان ایک لائق اعتماد واسطہ اور وسیلہ ہیں، اور جو دین ہم تک پہنچا ہے، یہ ان ہی کے واسطہ اور ذریعہ سے حاصل ہوا ہے اور ان ہی صحابہ نے اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید کو مدوّن فرما کر اس کے

اجزاء منتشر ہونے سے بچالیا۔ اور سچ کہیئے تو یہ امت پر ایسا عظیم ترین احسان ہے جس سے قیامت تک کے مسلمان سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اور پوری امانت ودیانت کے ساتھ بے کم وکاست اپنے بعد آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور حضورؐ کے ارشاد بلغوا عنی ولو آیۃ (دین کی ہر چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی تم دوسروں تک پہنچادو) کے تحت اللہ کی زمین میں پھیل گئے تاکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچا سکیں۔

اگر صحابہ کے بارے میں قرآن وحدیث اور محدثین کی غیر متعصبانہ تحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے بعض تاریخی روایات کا سہارا لے کر ان کو ہدفِ تنقید بنالیں تو ان اکابرین سے متعلق بہت سی بدگمانیاں اور شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں گے۔ اللہ امت کو اس ابتلاء وآزمائش سے محفوظ رکھے۔ اگر خدانخواستہ یہ فضا ملت میں پیدا ہو گئی تو دین کی بنیادیں ہل جائیں گی، اور یہ وحیٔ آسمانی کی آخری وابدی ہدایات اور تعلیماتِ نبویؐ کے تمام اجزاء اور اس افضل ترین امت (صحابہ) کا قابلِ تقلید اسوہ ونمونہ سب کچھ ناقابلِ اعتماد ذخیرہ بن جائیگا۔ اور یہ دین کے اندر ایسا عظیم اور بھیانک فتنہ ہوگا جس کے سدِباب کیلئے کوئی صورت ہی نہیں ہوگی۔ اور ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ جس جماعت کی شان میں قرآن کریم یہ اعلان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک سے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے اور خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی امت کو ان کے بارے میں خصوصی ہدایات دیں تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کی شان میں نامناسب اور غیر موزوں کلمات منسوب کریں۔ چنانچہ صحابہ کی ان ہی خصوصیات اور امتیازات کی بناء پر تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور اہل سنت وجماعت کے فقہاء ومحدثین نے یہ مسلک اختیار کیا کہ صحابہ کا ذکر صرف خیر اور بھلائی کے ساتھ کیا جائے۔ اور ان کے اختلافات کی طرف توجہ نہ دیں اور اپنی زبانوں کو بند رکھیں۔

صحابہ کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ قول جو ساری دنیا حنفیت کے مسلک وموقف کا ترجمان ہے "ہم صحابہ کا ذکر خیر اور بھلائی کے ساتھ کریں گے" لہٰذا واجب ہے کہ ہر ایک صحابی کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ ہو۔

امام احمدؒ کا قول ہے کسی شخص کے لئے بھی جائز نہیں کہ صحابہ کرام کی کوئی برائی بیان کرے اور ان پر کسی قسم کا عیب یا نقص لگائے۔ جو شخص بھی ایسا کرے اسکی تادیب واجب ہے۔

امام مالکؒ کا قول مکتوبات مجدد الف ثانی میں

ہے من شتم احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان قال کانوا علی ضلال او کفر قتل وان شتم بغیر ھذا من مشاعۃ الناس نکل نکالا شدیدا۔ جو شخص بھی صحابۂ کرام میں سے کسی ایک صحابی کو بھی برا کہے، پس اگر وہ یہ کہے کہ وہ حضرات گمراہی و ضلالت پر تھے۔ تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور اگر اس کے علاوہ کسی صحابی کو ایسی گالی دی جو عام طور پر عوام میں پھیلی ہوئی ہیں تو اسے سخت سزا دی جائے۔

امام شافعی کا قول ہے تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا صحابہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان میں ہمارے ہاتھ تو خون آلود نہیں ہوئے لہٰذا ان کی شان میں کچھ کہہ کر اپنی زبانوں کو کیوں آلودہ کریں؟ مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کیا جائے۔

عقائد کی مشہور کتاب "عقائد نسفی" میں ہے۔ ویکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر صحابہ کا ذکر صرف خیر و بھلائی اور عزت و توقیر کے ساتھ کیا جائے۔

حافظ ابن تیمیہ نے "شرح عقیدہ واسطیہ" میں لکھا ہے من اصول اھل السنۃ والجماعۃ سلامۃ قلوبھم والسنتھم لاصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اہل سنت وجماعت کا اصول ہے کہ نبی کریم کے اصحاب کی جانب سے اپنے دلوں اور زبانوں کو پاک و صاف رکھا جائے۔

ابراہیم بن سعید نے حضرت ابو امامہ سے دریافت کیا کہ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت معاویہ کے درمیان کس کو فضیلت دیتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: لا نعدل باصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احد ہم تو کسی شخص کو بھی صحابۂ کرام کے برابر نہیں قرار دیتے۔

حضرت سعید بن زید نے دیکھا کہ بعض لوگ امراء اور حکماء کے سامنے حضرت علیؓ کی تنقیص و توہین کر رہے ہیں۔ آپ سے برداشت نہ ہو سکا فوراً دربار میں مجمع سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے بڑے صدمہ کی بات ہے تمہارے سامنے نبی کریمؐ کے اصحاب کو برا بھلا کیا جا رہا ہے اور تم سے کوئی شخص روک نہیں رہا ہے۔ میں نے حضور اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دس خوش نصیب جنت میں ہیں۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن مالکؓ، عبدالرحمان ابن عوفؓ۔ ابوعبیدہؓ بن الجراح ۔ عشرہ مبشرہ میں آپ کا نام بھی تھا۔ لیکن عجز و تواضع کی راہ مانع ہوئی۔ مگر جب لوگوں نے پوچھنا شروع کیا تو بادل نخواستہ اپنا نام ظاہر کیا۔ اور تمام سے فرمایا واللہ المشھد رجل منھم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغبر فیہ وجھہ خیر من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح۔

صحابہ کا ایک فرد جو نبی کریمؐ کے ساتھ کسی جہاد میں

شریک رہا ہو اور اس کا چہرہ غبار آلود ہو گیا ہو تو یہ چیز تم میں سے ہر شخص کے عمل سے بہتر و افضل ہے اگرچہ کہ اسے حضرت نوح کی طرح طویل عمر حاصل ہو جائے۔

قدوۃ السالکین حضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقیؔ اپنی کتاب "انشاء عقائد ذوقی" میں لکھتے ہیں

واضح ہو کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں افضل ہیں تو یقیناً آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ صحابہ میں سب سے افضل اہل بیعت رضوان ہیں۔ یہ ایک ہزار چار سو تھے۔ اہل بیعت رضوان میں سب سے افضل اہل احد ہیں جو کہ ایک ہزار تھے۔ اہل احد میں سب سے افضل اہل بدر ہیں۔ جو اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ نفوس تھے۔ اہل بدر میں سب سے افضل وہ چالیس اشخاص ہیں کہ جس چالیس کا اتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے ہوا۔ پھر ان چالیس میں سب سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول جنت کی بشارت دی تھی۔ ان عشرۂ مبشرہ میں سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ رضی اللہ عنہم۔ ان خلفائے راشدین میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ پھر علیؓ ہیں رضی اللہ عنہم۔

حضرات صحابہ کرام کی شخصیات و ذوات پہ حرف گیری کی ایک بڑی وجہ ان کے باہمی تنازعات و مشاجرات ہیں جو جنگ و جدال کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ اور تاریخ نے اپنی عادت کے مطابق صحت و عدم صحت کے امتیاز کے بغیر تمام روایتوں کو اپنے دامن میں جمع کر لیا۔ چنانچہ یہ حقیقت ارباب علم سے مخفی نہیں ہے کہ اختلافات صحابہ کے راوی کس ذہنیت سے مالک تھے۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے، جس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم سیدھی اور صاف بات سپرد قلم کرنا چاہتے ہیں کہ ان اختلافات کا حقیقت پسندانہ سنجیدہ تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ واقعی اجتہادی لغزش کا ثمرہ تھا اور ان کے درمیان ہونے والی جنگوں کو عام لڑائیوں اور ہنگاموں سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

قدوۃ السالکین حضرت ذوقیؒ اپنی کتاب "انشاء عقائد ذوقی" میں لکھتے ہیں: صحابہ کے درمیان جو منازعات و اختلافات ہوئے وہ اجتہاد میں لغزش کا نتیجہ تھا۔ یہ جھگڑے امامت و خلافت کی تحصیل کے لئے نہیں تھے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنا الحاد و بے دینی ہے اور "انوار شافعیہ" نامی کتاب میں ہے کہ وہ صحابہ جنہوں نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں صف آرائی کی، وہ نہ فاسق ہیں نہ کافر بلکہ وہ اپنے فعل و عمل میں مخطی ہیں۔ لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں طعن و تشنیع

کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ اکابر صحابہ سے ہیں۔

کتاب مذکور ہی میں حضرت ذوقی قدس سرہ اپنی زندگی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک عاقل اور فہیم شخص سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا مجھے حضرت معاویہؓ سے نہ دوستی ہے نہ عداوت۔ فقیر نے کہا کہ معاویہؓ صحابہ کی جماعت سے ہیں، ان کے ساتھ دوستی رکھنا اہل سنت وجماعت کا طریقہ ہے، اور اہل سنت سے عداوت گمراہی ہے۔ ارباب ہدایت پر مخفی نہیں ہے کہ تم جیسے لوگوں کی محبت یا عداوت سے حضرت معاویہ کا نہ فائدہ ہے نہ نقصان۔ بلکہ اس کا نفع یا نقصان تم ہی کو پہنچے گا۔ پس سب سے مقدم یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سے دوستی رکھو۔ ان کی عداوت ترک کرو۔ اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں جو اختلاف شروع ہوا ہے اس سے قطع نظر کرلو۔

ان تمام تصریحات وبیانات کے علاوہ خود حضرت علی کے اس واقعہ پر غور وخوض کیا جائے تو معلوم ہوگا، یہ لڑائی صرف تلاش حق کی جستجو کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ جنگ جمل کے موقعہ پر حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو آپ کے مخالفین پر طنز وتعریض کر رہا تھا آپ نے فوراً منع کیا اور کہا ان لوگوں کے بارے میں خیر کے علاوہ کچھ نہ کہو۔ انہوں نے ہمارے متعلق یہ سوچ لیا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف صف آرائی کی ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

اور اسی جنگ کے موقعہ پر لوگوں نے حضرت علیؓ سے آپ کے مخالفین کے بارے میں پوچھا، کیا یہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ نے تردید کرتے ہوئے فرمایا شرک سے بھاگ کر ہی اسلام کی پناہ میں آئے ہیں۔ — پھر پوچھا گیا کہ کیا یہ لوگ منافق ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا ان المنافقین لا یذکرون اللہ الا قلیلا یہ لوگ تو کثرت سے اللہ کی عبادت وفکر کرنے والے ہیں۔ گویا آپ نے اس خیال کا بھی رد فرمایا، پھر لوگوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا مزید پوچھنے لگے، تو کہا یہ ہمارے بھائی ہیں، اور انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے؟۔

اور دوسری طرف فریق ثانی کے قائد حضرت امیر معاویہ کا یہ بیان پڑھ لیا جائے، فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم علیؓ مجھ سے افضل ہیں۔ میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمانؓ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے۔ اگر وہ خون عثمان کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔"

حاصل تحریر صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی اور ان کی ذات پر نکتہ چینی سے احتراز کیا جائے۔ بے شک صحابہ کرام انبیا نہیں تھے کہ انہیں بھی گناہوں، اور خطاؤں سے معصوم قرار دیں لیکن یہ حضرات معصوم

نہ سہی، مغفور اور عنداللہ، عندالرسول مقبول ضرور تھے لہٰذا اس مرتبہ اور مقام کا خیال کرتے ہوئے ان کی شان میں بے ادبی و گستاخی نہ کی جائے۔ اور یہ حقیقت دنیا پہ روشن ہے کہ بے ادب تنہا خود ہی برباد نہیں ہوتا بلکہ اپنے فتنہ کی آگ ایک عالم میں پھیلا دیتا ہے۔ کسی نے سچ کہا:۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر فتنۂ پاکاں برد

بے ادب تنہا خود ہی برباد نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے فتنہ کی آگ ساری دنیا میں لگا دی۔ جب خدا کسی شخص کو رسوا و ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں بزرگوں کے معاملات میں انگشت نمائی کا خیال پیدا کر دیتا ہے۔

حاصل کلام ذیل کی حدیثیں مطالعہ کیجئے اور غور و خوض فرمائیے کہ ان ارشادات سے صحابہ کے بارے میں کیا کیا باتیں سامنے آرہی ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفترق امتی علیٰ ثلٰث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (ترمذی)

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہؓ نے دریافت فرمایا، یا رسول اللہ! وہ کونسا فرقہ ہے۔ آپؐ نے وضاحت فرمائی۔ یہ وہی فرقہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقۂ عمل کی پیروی کریگا۔

الصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

حضورؐ نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم میں سے جو شخص بھی ان کی اقتدا کریگا، ہدایت پائے گا۔

عن ابی بردہ عن ابیہ قال رفع یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم راسہ الی السماء وکان کثیرا مما یرفع راسہ الی السماء فقال النجوم امنۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم اتی السماء ماتوعد وانا امنۃ لاصحابی فاذا ذھبت انا اتی اصحابی مایوعدون واصحابی امنۃ لامتی فاذا ذھب اصحابی اتی امتی مایوعدون (مسلم)

حضرت ابو بردہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے، حضور اکرمؐ نے سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا اور بار بار آپ کی نظریں آسمان کی طرف جا رہی تھیں، فرمانے لگے ستارے آسمان کے لئے امن و عافیت کا باعث ہیں، جب ستارے چلے جائیں گے تو فاذا النجوم انکدرت کا منظر و ماحول ظاہر ہوگا، اور میری ذات، میرے اصحاب کے لئے امن و راحت کا وسیلہ ہے۔ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو ان کے حق میں بھی آزمائش کا دور دورہ شروع ہو جائیگا۔

اور میرے اصحاب میری امت کے لئے امن وسلامتی کا ذریعہ ہیں۔ جب وہ رخصت ہو جائیں گے تو انہیں بھی وعید کا سامنا کرنا ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ حضور اکرم کی ذات مقدس صحابہ کے لئے باعث رحمت اور صحابہ کی ذوات امت کے لئے باعث رحمت ہے — عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرموا اصحابی فانھم خیارکم، یہ ایک طویل حدیث کا اقتباس ہے جس کی روایت حضرت عمرؓ نے کی ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرمؐ نے اپنے اصحاب کو امت کے بہترین افراد فرماتے ہوئے ان کی تعظیم وتکریم کا حکم صراحت کے ساتھ دیا ہے۔ فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ زبان نبوت نے ارشاد فرمایا تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور رشد وہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو اختیار کریں۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل اصحابی فی امتی کالملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملح۔ (شرح السنہ)

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میری امت میں میرے اصحاب کی مثال نمک جیسی ہے۔ جس طرح کھانے میں لذت کیلئے نمک ایک لازمی وضروری چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امور دین میں درستگی اور صحت کیلئے صحابہ کرام کا قول وعمل ہی سند اور حجت ہے۔

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر حضرت حذیفہؓ کا کہنا ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میں نہیں جانتا کہ تمہارے درمیان کب تک رہوں گا۔ میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء و پیروی کرنا۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی سبعۃ نجباء ورُقباء واُعطیتُ انا اربعۃ عشر قلنا مَنْ ھم قال انا وابنای وجعفر وحمزۃ وابوبکر وعمر ومصعب بن عمیر وبلال وسلمان وعمار وعبداللہ بن مسعود وابوذر والمقداد۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کے لئے سات نقیب ہیں اور مجھے چودہ نقیب دئے گئے، حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ وہ حضرات کون ہیں؟ فرمایا میں اور میرے دونوں فرزند (حسنؓ حسینؓ) جعفر وحمزہ، ابوبکر، عمرؓ، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود ابوذر، اور مقداد (رضی اللہ عنہم)۔

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار وتمسکوا بعھد ابن ام عبد۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا میرے دنیا سے جانے کے بعد میرے اصحاب میں سے ابوبکر اور عمر کی

اقتداء کرو اور عمار کی ہدایات سے روشنی حاصل کرو۔ اور ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود کی حدیثوں اور باتوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ یعنی میرے بعد مذکورہ افراد کی پیروی کرتے رہو۔

عن عبداللہ بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبداللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (متفق علیہ)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا قرآن کریم کے حقائق ومعارف ان چار حضرات سے حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل۔

عن حذیفۃ قال ان اشبہ الناس دلاً وسمتاً وھدیاً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابن ام عبد من حین یخرج من بیتہ الی ان یرجع الیہ لانذری ما یصنع فی اھلہ اذا خلا (بخاری)

حضرت حذیفہؓ عبداللہ بن مسعود کے بارے میں فرماتے ہیں، آپ کی گھریلو زندگی کا تو ہمیں علم نہیں لیکن جب بھی گھر سے باہر نکلیں تو تمام لوگوں میں آپ ہی حضور اکرمؐ کا کامل ومکمل اسوہ ونمونہ دکھائی دیتے ہیں۔

عن ابیہ ان رسول اللہ علیہ وسلم خطب یوما فقال ان رجلا خیرہ ربہ بین ان یعیش فی الدنیا ما شاء ان یعیش ویاکل فی الدنیا ما شاء ان یاکل وبین لقاء ربہ فاختار لقاء ربہ قال فبکی ابوبکر فقال اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا تعجبون من ھذا الشیخ اذ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا صالحا خیرہ ربہ بین الدنیا ولقاء ربہ فاختار لقاء ربہ۔ قال فکان ابوبکر اعلمھم بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ایک روز خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ اگر چاہے تو دنیا میں رہے اور اسکی نعمتوں سے لطف اٹھاتا رہے یا اپنے رب کے لقاء اور دیدار کی نعمت پسند کرے لیکن اس بندے نے رب سے ملاقات کی نعمت کو پسند کیا۔ حضرت ابوبکرؓ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تو دوسرے صحابہ نے کہا۔ یہ ابوبکرؓ بھی عجیب شخص ہیں۔ حضورؐ نے کسی مرد صالح کا تذکرہ فرمایا جس نے دنیا میں رہائش اور اسکی نعمتوں کے مقابلہ میں رب تعالیٰ کے دیدار کو ترجیح دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ابوبکر حضور اکرمؐ کے ارشادات کی گہرائی کو صحیح معنوں میں سمجھنے والے ہیں۔ (مرد صالح سے مراد خود حضور اکرمؐ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت ابوبکر نے محسوس کرلیا کہ اب نبی کریمؐ دنیا میں زیادہ دن نہیں رہیں گے، آپ نے دیدار خداوندی کی نعمت کو اختیار فرمالیا۔ محبوب کی جدائی

و فراق کے الم انگیز تصور نے ابوبکرؓ کو رُلا دیا۔)

یہ حدیث طویل ہے، مذکورہ اقتباس سے یہ مفہوم پیش کرنا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ حدیث کی گہرائی اور اس کے نکتہ سے کس قدر واقفیت رکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء و وزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر و عمر۔ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں جس کو اہل آسمان اور اہل زمین میں سے دو وزیر نہ دئے گئے ہوں۔ چنانچہ اہل آسمان میں سے میرے وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے میرے وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

عن عقبہ بن عامر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی) حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ عمرؓ بن الخطاب ہوتے۔

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی حواریا وان حواری الزبیر بن العوام حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا، ہر ایک نبی کے لئے ایک حواری ہوتا ہے اور بے شک میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔

عن عبدالرحمان بن ابی عمیرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعٰویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ۔ عبدالرحمان ابن ابی عمیرہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی بنا اور ان کے ذریعہ ہدایت پھیلا۔

عن حذیفۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر و عمر واھتدوا بھدی عمار وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ حضرت حذیفہ کا کہنا ہے کہ ہم لوگ نبی کریمؐ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہیں تمہارے درمیان کب تک رہوں گا، مجھے نہیں معلوم، میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی جانب اشارہ کیا، اور مزید فرمایا، حضرت عمار کی ہدایات پر عمل کرنا، اور ابن مسعود جو حدیث بیان کریں تصدیق کرنا۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ ارحم بامتی ابوبکر واشدھم فی امر اللہ عمر واصدقھم حیاء عثمان واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وافرضھم زید بن ثابت واقرؤھم

ابی بن کعب ولکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح ۔

میری امت پر سب سے زیادہ مشفق ومہربان ابوبکرؓ ہیں اور امور دین میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں ۔ اور سچی حیا سے متصف عثمانؓ ہیں اور حلال وحرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں ۔ فرائض میں زید بن ثابت اور قرأت میں ابی بن کعب ہیں ہر امت کے لئے ایک امین ہے اور میری امت کے امین عبیدہ بن جراح ہیں ۔

عن موسیٰ بن طلحۃ قال مارأیت احدًا افصح من عائشۃ (ترمذی) حضرت موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں، میں حضرت عائشہؓ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا ۔

عن ابی موسیٰ قال ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا علمًا (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب کسی دینی مسئلہ میں حضرت عائشہ کی جانب رجوع ہوتے تو ان کے پاس اس کا حل موجود رہتا ۔

عن جابر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفۃ وھو علی ناقتہ القصواء یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جو میں عرفہ کے روز حضور اکرمؐ کو دیکھا، آپ اونٹنی پر سوار ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں :۔ اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اگر تم انہیں تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے، کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ۔

تورپشتی فرماتے ہیں والمراد بالاخذ بھم التمسک بمحبتھم ومحافظۃ حرمتھم والعمل بروایتھم والاعتماد علی مقالتھم وھو لاینافی اخذ الفقہ من غیرھم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم اہل بیت نبویؐ کے ساتھ محبت والفت رکھیں، اور ان کی عزت وحرمت کی حفاظت کو ملحوظ رکھیں اور ان کی روایتوں پر عمل کریں اور ان کی باتوں پہ اعتماد کریں اور حدیث اصحابی کالنجوم کی رو سے ان کے علاوہ دوسروں سے بھی تمسکِ دین منافی نہیں ہے ۔

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی (متفق علیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا اے علیؓ تم میرے لئے اسی طرح ہو جس طرح کہ موسیٰ کے لئے ہارون رہے لیکن آگاہ رہو، میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے لئے ہارون کے مانند ہو۔ جس طرح موسیٰؑ نے ہارونؑ سے کوہ طور کی جانب جاتے وقت کہا تھا۔ اخلفنی فی قومی واصلح یہ ارشاد نبویؐ حضرت علیؓ کی دلجوئی کے خاطر تھا تا کہ آپ کا یہ غم ہلکا ہو جائے کہ مجھے جہاد جیسی عظیم ترین نعمت سے محروم کر کے مدینہ منورہ میں چھوڑا جا رہا ہے۔ اس موقعہ پر حضورؐ اکرم نے ابن ام مکتوم کو مسجد نبویؐ کی امامت سونپ دی تھی اور یہی دو حضرات مدینہ منورہ میں حضورِ اکرم کی نیابت فرما رہے تھے۔

اس حدیث میں قابل غور امر یہ ہے کہ حضور اکرم نے اس بات کی صراحت بھی فرما دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور خود تشبیہ ہی سے اس خیال کی تردید کا سامان موجود ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت ہارون جانشین اور خلیفہ نہیں ہیں۔

عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی صلے اللہ علیہ وسلم امرأۃ نکلمنہ فی شیئ فامرھا ان ترجع الیہ قالت یا رسول اللہ ارأیت ان جئتُ ولم اجدك كانها تريد الموت قال فان لم تجدینی فأتی ابا بکر (متفق علیہ)

مذکورہ احادیث میں مختلف پہلوؤں سے صحابہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دین کے اندر ان کا مقام کس قدر بلند ہے اور حضور اکرمؐ نے ان کی اتباع وتقلید کو کسقدر مستحسن تصور کیا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فلو أن احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مُدَّ احدھم ولا نصیفہ۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ حضورؐ اکرم نے ارشاد فرمایا، میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، پس اگر تم میں سے ایک شخص کوہ احد کی مقدار میں سونا صدقہ کرے تو بھی ان کی مٹھی بھر چیز کے صدقہ کے اجر و ثواب کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم أن بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون لا یفون ویظھر فیھم السمن۔ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ حضورؐ اکرم نے ارشاد فرمایا۔ میرے زمانے کے لوگ میری امت کے بہترین افراد ہیں، پھر ان کے بعد والے (تابعین) پھر ان کے بعد والے (تبع تابعین) پھر ان کے بعد ایسے افراد آئیں گے جو بغیر طلب شہادت کے گواہی دینگے، خیانت کریں گے۔ امانت دار نہیں ہونگے۔ نذر کریں گے، تو اسے پوری نہیں کریں گے اور دین کے معلوم میں ان سے غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ ہوتا رہے گا۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمسُّ النار مسلما رأنی او رأی من رأنی (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جس نے مجھے ایمان کی حالت میں دیکھا اسے دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔ اور جو میرے صحابہ کو دیکھے وہ بھی دوزخ سے مامون ہے۔ عن عبداللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذ وھم عرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یأخذہ (ترمذی)

عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اور میرے دنیا سے جانے کے بعد ان لوگوں کو نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص بھی ان لوگوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو وہ میری امت کی وجہ سے ہے اور جو شخص بھی ان کے ساتھ نفرت رکھتا ہے وہ بھی میری وجہ سے ہے جس کسی نے ان لوگوں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی جس نے مجھے تکلیف دی اسنے خدا کو تکلیف دی جس نے خدا کو تکلیف دی پس کوئی شبہ نہیں وہ اس سے مواخذہ فرمائے۔

عن عبداللہ بن بردہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث قائدا ونورا لھم یوم القیامۃ (ترمذی)

عبداللہ بن بردہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب زمین کے جس حصہ میں بھی دفن ہو جائیں، قیامت کے دن وہ اس حصہ کے لوگوں کے قائد بن کر اٹھیں گے۔ اور ان کے لئے نور ہوگا۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علیٰ شرکم۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تم جس کسی کو میرے اصحاب پر لعن و طعن کرتے ہوئے دیکھو تو کہو، تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

عن سعد بن ابی وقاص قال ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاحد یمشی علیٰ وجہ الارض انہ من اھل الجنۃ الا لعبداللہ بن سلام (متفق علیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت ہے "اہل جنت میں سے زمین پر چلنے والا" یہ فقرہ میں نے عبداللہ بن سلام کے سوا کسی کے حق میں حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا درخت کے نیچے جس کسی نے بھی بیعت کی اللہ اسے دوزخ میں نہیں ڈالیگا۔ (بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو ہجرت کے چھٹے سال حضرت عثمانؓ کے لئے جاں نثاری کے سلسلہ میں لی گئی۔)

عن جابر قال کنا یوم الحدیبیۃ الفا واربع

بعمائة قال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتم
الیوم خیر اھل الارض۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے روز ہم لوگوں
کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ حضورؐ نے ہمارے متعلق ارشاد
فرمایا۔ آج کے دن تم روئے زمین کے لوگوں میں بہترین ہو۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایۃ
الایمان حب الانصار وایۃ النفاق بغض الانصار۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد
فرمایا: ایمان کی نشانی یہ ہے کہ انصاریوں سے محبت کی جائے
اور ان سے بغض و عناد، نفاق کی علامت ہے۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار
وابناء ابناء الانصار (مسلم)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے
ارشاد فرمایا۔ اے اللہ! انصار اور اولاد انصار اور ان
کے پوتوں کی مغفرت فرما۔

عن سھل قال جاءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ونحن نحفر الخندق وننقل التراب علی اکتادنا
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم لا عیش
الا عیش الاخرۃ فاغفر المھاجرین والانصار۔

حضرت سہلؓ کا کہنا ہے کہ حضور اکرمؐ ہمارے پاس تشریف
لائے اور ہم لوگ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے اور اپنے
کندھوں پر مٹی لے جا رہے تھے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے
اللہ! زندگی تو دراصل آخرت ہی کی زندگی ہے تو انصار
اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

عن ابی موسی الاشعری قال کنت مع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط من حیطان المدینۃ
فجاء رجل فاستفتح فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم افتح لہ وبشرہ بالجنۃ ففتحت لہ فاذا
ابوبکر فبشرتہ بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فحمد اللہ ثم جاء رجل فاستفتح فقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتح لہ وبشرہ بالجنۃ
ففتحت لہ فاذا عمر فاخبرتہ بما قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ ثم استفتح رجل
فقال لی افتح لہ وبشرہ بالجنۃ علی بلوی تصیبہ
فاذا عثمان فاخبرتہ بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فحمد اللہ ثم قال اللہ المستعان (متفق علیہ)

ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ کے
ایک (چاردیواری والے چھوٹے) باغ میں حضور اکرمؐ کے
ساتھ بیٹھا ہوا تھا کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ حضور
اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا: دروازہ کھولو۔ اور انہیں جنت کی
بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا۔ دیکھا تو ابوبکرؓ ہیں
میں نے حضور اکرمؐ کی بشارت سنائی۔ انہوں نے اللہ کا شکر
ادا کیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد دستک کی آواز آئی تو حضور اکرمؐ

نے مجھ سے کہا دروازہ کھولو، انہیں جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا عمرؓ تشریف لائے ہیں۔ میں نے حضورؐ اکرم کا پیغام سنایا۔ انہوں نے اس کا شکر ادا کیا۔ پھر کچھ دیر گذرنے کے بعد دروازہ پر کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا دروازہ کھولو اور انہیں مصائب کے پہنچنے کی خبر اور جنت کی بشارت دو۔ دروازہ کھولا تو عثمانؓ ہیں۔ میں نے حضورؐ کا فرمان اور جنت کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا اللہ مددگار ہے۔

عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم صعد اُحداً وابوبکر وعمر وعثمان فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت اُحُد۔ فانما علیك نبیؐ وصدیق وشھیدان (بخاری)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضورؐ اکرمؐ، اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کوہ احد پر چڑھے تو اس میں حرکت ہوئی۔ حضورؐ اکرم نے اپنا پاؤں پہاڑ پر مارا اور فرمایا ساکت رہ۔ تجھ پر ایک نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فاخذ بیدی فارانی باب الجنۃ الذی یدخل منہ اُمتی فقال ابوبکرؓ یا رسول اللہ وددتُ انی کنت معك حتی انظر الیہ

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انك یا ابابکر اُول من یدخل الجنۃ من امتی (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ اکرم نے فرمایا حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر جنت کا وہ دروازہ دکھلایا جس سے میری اُمت اندر داخل ہوگی۔ یہ بات سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تو وہ دیکھ لیتا۔ حضورؐ نے ابوبکرؓ سے کہا ' اے ابوبکر میری امت میں سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہونگے۔

عن ابن عمران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض وصاحبی علی الغار حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے متعلق ارشاد فرمایا وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے مصاحب اور ساتھی رہیں گے۔ مفسرین کرام نے آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکرؓ کے ہونے پر اجماع کیا ہے۔ جو شخص بھی حضرت ابوبکر کی صحبت کا انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس سے نص جلی کا انکار لازم آرہا ہے۔ بخلاف حضرت عمر و حضرت عثمان کی صحبت کے انکار کا۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم اُتیتُ بقدح لبن فشربت حتی انی لاری الری یخرج فی اظفاری ثم اُعطیتُ فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اَولتہٗ یا رسول اللہ

قال العلم۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے میں نے حضور اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مجھے حالت نیند میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، اور میں خوب سیراب ہو کر اپنا بچا ہوا عمر کو دیا۔ لوگوں نے حضورؐ سے اسکی تعبیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا علم۔ مراد یہ ہے، کہ حضرت عمرؓ کو حضورؐ کی جانب علم و حکمت کا وافر حصہ نصیب ہوا۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کے دل کو حق سے بھر دیا ہے اور ان کی زبان ترجمان حق ہے۔

عن ابن مسعود قال فُضّل الناس عمر بن الخطاب باربع بذکر الاساریٰ یوم بدر امر بقتلھم فانزل اللہ تعالیٰ لولا کتٰب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم وبذکر الحجاب امر نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یحتجبن فقالت لہ زینب وانک علینا یا ابن الخطاب والوحی ینزل فی بیوتنا فانزل اللہ تعالیٰ واذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب وبدعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اید الاسلام بعمر وبرائہ فی ابی بکر کان اول ناس بایعہ۔ (رواہ احمد)

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں عمر بن الخطاب کو سارے لوگوں میں سے چار باتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ایک غزوۂ بدر کے موقعہ پر عمرؓ نے فرمایا، قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کے بجائے انہیں قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس کے بعد آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ کے خیال کی تائید ہوئی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں چنانچہ اس معاملہ میں زینبؓ نے یہ تک کہہ دیا کہ اے عمر کیا تم ہم پر حکم چلاتے ہو۔ اس وقت بھی عمرؓ کے خیال کی تائید ہوئی۔ اور پردہ کا حکم نازل ہوا۔ تیسری بات یہ کہ حضورؐ نے ان کے اسلام قبول کرنے کی دعا فرمائی۔ اور چوتھی بات یہ کہ انہوں نے امت میں سب سے پہلے ابوبکرؓ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یحفر بئر رومۃ فلہ الجنۃ فحفرھا عثمان وقال من جھّز جیش العسرۃ فلہ الجنۃ فجھّزہ عثمان۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا جس نے رومہ کا کنواں کھدوایا اس کے لئے جنت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنی رقم سے کنواں تعمیر کیا اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضورؐ نے فرمایا جس نے لشکر کو (ہتھیارات اور ساز و سامان وغیرہ سے) تیار کیا اس کے لئے جنت ہے۔ حضرت عثمانؓ ہی نے یہ کام کیا۔

عن انس قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم ببیعة الرضوان کان عثمان رسول رسول الله صلی الله علیه وسلم الی مکة فبایع الناس فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسوله فضرب باحدیٰ یدیه علی الاخریٰ فکانت ید رسول الله صلی الله علیه وسلم لعثمان خیرا من ایدیهم لانفسهم۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بیعت رضوان کے موقعہ پر عثمانؓ نبی کریم کے قاصد بن کر مکہ گئے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے عثمانؓ کے بارے میں جاں نثاری کی بیعت لی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ اور اس موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں ہیں یعنی حضرت عثمان کے لئے یہ بڑی فضیلت ہے۔ عن جابر قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم بجنازة رجل لیصلی فلم یصل علیه فقیل یا رسول الله ما رایناك ترکت الصلوٰة علی احد قبل هذا قال انه کان یبغض عثمان فابغضه الله۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ اکرم ایک شخص کے جنازہ میں نماز کے لئے تشریف لائے اور نماز ادا نہیں کی۔ صحابہ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ اس سے قبل آپ کو کہیں نماز جنازہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ اس پر نبیؐ کریم فرمانے لگے۔ یہ شخص عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہے۔

عن عمران بن حصین ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان علیاً منی وانا منه وهو ولی کل مؤمن

عمران بن حصین کی روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اور وہ ہر مومن کے دوست اور خیر خواہ ہیں۔

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا دار الحکمة وعلی بابها۔ حضرت علیؓ نے کہا حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سبّ علیاً فقد سبّنی۔ ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضورؐ اکرم نے فرمایا جس نے علیؓ کو برا کہا، تو تحقیق اس نے مجھے برا کہا۔

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الجنة تشتاق الی ثلثة علیّ وعمّار وسلمان حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جنت ان تینوں افراد کی مشتاق ہے۔ علی۔ عمار۔ سلمانؓ

عن علی قال سمعت اُذنی من فی رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول طلحة والزبیر جاراى فی الجنة۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ

جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔

عن سعد بن وقاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم استجب لسعد اذا دعاک

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، اے اللہ سعد جب بھی دعا کریں تو قبول فرما۔

عن عائشۃ قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء علیؓ فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (مسلم) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ صبح سویرے نکلے اور آپ کے جسم پہ سیاہ اون کی چادر تھی حسن بن علی آئے تو چادر میں لے لیا۔ پھر علی و فاطمہ آئے، تو چادر میں لے لیا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اہل بیت نبویؐ سے گندگی دور کرے اور انہیں پوری طرح پاک کرے۔

عن ابی بکرۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علی الی جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃ وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (بخاری) ابوبکرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے حضرت حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ میرا فرزند سردار ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمائے۔

حضور اکرمؐ کی پیشین گوئی کی برکت تھی حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح فرما کر امت میں خون ریزی بند کرادی۔

عن ابن عباس قال ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ فقال اللھم علمہ الحکمۃ وفی روایۃ علمہ الکتاب (بخاری)

ابن عباس فرماتے ہیں، حضور اکرمؐ نے مجھے اپنے سینے سے لگالیا اور فرمایا اے اللہ انہیں حکمت کی تعلیم عطا فرما۔ دوسری روایت میں ہے۔ انہیں کتاب کا علم عطا فرما۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العباس منی وانا منہ۔

ابن عباس فرماتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سید شباب اھل الجنۃ

عن ابی ذرانہ قال ھو اخذ بباب الکعبۃ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینہ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلک (رواہ احمد)

حضرت ابوذر کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میرے اہل بیت سفینۂ نوح کے مانند ہے، جو بھی اس میں سوار

ہو گا سلامتی سے ہمکنار رہیگا ۔ اور جو بھی پیچھے رہیگا نقصان اٹھائے گا ۔ یعنی اہل بیت نبوی کی تقلید و پیروی کی جائے ۔

عن ابی ھریرۃ قال اتی جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ھذہ خدیجۃ قد اتت معھا اناء فیہ ادام وطعام فاذا اتتک فاقرأ علیھا السلام من ربھا ومنی وبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ و لا نصب ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل حضور اکرم ؐ کے پاس تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ ؐ یہ خدیجہ کھانے کے برتن لا رہی ہیں ۔ آجائیں تو اللہ تعالیٰ کا سلام سنائیے اور میری طرف سے بھی سلام کہئے اور خدیجہ ؓ کے لئے جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی بشارت دیجئے جس میں کسی قسم کا شور نہیں رہیگا اور نہ ہی کسی قسم کی تھکان، اور بے چینی رہے گی ۔

عن ابی سلمۃ ان عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائش ھذا جبرئیل یقرئک السلام قالت وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ قالت ھو یری مالا اری ۔ (متفق علیہ)

ابی سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ۔ حضور اکرم ؐ نے کہا اے عائشہ ! جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں، عائشہ فرماتی ہیں، میں بھی سلام کا جواب کہلا بھیجتی وہ (جبرئیل) مجھے دیکھتے، لیکن میں انہیں نہیں دیکھ سکی ۔

عن انس ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون ۔

انس سے مروی ہے کہ جب کبھی قحط سالی پیدا ہوتی تو عمر ؓ بن الخطاب عباس ؓ ابن عبد المطلب کے وسیلہ سے نزول بارش کے لئے دعا فرماتے اور بارش سے سیراب ہو جاتے ۔

عن ابی ھریرۃ قال قلت یا رسول اللہ اسمع منک اشیاء فلا احفظھا قال ابسط رداءک فبسطتہ فحدث حدیثا کثیرا فما نسیت شیئا حدثنی بہ ۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے حضور اکرم ؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی زبان سے بہت سی حدیثوں کو سنتا ہوں لیکن یاد نہیں رہتیں ۔ حضور ؐ نے آپ سے فرمایا اپنی چادر پھیلا دیجیے ۔ میں نے پھیلا دیا ۔ آپ نے بہت ساری حدیثوں کو بیان کیا اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا ۔

حاصل تحریر: مذکورہ احادیث پر تبصرہ اور ان کے پہلو دار تمام معانی ومطالب اور ان سے مستنبط شدہ مسائل وغیرہ کی شرح وبسط سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم نے صرف ترجمہ وخلاصہ پر اکتفا کیا ہے ۔ قارئین خود اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ ان حدیثوں میں صحابہ کرام کے بارے میں کیا کیا باتیں نبی کریم ؐ نے پیش فرمایا ہے ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ

از مولانا محمد حسین صاحب ایم اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

یا یھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ، واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم یہ اُن آیات میں سے ایک آیت ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے طریق رشد و ہدایت کیطرف رہنمائی کی۔ ان آیات میں ان آداب کا بیان کیا گیا ہے جو حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتحیات کی توقیر و تبجیل اور احترام و اکرام کے معاملہ میں مؤمنین پر واجب کئے گئے ہیں۔ فرمایا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ یعنی اللہ اور اس کے رسول ؐ کے حضور میں کسی قول یا فعل کسی حکم و عمل میں جلد بازی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کے اذن و حکم سے پہلے کسی قول یا فعل سے باز رہو یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول حکم صادر فرمائیں۔ اس سے یہ مُراد ہے کہ تمام احکام و معاملات و حالات میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کے تابع رہو۔ اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا یہ مقصود بتلایا کہ کتاب و سنت کے خلاف کچھ نہ کہو اور ضحاک نے یہ تعبیر کی کہ دینی احکام میں اللہ اور اس کے رسول کو نظر انداز نہ کر کے کوئی حکم نہ کرو۔ راغب اصفہانی نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا لا تسبقوہ بالقول والحکم کسی قول میں کسی حکم میں بھی اللہ اور اسکے رسول پر سبقت نہ کرو، بلکہ صرف اسی لائحہ پر عمل کرو جو تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے عباد مکرمون کی شان ہے لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔ وہ اللہ پر اپنے قول سے سبقت نہیں لیجاتے اور اس کے ہی امر پر عمل کرتے ہیں یعنی وہ صرف وہی کہتے ہیں جو اللہ نے کہا ہے، یعنی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے اور یہ امر قولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کا مصداق ہے اور یہ عباد مکرمون صرف اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ بہر حال اس آیت کریمہ میں اس بات سے نہی کی گئی ہے کہ دینی ہو یا دنیاوی کسی معاملہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پابندی یا قید کے بغیر اقدام کیا جائے اور آیت کریمہ وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا میں اسی مفہوم کی توضیح اور تاکید ہے۔

اس ادب شرعی کے عموم میں معاذ بن جبل رضؓ کی وہ حدیث بھی شامل ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جب معاذ بن

بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا گیا تو نبی کریم صلوات اللہ
علیہ وسلامہ نے معاذؓ سے فرمایا: تم کس بات کا حکم کرو گے بما
تحکم؟ تو معاذؓ نے کہا بکتاب اللہ آپؐ نے فرمایا اگر تم نہ
پاؤ فان لم تجد تو کہا بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
تو فرمایا اگر نہ پاؤ تو، معاذؓ نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا
اجتہد برائی، تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کے سینہ پہ
تھپکا اور فرمایا الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ
لما یرضی رسول اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔

حضرت معاذؓ نے اپنے نظر وفکر اجتہاد و استنباط بالرای
کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ذکر کیا،
اگر اپنے اجتہاد بالرائ کو کتاب وسنت میں بحث وتلاش طلب و
جستجو سے مقدم کرتے تو وہ تقدیم بین یدی اللہ ورسولہ ہوتی،
اور اس بات سے اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات کی اس پہلی آیت میں
نہی کی اور منع فرمایا۔ یہ حکم نہی عام ہے۔ اس میں ہر امر ہر حکم شامل
ہے کسی مسلم کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی ایسے عمل کا اقدام کرے
جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق نہ ہو۔ ہر مسلم پہ واجب
ہے کہ اس اقدام سے کنارہ اور پرہیز کرے۔ اللہ اور اس کے
رسول کے حضور میں اپنی طرف سے کسی قول یا فعل کو مقدم کرنا
موجب خسران وہلاکت اور باعث حبط اعمال ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک اصل عظیم کی طرف اشارہ کیا
گیا جو اسلامی نظام کی اساس اور بنیاد ہے۔ ان الحکم الا
للہ، صرف اللہ ہی حاکم ہے، اسی کو حکم اور امر ونہی کے نافذ
کرنے کا حق ہے۔ اس حکمرانی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔
ولا یشرك فی حکمه احدا، وہی احکم الحاکمین ہے۔
اس کے حکم کو کوئی پس انداز نہیں کر سکتا۔ لا معقب
لحکمه کسی کو چاہے وہ کوئی ہو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اور
اس کے رسول کے حضور میں قبل اس کے کہ اللہ اور اس کے
رسول کوئی حکم یا نظام یا قانون صادر فرمائیں، کسی حکم
یا نظام یا قانون سازی کیطرف اقدام کرے۔ کیونکہ حکم اور
تشریع صرف اللہ کا حق ہے۔ اور اللہ کے رسول، اللہ کیطرف
سے ہی اللہ کے حکم اور شریعت کو ہم تک پہونچاتے ہیں۔ اس
اصل اور حقیقت کی تائید سورہ نساء کی اس آیت سے بھی
ہوتی ہے فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما
شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت
ویسلموا تسلیما۔ واضح الفاظ میں اور انتہائی تاکید،
قسم کے ساتھ فرمایا کہ وہ مؤمن نہیں جو اپنے تنازعات اور
مخاصمات، مشاجرات اور معاملات میں اللہ کے رسول کو حکم
نہیں بناتے۔ آپ کے حکم بنانے کے بعد اگر آپ کے حکم اور فیصلہ
سے دل میں ذرا بھی تنگی یا کھٹک یا خدشہ یا ناپسندیدگی
کا شائبہ بھی پائے تو وہ مؤمن نہیں۔ وہی شخص مؤمن ہے جو
آپ کے حکم اور فیصلہ سے پوری طرح راضی ہو۔ اور بخوشی
خاطر قبول کرلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم، اور
فیصلہ سے راضی ہونا اور مان لینا ہی ایمان کی نشانی ہے۔
نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما کان لمؤمن ولا مؤمنة

اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ کسی مؤمن مرد اور کسی مومن عورت کو خود اپنے معاملوں میں اللہ اور اسکے رسول کے فیصلہ کے بعد کوئی اختیار نہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اس کو یہ اختیار نہیں کہ اللہ اور اسکے رسول کے فیصلہ کو چھوڑ کر کسی اور فیصلہ کو مانے یا خود کوئی فیصلہ کرے۔ اللہ کی نافرمانی اور اس کے رسول کی نافرمانی کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ جو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتا ہے اسی کو فوزِ عظیم حاصل ہے ــــ

رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اسی اصل کی بنا پر، جو رسول اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا۔ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولی الامر صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ اگر کسی معاملہ میں تمہارے درمیان کوئی تنازع ہو جائے تو اس متنازع فیہ معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کیطرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی تمہارے لئے بہتر اور باعتبار مآل احسن ہے۔ اس آیت کریمہ میں صاحبان امر سے مراد، وہ علماء اور امراء ہیں جو قرآن فہمی کا حق ادا کرتے ہیں۔ حوادث زندگی میں اس سے ہدایت حاصل کرتے اور اس کے احکام پر خود بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کرواتے ہیں۔ حدود اللہ کی حفاظت اور نگہبانی کرتے ہیں۔ اپنی زندگیوں کو کتاب وسنت کی روشنی میں گزارتے ہیں۔ کتاب وسنت کے اسرار وحکم، حقائق ومعارف کا بالاستیعاب علم رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو دین ودنیا میں امت کی قیادت کا حق رکھتے ہیں۔ انہیں اپنے زمانہ اور اپنی امت کے احوال کا پورا پورا علم حاصل ہوتا ہے جس کی بدولت وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ امت کے تمام حالات ومعاملات میں کتاب وسنت سے حسب ضرورت احکام استنباط کر سکتے ہیں، کہ امت کی صلاح اور اصلاح حال کے لئے کفایت کرے۔ اسی صلاح وصلاح حال کو عرف فقہ میں مصالح شرعیہ کہتے ہیں۔ اور استنباط احکام کے لئے بذل جہد کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔ آیت کریمہ فان تنازعتم فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر میں فردوہ الی اللہ والرسول سے مراد یہی ہے کہ اولی الامر اگر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ میں نص صریح نہ پائیں تو کتاب وسنت کے نصوص میں واقعۂ حال کے اشباہ ونظائر تلاش کریں اور ان اشباہ ونظائر کے احکام منصوصہ واقعۂ حال میں منطبق کریں۔ اسی رد الی اللہ والرسول یا الی الکتاب والسنۃ کو اصطلاح فقہاء میں قیاس کہتے ہیں۔ اسی آیت کریمہ سے

قائلین قیاس نے نہ صرف قیاس کا جواز بلکہ اسکی ضرورت بھی ثابت کی ہے۔ کتاب وسنت کے ساتھ قیاس کے الحاق کے یہ معنی نہیں کہ قیاس اثبات حکم میں کتاب وسنت کا مثیل ہے۔ قیاس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ قیاس صرف مظہر حکم ہے جبکہ کتاب وسنت مثبت حکم ہیں۔

قیاس کی بنیاد کتاب وسنت ہی پر قائم ہے۔ مجتہدین کے قیاس کا مقصد صرف یہ ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص سے حکم کا استخراج کریں۔ آیت کریمہ لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ میں بین یدی اللہ ورسولہ کے معنی ہیں، اللہ اور اسکے رسول کے حضور میں۔ زمخشری نے اپنی کتاب "کشاف" میں لکھا ہے: حقیقۃ قولھم جلست بین یدی فلان، ان یجلس بین الجھتین المسامتین یمینہ وشمالہ قریبا منہ، عربوں کے اس قول "فلاں کے دونوں ہاتھوں کے مابین بیٹھا" کے معنی ہیں کہ وہ اس شخص کے قریب دائیں اور بائیں جہت اور سمت کے درمیان بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ موجود ہے۔ فرمایا ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیامۃ ان اللہ بکل شیئ علیم اللہ تمام چیزوں کو بخوبی جانتا ہے ان اللہ سمیع علیم بندوں کی سب باتوں کو سنتا اور ان کے سارے اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ اگر کوئی انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور میں ہے اللہ اسکی ہر بات کو سنتا اور اس کے ہر عمل کو دیکھتا اور جانتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر قول وفعل کی جزاء دیتا ہے۔ اچھے قول وفعل کی اچھی جزاء اور برے قول وفعل کی بری جزاء، ان خیرا فخیر وان شرا فشر، اور یہ بھی یقین ہے کہ وہ اللہ کے قبضۂ اقتدار میں ہے، کیا یہ کوئی تصور کر سکتا ہے کہ ایسے شخص سے کوئی ایسا قول یا فعل سرزد ہوگا جس سے اللہ راضی نہیں۔ بین یدی اللہ کا یہ مفہوم ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ انسان بیشتر اوقات اللہ کی یاد سے غافل رہتا ہے، اللہ کی حضوری کا شعور ہمیشہ نہیں رہتا عالم غفلت میں وہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔

بین یدی رسولہ یعنے اللہ کے رسول کے حضور میں اپنے کسی قول یا فعل کو مقدم کرنے کی نہی کا حکم اب بھی باقی ہے تو قع ہے کہ کسی کو یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ اس آیت کریمہ کے لفظ "ورسولہ" کو منسوخ قرار دے۔ یہ حکم اب بھی باقی ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسول کے حضور میں ہیں۔ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوں تو ہوں لیکن وہ حاضر وموجود ہیں اور بحیثیت رسول اللہ موجود اور باقی ہیں۔ صاف صاف کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ہم ان کے حضور میں ہیں، وہ ہمیں دیکھتے ہیں، ہماری باتیں سنتے ہیں۔ ہم نیک عمل کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ ہم برے عمل کرتے ہیں تو آپ کو سخت کوفت ہوتی ہے عزیز علیہ

ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔
ہم اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ اور یہ یقین رکھتے ہیں تو تعجب کیوں ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ قتل ہونے والوں کے باب میں فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون، فرحین بما اٰتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون، جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کی نسبت ایسا خیال نہ کرنا کہ وہ مر گئے ہیں، نہیں۔ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے حضور اپنی روزی پا رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اس سے خوشحال ہیں، اور وہ لوگ جو ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی ان سے ملے نہیں، ان کے لئے خوش ہو رہے ہیں کہ نہ تو ان کے لئے کوئی خوف ہے، اور نہ کسی طرح کی غمگینی ـــ نہایت تاسف کی بات ہے کہ بعض بے بصر اور کج فہم رسول کریمؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، تعصب نے ان کی فہم و بصیرت پر پردہ ڈال دیا اور وہ رسولؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میت ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ ان میں بعض وہ ہیں جو بصارت کے ساتھ بصیرت سے بھی محروم ہیں۔ سچ ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ ـــ اور ان کا ہر وقت کا یہ نعرہ ہے ان محمدًا قد مات لکن دینہ باقٍ، ان گستاخوں سے اللہ سمجھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے وصال کے بعد ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے، لیکن ہمارے دلوں اور دماغوں میں جاگزیں ہو گئے۔ جب کبھی ہم آپؐ کو یاد کرتے ہیں، آپ کے اقوال، احوال اور افعال کا تذکرہ کرتے ہیں تو آپؐ کے اقوال و افعال کے ساتھ آپؐ کا تصور بھی موجود رہتا ہے۔ یہ تصور ایک جامد شئی کا تصور نہیں۔ جب کبھی نماز میں ہم تشہد میں السلام علیك ایھا النبی کہتے ہیں، تو کسی میت سے خطاب نہیں کرتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں لیکن ہم اس حد تک مادیت میں گرفتار ہیں کہ آپ کا جواب نہیں سن سکتے۔ ہم جس قدر مادیت سے مجرد ہوں گے اسی قدر آپؐ سے اتصال نصیب ہو گا۔ غرض جس طرح ہم اللہ کے حضور میں ہمیشہ ہیں، حالانکہ ہم اپنی ان آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھتے۔ اسی طرح ہم اللہ کے رسول کے حضور میں ہیں، حالانکہ وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

جس طرح ہم اکثر اوقات اللہ کی حضوری سے غافل ہیں، اور عالم غفلت میں ارتکاب گناہ کرتے ہیں، اسی طرح ہم اکثر اوقات حضوری رسولؐ اللہ سے غافل ہیں۔ اور اس عالم غفلت میں معصیت الرسول کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سبھوں کو اپنی اور اپنے رسول کی حضوری کا شعور دائم نصیب کرے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم۔ اللہ اور اس کے رسول کی حضوری میں اپنے کسی قول و عمل کو مقدم

کرنے سے نہی اور ممانعت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تقوے کو لازم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا واتقوا اللہ یعنی اللہ کے غضب اور عذاب الیم سے بچو۔ یہ بچاؤ یعنی تقویٰ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب بندۂ مؤمن اپنے تمام اقوال وافعال و احوال کو اللہ اور اس کے رسول کے تابع کر دیتا ہے۔ یعنی اوامر کا اتباع اور امتثال، اور نواہی سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے۔ اس آیت کے آخر میں فرمایا ان اللہ سمیع علیم کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے سارے اقوال سنتا اور ان کے سارے اعمال واحوال کو دیکھتا اور جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کون بندہ اللہ اور اس کے رسول کی حضوری میں اپنے اقوال اور افعال اور احوال کو مقدم کرتا ہے، اور کون اللہ اور اس کے رسول کے اوامر و نواہی کا پابند ہے اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ بحرمۃ نبیہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین

ساقیٔ کوثر تری دریا دلی کا ہو بھلا

پیشکش:
سید عظمت اللہ بنگلوری — متعلم زمرۂ ثالثہ

کیف اور مستی کا اک پیغام رنگیں تیرا نام
لحن داؤدی کی ہر لَے تیرے نغمہ کی شہید
تیرے گیسو حامل ناموس اسحٰق و ذبیح
تیری سطوت کے اثر سے ریزہ ریزہ پاش پاش
سب کی تیرے چشمۂ رحمت سے بجھتی ہے پیاس
اے تعالی اللہ! ترے دربار کی ادنیٰ غلام
خاک میں تو نے ملا دی سطوتِ لات و ہُبل
اک طرف یہ شان و شوکت اک طرف تیری غذا

انبساطِ رُوح کی دعوت ترا ذکرِ جمیل
ہر ادائے حسن یوسف تیرے ابرو کی قتیل
تیرے عارض باعثِ رنگینیٔ باغِ خلیل
خواہ خندق کی چٹانیں ہوں کہ خیبر کی فصیل
اس میں قلزم ہو کہ دجلہ رود گنگا ہو کہ نیل
جن کے آگے قیصر و کسریٰ گدایانِ ذلیل
تیرا مرہونِ نوازش کعبۂ ربِ جلیل
پارۂ نانِ جویں، وہ بھی بمقدارِ قلیل

ساقیٔ کوثر تری دریا دلی کا ہو بھلا
نظم ماہر بن گئی، آبِ روانِ سلسبیل

شریعت؟ طریقت؟ حقیقت؟

از مولانا محمد حسین صاحب ایم۔اے۔ استاذ دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطبؒ ویلور

اللہ تبارک و تعالےٰ خلق میں متصرف ہے ۔
وہی ہدایت کرتا، وہی گمراہوں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے،
کسی کو عزیز کسی کو ذلیل بناتا ہے کسی کو توفیق دیتا اور کسی
کو اپنی توفیق سے محروم رکھتا ہے کسی کو والی بناتا اور کسی کو
معزول کرتا ہے۔ تمام خیر اور شر، ایمان اور کفر، تصدیق اور
انکار، کامرانی اور ناکامی، زیادتی اور نقصان، طاعت، اور
عصیان اور جہل اور معرفت، اسی کی قضا و قدر، اسی کے حکم
و ارادے سے ہے۔ جو چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا ۔
اسکے ارادے کے احاطے سے کوئی لفظ، کوئی خیال، کوئی ذرہ
خارج نہیں، اس کے حکم کا رد کرنے والا کوئی نہیں، اس کی قضا
و قدر کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔ بجز اسکی توفیق و رحمت کے
اس کی نافرمانی اور معصیت سے کوئی ملجا نہیں۔ اس کے ارادہ،
مدد اور محبت کے بغیر اس کی طاعت و فرماں برداری کی کسی میں
طاقت نہیں۔ یقین کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی قضا و قدر سے
ہے حقیقت ہے ۔

پھر یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسب کا اختیار
دیا ہے تاکہ وہ جمادات اور حیوانات سے ممتاز ہوں، بندوں
کو فعل پر قدرت دی۔ ان میں نیت و قصد کی صلاحیت رکھی،
تاکہ وہ فعل یا ترک جو بھی کریں اپنے اختیار سے کریں۔ وہ فعل
یا ترک میں مضطر اور مجبور نہ ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول
بھیجے۔ اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔ ایمان اور طاعت کا حکم
کیا، کفر اور نافرمانی کی ممانعت کی، بندوں کے آئندہ احوال کا
علم ان سے مخفی رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم اور مشیت میں، جو
سعید ہے اس کے لئے طاعت اور فرمانبرداری آسان بنائی۔
جو شقی اور بدبخت ہے اس کے لئے طاعت و فرماں برداری نہایت
گراں اور سخت ہوی۔ سارا اعتبار خاتمہ پر ہے، اور یہ پہلے ہی سے
متعین ہے کہ کس کا خاتمہ اچھا اور کس کا برا ہے۔ اللہ ہی کے
لئے حجۃ بالغہ ہے۔ اس کے قہر کی سطوت سے سبھی عاجز ہیں،
اس سے کوئی پرسش نہیں۔ بندوں ہی سے بازپرس کی جائیگی۔
برحق ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ یہ حقیقت
سے متفرع ہونے والے امور ہیں اور انہیں پر شریعت کا
دار و مدار ہے۔

شریعت بندوں پر احکام الٰہی کو واجب کرتی ہے اور

حقیقت معرفتِ الٰہی کو واجب کرتی ہے۔ شریعت حقیقت سے تقویت پاتی ہے تو حقیقت شریعت کی پابند اور مقید ہے اس لحاظ سے ہر شریعت حقیقت اور ہر حقیقت شریعت ہے۔ لیکن اہلِ تصوف نے ان دونوں میں فرق کیا ہے مقصود دونوں کا ایک ہے لیکن تعبیریں جدا جدا ہیں ؎

عباراتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

شریعت رسولوں کے ذریعہ وارد ہے اور حقیقت اللہ سے بغیر واسطہ قریب ہوتا ہے کبھی شریعت سے واجبات کے اوامر اور منہیات کے زواجر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور حقیقت سے مکاشفات اسرار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ شریعت افعال و اعمال اعضاء و جوارح کا صدور ہے تو حقیقت احوال کا مشاہدہ ہے۔ شریعت مقام تفرقہ ہے بندہ بندہ ہے اور اللہ اللہ لیس کمثلہ شئی دونوں میں فرق ہے اور حقیقت مقام جمع ہے جہاں بندہ ذات حق میں مستہلک اور اپنی ذات سے فانی ہے۔

شریعت شروط علم کی پابندی کا نام ہے اور حقیقت حکم الٰہی کے غلبہ و استیلاء کا اعلان ہے۔ شریعت اللہ تعالیٰ کا خطاب و کلام ہے جس میں اس کے اوامر و نواہی بندوں کو پہنچائے گئے ہیں تاکہ ان کے لئے راہ سلوک واضح ہو جائے جس سے ان پر اتمام حجت ہوا اور حقیقت اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں تصرف اور اسکی مشیت اور ارادہ ہے جس کی اپنے محبوبوں میں سے جس کو چاہے اور جس قدر چاہے اطلاع بخشتا ہے۔ جو اس کی راہ سے دور اور محجوب ہیں ان پہ نافذ اور جاری کرتا ہے۔ کبھی شریعت و حقیقت کے درمیان فرق کی حسب ذیل تعبیریں کی گئی ہیں :۔

شریعت اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ہیں۔ حقیقت اپنی قضا اور مشیت کے مطابق اسکا تصرف ہے۔

شریعت اللہ تعالیٰ کا خطاب و کلام ہے حقیقت اللہ تعالیٰ کا تصرف اور اسکے احکام ہیں۔

شریعت امر و نہی ہے اور حقیقت اسکی قضا ہے بعض کو ظاہر کیا اور بعض کو مخفی کیا۔

شریعت یہ ہے کہ تم اسکی عبادت کرو اور حقیقت یہ ہے کہ تم اس کا مشاہدہ کرو۔

شریعت اللہ کی طرف دعوت ہے اور حقیقت اس سے قریب ہونا اور اس سے محبت کرنا ہے۔

شریعت کتاب و سنت ہے تو حقیقت اللہ تعالیٰ کے قہر و احسان کا مشاہدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں شریعت و حقیقت دونوں کو جمع کیا ہے، مثلاً قولہ تعالیٰ لمن شاء منکم ان یستقیم (تم میں سے جو چاہے کہ استقامت پہ رہے) شریعت ہے۔ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ (تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے) حقیقت ہے۔ قولہ تعالیٰ فمن شاء ذکرہ

(جو چاہے اللہ کا ذکر کرے) شریعت ہے۔ وما یذکرون الا ان یشاء اللہ (وہ نہیں ذکر کرتے مگر یہ کہ اللہ چاہے) حقیقت ہے۔ قولہ تعالیٰ ایاک نعبد شریعت ہے اور ایاک نستعین حقیقت ہے۔ ایاک نعبد میں بندے کے کسب کا اثبات ہے اور عبادت کی اضافت اللہ کیطرف ہے اور ایاک نستعین سارے امور اللہ کی طرف لوٹا دئے گئے ہیں اور یہ کہ عبادت اسی کی اعانت سے اور اسلئے کہ فعل عبادت کو اس نے ہمارے قابو میں کیا ممکن ہے ایاک نعبد ہم بجز تیرے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تیری عبادت کرنے میں کسی کو تیرا شریک نہیں ٹھیراتے۔ یہ مقام شریعت ہے۔ ایاک نستعین ہم بجز تیرے کسی سے استعانت نہیں کرتے' نہ اپنے نفس سے نہ اپنے حول وقوۃ سے۔ یہ مقام حقیقت ہے۔ ایاک نعبد مقام ابرار ہے تو ایاک نستعین مقام مقربین ہے۔ ابرار قائم للہ ہیں تو مقربین قائم باللہ ہیں۔ ابرار موجود ہیں تو اللہ کے لئے۔ مقربین اپنی ذات سے موجود نہیں۔ اللہ کی ذات سے باقی ہیں۔ ابرار کا وجود اللہ کے لئے یعنی اس کی عبادت کے لئے ہے۔ ان کو اپنے وجود کا شعور ہوتا ہے' مقربین اپنی ذات سے فانی ہیں' ان کا اپنا کوئی وجود نہیں' اور وجود نہیں تو شعور بھی نہیں۔ اللہ نے ان کو اپنی ذات سے باقی رکھا ہے کبھی قرب فرائض اور کبھی قرب نوافل کے مقام میں ہیں۔ ابرار کا عمل اللہ کے لئے وہ خود عامل

ہیں اور اللہ مقصود عمل ہے۔ مقربین کا عمل باللہ ہے' یعنی اللہ عامل ہے اور بندہ آلہ ہے۔ العمل للہ موجب ثواب اور العمل باللہ نشان تقرب ہے۔ العمل للہ عبادت کے ثبوت کا موجب ہے اور عمل باللہ تصحیح نیت و ارادہ کا باعث ہے۔ عمل للہ ہر عابد کا وصف ہے اور عمل باللہ ہر قاصد کا وصف ہے العمل للہ احکام ظاہری کی پابندی ہے تو عمل باللہ دل کی نگہداشت اور نگرانی ہے۔

شریعت اور حقیقت کے درمیان ان امتیازات کی بنا پر اگر کوئی یہ زعم کرے کہ حقیقت سے تمسک کرنے والے کے لئے شریعت کی کوئی احتیاج نہیں اور اس کے لئے شریعت کی پابندی ضروری نہیں تو وہ ضال ومضل ہے۔ خود بھی گمراہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ امر ونہی کی رعایت اور نگہداشت' وسائل امتثال امر و نہی کی فراہمی شریعت وعبودیت اور مقام تفرقہ کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تصرف فی الخلق اور اسکی قضا اور مشیت پر نظر مقام جمع' مقام توحید وحقیقت ہے۔ پس حقیقت باطن شریعت ہے' نہ باطن اپنے ظاہر سے مستغنی اور بے نیاز ہوسکتا ہے' نہ ظاہر اپنے باطن سے۔ (التفرقہ اور جمع کی شرح مضمون کے آخر نوٹ میں ملاحظہ کیجئے)۔

یہ جاننا چاہئے کہ حقیقت نتیجہ ہے طریقت کا اور طریقت نتیجہ ہے شریعت کا۔ اگر تم شریعت پر' رخصتوں کا

لحاظ کئے بغیر اس طرح عمل کرو کہ پرہیزگاری سے قریب تر ہو جاؤ تو اس عمل بالشریعت سے طریقت کا ظہور ہوگا۔

اور اگر طریقت کی تنقیح کی جائے، اس کا مغز اور لباب اخذ کر لیا جائے تو اسرار حقیقت ظاہر ہونے لگیں گے (اگر کسی کو اس امر میں شک و ریب ہو تو وہ شریعت پر پوری طرح عمل کر کے آزمائش کر لے) رخصتوں سے یہاں مراد کتب فقہ میں مذکور رخصتیں نہیں ہیں جیسے سفر میں قصر صلوٰۃ یا جمع بین الصلوٰتین یا سفر میں افطار وغیرہ۔ بلکہ رخصتوں سے مراد خلق سے مدارات، ظاہر داری، مداہنت، اسباب پر توجہ اور اعتماد وغیرہ عادات و صفات ہیں۔ اگرچہ وہ قسم حلال میں سے ہوں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال جمع کرنا، متوقعہ واقعات کے لئے قبل از وقوع تیاریاں کرنا یہ سب شریعت میں مباح ہیں لیکن یہ سب ارباب طریقت کی نظر میں زہد و توکل کے منافی ہیں یا زہد و توکل کے درجہ سے ساقط ہیں۔

شریعت، طریقت، اور حقیقت کے ربط اور ترتیب اور باہمی امتیازات کو یوں بھی واضح کیا جا سکتا ہے کہ اگر روزہ دار عمداً کچھ کھا لے تو شریعت کی رُو سے اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر وہ کسی کی غیبت کرے تو طریقت میں اس کا روزہ باطل قرار دیا جاتا ہے۔ اگر اس روزہ دار کے دل میں روزہ کی حالت میں ماسوی اللہ کا خیال آ جائے تو حقیقت کی نظر میں اس کا روزہ باقی نہیں رہتا۔ اسرار حقیقت پر اطلاع کی سب سے اولین شرط یہ ہے کہ صاحب شرع کے احکام و قواعد کے مطابق اعمال کا صدور ہو اور اس سے سرمو تجاوز نہ ہو اس لئے کہ ہر وہ طریقہ جو شریعت کے خلاف ہو وہ کفر و ضلالت ہے اور ہر وہ حقیقت جس کی کتاب و سنت سے تصدیق و شہادت نہ ہو الحاد و زندقہ ہے۔ شیخ نجم الدین کبری نے فرمایا کہ شریعت ایک کشتی ہے اور طریقت اس کشتی کے بہنے کا سمندر ہے اور حقیقت وہ موتیاں ہیں جو مقصود ہیں اور سمندر کی تہ میں ہیں، جو ان حقیقت کی موتیوں کا طالب ہے اس کو چاہئے کہ شریعت کی کشتی میں سوار ہو کر طریقت کے دریا میں سیر کرے حقیقت کی موتیوں تک اس کی رسائی ہو گی۔

جس کسی نے یہ ترتیب ترک کر دی وہ موتیوں تک نہیں پہونچ سکتا، ہر طالب حقیقت پر اولین واجبات اتباع شریعت ہے اور شریعت سے مراد اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی ہیں۔ اوامر جیسے وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ اور نواہی جیسے قتل، چوری، زنا، سود خواری، ڈکیتی وغیرہ۔ طریقت تقویٰ اور ورع پرہیزگاری سے متصف ہونا ہے اور ہر اس امر کو اپنے اوپر لازم کر لینا جو اللہ سے قریب تر کرے، حقیقت مقصود تک پہونچنا اور نور تجلی کا مشاہدہ کرنا ہے ـــــ اہل طریقت میں یہ قول مشہور ہے کہ نماز خدمت قربت، اور وصلت ہے۔ خدمت کا تعلق شریعت سے قربت کا تعلق طریقت سے اور وصلت کا تعلق حقیقت سے ہے۔

اور نماز ان تینوں کی جامع ہے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ شریعت اللہ کی عبادت کرنا۔ طریقت اللہ کے سامنے حاضر رہنا اور حقیقت اللہ کا مشاہدہ کرنا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ شریعت اقوال، طریقت افعال اور حقیقت احوال ہیں۔ اور معرفت رأس المال ہے۔ شریعت، طریقت، اور حقیقت، کا اثبات اور لزوم اور راس اثبات ولزوم کا تحقق معرفت ہے۔

شریعت میں طہارت پانی اور مٹی سے ہے، طریقت میں خواہشات نفسانی سے پاک ہونا اور حقیقت میں ماسوی اللہ سے دل کا خالی ہونا ہے۔

جو شخص یہ زعم کرے کہ حجابات بشری سے گذرنا اور طریقت وحقیقت کے اسرار سے آگاہی شریعت کی مخالفت سے بھی ممکن ہے تو اس پر ضلالت وگمراہی مسلط ہے اور، وہ شیاطین کے پھندے میں گرفتار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن جو حقیقت تک پہونچائے بغیر اتباع شریعت ممکن نہیں ؎ خلافِ پیمبر کسے رہ گزید

او ہرگز بمنزل نخواہد رسید

تزکیۂ نفس تصفیۂ قلب کے بے شمار طریقے ہیں، بلکہ جتنے نفوس ہیں اتنے طریقے بھی ہیں، اور ان طریقوں کے اصول بھی بیشمار ہیں۔ ذکر۔ مراقبہ۔ وقوف قلبی، تمام عبادات بدنیہ جیسے نماز، روزہ، حج اور جہاد۔ پھر عباداتِ مالیہ جیسے زکاۃ، صدقات وخیرات پھر ان کے بعد نفس کو مشاغل دنیوی اور علائق بدنی سے الگ کرنے والی ریاضتیں جیسے خوراک، ورنیند میں کمی، خلق سے کنارہ کشی وغیرہ امور ریاضیہ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ریاضتیں اپنی ذات سے مفید یا اللہ سے قریب تر کرنے والی نہیں ہیں، جب تک کہ وہ شریعت کے مطابق اور سنت کی متابعت میں نہ ہوں۔

سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے تصریح کی ہے کہ خلق کے لئے تمام طریقے اور تمام دروازے بند ہیں سوائے ایک طریقہ اور ایک دروازہ کے، اور وہ تقرب الٰہی کا واحد طریقہ، یا دروازہ جو کھلا ہے اور قیامت تک کھلا رہیگا، وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی پیروی اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کا طریقہ اور دروازہ ہے۔ جو کوئی ریاضیات کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کی پیروی کرے کہ یہی ایک یقینی طریقہ معرفتِ باری تعالیٰ کا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام۔

پابندیٔ شریعت اسلامیہ اور اتباع سنتِ نبویہ کے فقدان سے بہت اختراعی، خود ساختہ اور من مانی ریاضتیں کرنے والے معرفتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں نور ہدایت سے محروم ہو کر حیرت وگمراہی کے صحرا میں بھٹک گئے، حالانکہ انہوں نے سخت مشکل اور مشقت والی ریاضتوں کے ذریعہ تزکیۂ نفس میں بڑی کوششیں کیں۔ جتنی زیادہ ریاضتیں انہوں نے

کیں اسی قدر انہوں نے اپنے عقائد میں فساد لونگا ڈ
پیدا کیا جن کسی کی ریاضتیں شریعت کے مطابق نہ ہوں
اور اتباع سنت سے خالی ہوں اس کا تقربات الٰہیہ
یا معارف حقانیہ میں کوئی حصہ یا مقام نہیں۔ ان
ریاضتوں سے بجز اوہام اور خیالات فاسدہ کچھ حاصل
نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس انہیں کوئی قبولیت نہیں۔
افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من
فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون

کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش کر رہے ہیں،
حالانکہ آسمانوں والے اور زمین والے چار و ناچار اسی کے
حکم بردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل
منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین - جو کوئی اسلام
کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا سو وہ ہرگز قبول نہ
ہوگا اور آخرت میں اس کا شمار خسارہ میں رہنے والوں میں ہوگا۔

(الفرق والجمع)

امام ابوالقاسم القشیریؒ نے الاستاذ ابوعلی الدقاق کا یہ قول نقل کیا ہے" الفرق مانسب الیك والجمع ما سلب عنك" (جو تجھ سے منسوب ہو وہ فرق ہے اور جو تجھ سے سلب کر لیا جائے وہ جمع ہے) اس کے معنی یہ ہیں کہ جو بندہ کا کسب ہو جس سے عبودیت ثابت ہو اور جو احوال بشریہ کے مناسب ہو وہ فرق ہے اور جو حق سبحانہ کی طرف سے لطف واحسان کی بخشائش یا اظہار معارف ہو وہ جمع ہے۔ جس بندے کو حق سبحانہ اسکی طاعات ومخالفات میں اپنے افعال کا مشاہدہ کرائے، وہ تفرقہ کے وصف سے موصوف ہے۔ جسکو حق سبحانہ خود اپنے افعال کا مشاہدہ کرائے وہ جمع کی شہادت ہے۔ بندے کے لئے جمع وتفرقہ دونوں احوال لازم ہیں۔ جسکو تفرقہ کا حال لاحق نہ ہو اس کیلئے عبودیت نہیں اور جس کو جمع کا حال میسر نہ ہو اس کو معرفت نصیب نہیں۔ خلق کا اثبات باب تفرقہ سے ہے اور حق کا اثبات جمع کی صفت ہے۔ بندہ جب ایاک نعبدُ کہتا ہے تو اس میں تفرقہ کیطرف اشارہ ہے اور جب ایاک نستعین کہتا ہے تو جمع کی طرف۔ جب بندہ حق سبحانہ سے مناجات کرتا ہے سوال کرتا دعا کرتا یا اس کی ثنا کرتا یا اس کا شکر کرتا یا زاری وتضرع کرتا ہے تو یہ محل تفرقہ ہے۔ جب بندہ اپنے دل کی توجہ سے حق سبحانہ کی پکار، یا خطاب کو سنتا ہے یا اس کے دل پر معانی کا انکشاف ہوتا ہے تو وہ جمع کی شہادت ہے۔

مقامات واحوال تصوف اور ان کے مراتب

شریعت کا ثمرہ طریقت اور طریقت کا ثمرہ حقیقت ہے۔ بالالفاظ دیگر حقیقت کی اصل طریقت اور طریقت کی اصل شریعت ہے۔ شریعت طریقت اور حقیقت میں باہمی نسبت عموم وخصوص کی ہے۔ شریعت عام ہے، تو طریقت خاص اور حقیقت أخص الخاص ہے۔ اسی لحاظ سے تمام احوال ومقامات کے تین مرتبے ہیں۔ مرتبۂ شریعت یا مرتبۂ عام۔ مرتبۂ طریقت یا مرتبۂ خاص اور مرتبۂ حقیقت یا مرتبۂ أخص۔ شریعت طریقت اور حقیقت کے باہمی ربط کی وضاحت کے لئے ذیل میں بعض مقامات واحوال کے مراتب کی نہایت اختصار سے نشان دہی کی جاتی ہے۔

مقام یا حال	مرتبۂ عام	مرتبۂ خاص	مرتبۂ أخص
۱ توبہ	گناہوں اور سیئات سے توبہ	ماسوی اللہ کے خطرہ اور خیال سے توبہ	تائب کی روح محبت الٰہی میں غرق وفانی ہو۔
۲ عبودیت	احکام کی اطاعت	اطاعت میں اخلاص	اطاعت میں اپنے اخلاص پر نظر نہ کرنا۔
۳ المجاہدہ	کافر ظاہر سے جہاد	کافر باطن سے جہاد	نفس اور الہوٰی النفس سے جہاد
۴ الزھد	حرام کا ترک	مشتبہات اور زائد از ضرورت حلال چیزوں کا ترک۔	اللہ سے غافل کرنے والی ہر چیز کا ترک۔
۵ الورع	حالت غضب یا حالت رضا دونوں میں اللہ ہی کے لئے کلام کرنا	اللہ کے غضب سے اپنے تمام اعضاء و جوارح کو بچانا	اس کا ہر شغل اللہ کو راضی کرنے والا ہو۔
۶ التقویٰ	زبان سے فانی وحادث کے ذکر پر ازلی وابدی کے ذکر کو اختیار کرنا۔	اپنے تمام اعضاء وجوارح سے حادث کی خدمت کے مقابلے میں ازلی وابدی کی خدمت اختیار کرنا۔	دل سے فانی وحادث کی محبت کے عوض ازلی وابدی سے محبت کو اختیار کرنا۔
۷ التوکل	شفاعت پر اعتماد کرنا	طاعت پر اعتماد کرنا	فضل وعنایۂ حق پر اعتماد کرنا
۸ الیقین	علم الیقین	عین الیقین	حق الیقین
۹ الخوف	اللہ کے عقاب سے	اللہ کے فراق سے	اللہ سے
۱۰ الرجاء	اللہ کے عفو کی امید اور اس کی گرفت کا خوف	اس کے فضل کی امید اور اس کے عدل کا خوف	اللہ کے فضل کی امید اور اس سے جدائی کا خوف
۱۱ الصبر	معصیت سے صبر	طاعت پر صبر	حق کی معیت پر صبر
۱۲ الشکر	قول سے اور وہ حمد ہے	فعل سے اور وہ بذل وخیرات ہے	تمام نعمتوں کو منعم کی طرف سے ہونے کی معرفت

نمبر	اصطلاح			
۱۳	الرضاء	اللہ کے دین سے راضی ہونا دین کی موافقت	اللہ کے ثواب سے راضی ہونا اللہ کے ثواب کی امید سے اللہ ہی کے لئے عمل کرنا۔	اللہ ہی کے لئے اللہ سے راضی ہونا۔
۱۴	الحیاء	اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں سے	اپنی زیادتیوں اور اسراف سے	اللہ کے جلال سے
۱۵	الصدق	اقوال میں	افعال میں	احوال میں
۱۶	الاخلاص	کدورات سے اپنے اعمال کو پاک رکھنا۔	اپنے اعمال میں خلق مقصود نہ ہو	عالم خفیات کے دوام مشاہدہ کی وجہ سے خلق کو بالکل بھلا دینا۔
۱۷	الحلم	اپنے مجرم کو معاف کرنا اگرچہ اپنے دل میں اسکو برا سمجھتا ہے۔	مجرم کو معاف کرنا اور اپنے دل میں اسکی بھلائی چاہنا۔	مجرم کو معاف کرنا اور اس کے ساتھ احسان کرنا۔
۱۸	الادب	ترک کرنا ہر اس بات کا جس سے اسکی کوئی مراد نہ ہو چاہے وہ اس میں سچا ہی کیوں نہ ہو۔	خیر کا پہچاننا اور اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرنا۔ برائی کا پہچاننا اور اس سے اپنے نفس کو روکنا۔	نعمت ہو یا نقمت ہر حال کو پہچاننا۔
۱۹	القناعۃ	خوراک میں	ذکر پر	اللہ کے دیدار پر
۲۰	الفقر	غیر موجود کا طلب نہ کرنا جس سے موجود بھی مفقود ہو جائے۔	عدم موجودگی میں سکوت	موجودگی کی حالت میں خرچ کرنا اور دوسروں کے لئے ایثار کرنا۔
۲۱	العافیۃ	ہر وقت اللہ کے ذکر میں رطب اللسان رہنا۔ غیر اللہ کا ذکر میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو جانا۔	غیر اللہ کی خدمت کی بجائے اللہ کی خدمت میں اپنے تمام اعضاء و جوارح کو مشغول رکھنا۔	اللہ سبحانہ ہی مراد او مقصود ہو۔
۲۲	البلاء	تادیب کے لئے ادب سکھلانے کے لئے	تہذیب کے لئے پاک کرنے کے لئے	تقریب کے لئے یعنی مقرب بنانے کے لئے
۲۳	الطمانیۃ	اللہ کے ذکر اور اعتصام باللہ کیلئے	اللہ کے ذکر میں	اللہ کی معیت میں
۲۴	الاعتصام	اللہ کے دین سے	حبل اللہ سے	اللہ سے
۲۵	الاستقامۃ	خدمت سے	صدق ہمت و ارادہ سے	تعظیم حرمات سے
۲۶	الشوق	دنیا کا۔ اسکی نار مشتاق ہے	عقبیٰ کا۔ جنت اسکی مشتاق ہے	مولا کا۔ مولا اسکا مشتاق ہے۔
۲۷	الانس	خلق سے۔ ہجوم و افکار کا باعث ہے	ذکر اللہ سے جو نافع ہے	حق سے۔ یہ نور لامع ہے

نمبر	اصطلاح			
۲۸	المعرفة	اللہ کے افعال کی۔ عام مؤمنین کا مقام ہے	اللہ کے صفات کی۔ خواص مؤمنین کا مقام ہے۔	ذات حق کی۔ انبیاء، مرسلین اور اولیاء کا مقام ہے۔
۲۹	المشاهده	بالحق یعنی حق کی استعانت سے مشاہدہ۔ دلیلوں کے ذریعہ اشیاء کا جاننا۔	للحق یعنی حق کے لئے مشاہدہ یعنی اشیاء میں حق کا مشاہدہ کرنا۔	حق کا مشاہدہ۔ بلاواسطہ اشیاء حق کا مشاہدہ کرنا۔
۳۰	القرب	دل سے اشیاء کے حسن کا احساس مٹ جانا۔	عالم غیب سے دل میں سکون حاصل ہونا۔	رب اور عبد کے درمیان تمام حجابات کا دور ہونا۔
۳۱	الفکر	اللہ کی نعمتوں میں جس سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔	اللہ کے وعدوں اور ثواب میں جس سے اللہ کے ثواب کی رغبت ہوتی ہے۔	اللہ کی وعیدوں اور عقوبت میں جس سے اسکے عقاب کا خوف پیدا ہوتا ہے۔
۳۲	الذکر	زبان سے اگرچہ دل غافل ہو	زبان سے لیکن حضور قلب کے ساتھ	قلب حاضر سے اگرچہ زبان خاموش ہو۔
	السماع	اپنے نفس سے۔ سماع حرام ہے۔ کیونکہ نفس کی خواہشیں باقی ہیں۔	اپنے قلب سے مباح ہے کیونکہ اس سے اپنا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔	اپنی روح سے مستحب ہے کیونکہ اس میں اپنے شہود کا ثبوت اور تحقق ہے۔
۳۴	الوجد	ذکر سے لذت یابی کی وجہ سے روح کا مدہوش ہو جانا۔	حالت ذکر میں غلبۂ شوق کی برداشت اور تحمل سے روح کا عاجز ہونا۔	"سر" روح کے علاوہ قالب میں ایک لطیفۂ ربانی ہے جو محل مشاہدہ۔ جب بندے کے سر پر حق مطلع ہوتا ہے تو روح کا خشوع مضمحل ہوجاتا ہے۔
۳۵	النفس	نفس امّارہ	نفس لوّامہ	نفس مطمئنہ بالایمان۔
۳۶	القلب	طلب طاعت و فرمانبرداری میں دنیا میں پرواز کرتا ہے۔	کرامات کی طلب میں، عقبیٰ میں پرواز کرتا ہے۔	سدرۃ المنتہیٰ میں انس و مناجات کی طلب میں پرواز کرتا ہے۔

مکتوب حضرت قطب ویلوری

ادارہ

ذیل کا مکتوب قدوۃ السالکین حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المعروف بہ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ نے اپنے کسی معتقد کے نام روانہ کیا تھا۔ جسے ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔ مکتوب کے مطالعہ سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوجائے گی کہ حضرت قطبؒ ویلور کے دل میں جوار رسولؐ میں سکونت اور اسی زمین میں دفن ہوجانے کی آرزو کس قدر شدت سے جاگزیں تھی، لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ، سعادتوں اور برکتوں کا مخزن ہے اور مدینۃ الرسول میں دفن ہونا خوف و دغدغۂ آخرت سے نجات کا باعث ہے۔

یہ مکتوب آپ نے مدینۂ منورہ کی واپسی کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ جس میں مدینہ منورہ کی سکونت ترک کرنے کی وجہ اور اس سعادتِ عظمیٰ کے ختم ہونے پر اظہار حسرت اور دوبارہ حاضری کی تمنا ظاہر کی گئی ہے۔

حضرت قطبؒ ویلور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق و محب تھے۔ اسی سچی محبت اور حقیقی الفت و تعلق کا ثمرہ تھا کہ جب آپ گنبدِ خضرا پہنچے اور دربانوں نے آپ کو اندر داخل ہونے سے روکا تو یہ امتناع آپ سے سہا نہ گیا، بے تاب و بے قرار ہوگئے۔ اور دلِ غم رسیدہ سے آواز دی السّلام علیك یا جدّی صلی اللہ علیہ وسلم ——!

جواب میں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک بلند ہوی۔ وعلیك السلام تعال یا ولدی ——!

حضرت قطبؒ ویلور نے ۱۲۶۰ھ میں ویلور کی رہائش ترک کرکے، مدینۃ الرسول میں بود و باش اختیار کرلی، اور تقریباً تین سال حرمین شریفین میں مقیم رہے۔ ایک شب حضورؐ اکرم آپ کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا! اے میرے فرزند! تم ویلور واپس چلے جاؤ۔ تمہاری والدہ تمہاری دید کی منتظر ہیں۔ خواب سے بیدار ہوئے تو دل غمگین ہے کہ وہ جوار رسولؐ چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے۔ لیکن ارشاد نبویؐ کے سامنے سمع و طاعت کے سوا کوئی چارہ نہ

تھا۔ وداعی سلام عرض کرنے کے لئے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے کرب انگیز احساسات سے رقت طاری ہوگئی، اور آپ روضۂ اقدس کے قریب بیٹھ گئے۔ اسی عالم بے قراری اور سکر کی کیفیت میں بشارت حاصل ہوئی یا ولدی لا تحزن انت من ارضنا۔ اے میرے فرزند غمگین نہ ہو تم ہماری ہی زمین سے ہو۔ اس مژدۂ جاں فزا کے بعد آپ شاداں و فرحاں ویلور لوٹ آئے۔

مکتوب کے اندر آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ میں نے والدہ ماجدہ کی رضا و خوشنودی اور حسب ارشادِ نبویؐ مدینۂ منورہ کی رہائش ترک کردی۔ چنانچہ آپ ۱۲۶۲ھ میں ویلور تشریف لائے، اور آپ کی واپسی کے بعد والدہ ماجدہ کا وصال ہوا اور آپ ویلور ہی میں اقامت پذیر رہے۔ دیارِ رسولؐ کی جدائی کا احساس و قلق بڑھنے لگا۔ گویا جسم یہاں اور روح وہاں تھی ۱۲۸۸ھ میں اپنے اعزہ و اقارب کو آخری سلام پیش کرتے ہوئے عازم حرمین شریفین ہوگئے۔ اور جس روز آپ نے رحلت کی، حضور اکرمؐ حاکم مدینہ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔ میرا فرزند فلاں مقام پر ہے، جاؤ اس کی تدفین کا انتظام کرو۔ چنانچہ حاکم مدینہ تلاش کرتے ہوئے نعش مبارک کے پاس پہنچا، اور لوگوں کو خواب بیان کرکے زار زار رونے لگا۔ جمعرات کے روز آپ کا وصال ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز جمعہ مسجد نبویؐ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ستر ہزار افراد شریک رہے اور آپ "جنت البقیع" میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے بائیں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

از روئے ایں اشارہ ضیا سال آں نوشت
مقبولِ بارگاہِ شفیع الامم شدہ
۱۲ ھ ۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پس از سلام سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ مشہود خاطر شریف باد، صحیفہ شریفہ مرقوم پنجم ربیع الاول ۱۲۶۴ھ ہجری رسیدہ بود۔ اندیشۂ تکلیف جواب از عجلتِ جواب مانع آمد۔ از دوکرم مکرمی سید ضیاء الدین صاحب وعزم نہضت حرمین و سکونتِ ایشاں درآں سعادت گاہِ کونین (کما رفتہ بود) بہ محرومی فقیر حسرتہا افزود۔

هنيئًا لارباب النعيم نعيمها
وللعاشق المسكين ما يتجرع

فقیر در اصلاب و ارحام طاہرہ بزرگاں علیہم الصلوٰۃ والسلام در شوارع گلزمین مکہ و مدینہ سعادت قرین و نواحی آں گلگشت می نمود۔

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

و پیش از سال گذشتہ در آں مکان فضیلت نشان بیاد اوطان قدیمہ و انست پارینہ دل دعا منزل ہم آغوش بہجت و انست بے نہایت می بود۔ و برویت کعبۂ مقدسہ و طواف آں کہ معدنِ سعادتہا و مجمع زیارتہا است بشرف اندوز می شد۔

نام احمد نام جملہ انبیا است
چوں کہ صد آمد نود ہم پیش ما است

و موت حرمی از حرمین موجب امن از دغدغۂ آخرۃ بود' قال علیہ الصلاۃ والسلام مَن ماتَ فی احدیٰ الحرمین فقد بعث من الاٰمنین۔

و باتفاق اکثر علما موت مدینہ منورہ از مکہ معظمہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً افضلیت دارد۔ بنا بر اں خواست کہ در حیات و ممات شرف اندوز ہموں گلزمیں بود' و از دغدغۂ اخروی قرینِ طمانیت باشد' و لیکن چوں رضائے والدین واجب است و سکونت حرمین مستحب' ناچار مشقت طی مسافتِ بعیدہ برخود کشید' و حسب اشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پس از سفر بر و بحر در ینجا رسید۔ اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ' کہ خیر التابعین است برائے رضائے مادر از فضل صحابیت محروم ماند و بآں رفعت شان بمرتبۂ ادنائے صحابی نرسید کہ صدقۂ وے از زر بمقدارِ کوہِ احد ہمسنگ صدقۂ مُدّ جو ادنائے صحابی نبود۔

حالا فقیر بسن پنجاہ و ہشت سالگی رسیدہ' و عمر دنیا تا شصت و ہفتاد بندرت میرسد' آنہم بصد محنت و کدورت آخر روزے می آید کہ ایں ہمہ راحت و فراغت و عزت و وجاہت و غذائے چرب و شیریں و لباس منقش و رنگیں و دیگر لذائذ عاجلہ و تعلقاتِ پراگندہ بباد فنا روند' و چارہ جز زوال و فنا ندارند' آنروز بجز ذلت و مسکنت چیزے دیگر نقد وقت نبود' و اندرون دہان و بالائے بدن غیر از خاک خوارکی و لباسی نباشد۔ لاجرم از مکث اینجا خاطر فقیر بے آرام است و بصدق دل خواہانِ سکونت و موت خیر البلاد بود۔

و از حضرت کارساز امیدوار است تا سندی و سببے بدستِ وے سپارد' و در حیات از زیارت مجمعِ زیارتہا و معدنِ سعادتہا بازشرف فرماید' و در ممات از جوار سرور انبیاء کامیابی و از دغدغۂ اُخروی خلاصی عنایت سازد۔ ہمنہ وجوہ گوش زد گردید کہ مخدومی مولوی حافظ قادر بادشاہ صاحب مع مردم خانہ روانۂ حرمین شدند۔ غالباً الی الآن فائز مقصود و کامیاب حسنات بے غایات بودہ باشند۔

سہ ایں کار دولت است کنوں تا کہ را رسد

از تذبذب و عدمِ استقرار مکرمی علی صاحب طاہر انچہ مرقوم بود' معلوم شد' النکاح نصف الدین

گفتہ اند' واولاد را از باقیات صالحات شمودہ چیست
کہ برای تحصیل فانیات عمر گرانمایہ و باقیات صالحات
را از دست می دہند' ور فانیات اگر زر می خواہند
دختر حاجی صاحب را چرا نمی طلبند۔ اگر عزت می جویند
برادر زادی مخدومی مولوی محمد سعید صاحب اسلمی دامت
برکاتہم یعنی دختر اسلم صاحب را چرا نمی خواہند۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
ای ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

فقیر آں مکرم را رونق آں نولح مبدا نداللہ
بیتقاکم از خود ہا فراموش نداند، بمکرمی سید
ضیاء الدین صاحب وصاحبزادہ سید عبدالقادر
صاحب وسائر احباب سلام مسنون مہدی باد۔

زیادہ ... اللہ معکم اینما کنتم



بعد سلام مسنون کے واضح ہو۔ پانچ ربیع الاول ۱۲۶۴ھ کا ارسال کردہ
گرامی نامہ دستیاب ہوا۔ مگر فوری جواب طلب نہ کرنے کی وجہ سے جواب میں تاخیر
ہوئی —— مکرمی سید ضیاء الدین صاحب کے وُرود اور حرمین شریفین کے لئے
ان کی روانگی اور اس زمینِ سعادت گاہِ دارین میں سکونت کے عزم کی خبر معلوم
ہوئی، اس سے اپنی محرومی پر حسرتوں کا اضافہ ہوا ——

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها — وللعاشق المسكين ما يتجرع

(اصحابِ نعمت کو ان کی نعمتیں مبارک' اور عاشق مسکین کے لئے اس کے تلخ گھونٹ)

فقیر اپنے بزرگوں کے اصلاب و ارحام طاہرہ میں تھا اس وقت ہی سعادت قرین مکہ مکرمۃ و مدینہ منورہ کی زمین
گلزار کی گلی کوچوں اور ان کے اطراف و نواحی میں سیر کی۔

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام — ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(سات سو ستر قالب میں نے دیکھے ہیں اور سبزے کے مانند بارہا اُگا ہوں)

سال گذشتہ سے پہلے اس مکان فضیلت نشان میں اوطان قدیمہ اور ان کی انس قدیم کی یاد میں میرا دل، جو
دعا کی منزل گاہ ہے خوشی اور بے انتہا انس کا ہم آغوش تھا اور کعبۂ مقدسہ کی زیارت اور اس کے طواف اور روضۂ

نبوی ؐ کے مشاہدہ اور اسکی زیارت (جو تمام سعادتوں و برکتوں کا معدن ہے اور تمام زیارت گاہوں کا مجمع ہے) سے یہ
دل بھی شرف اندوز ہو چکا ہے ؎ نام احمد نام جملہ انبیاء است   چونکہ صد آمد نود ہم پیش ما است
(نام احمدؐ تمام انبیاء کا نام ہے، جب سو کیا جائے تو اس میں نوے شامل ہے۔ مراد یہ کہ جو کمالات انبیاء علیہم السلام
میں فرداً فرداً تھے، وہ تمام آپؐ کی ایک ذات میں جمع تھے)۔

حرمین میں سے کسی ایک حرم یعنی مکہ مکرمہ یا مدینۂ منورہ میں موت واقع ہونا آخرت کے خوف اور دغدغہ
سے نجات کا موجب ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے من مات فی احدی الحرمین فقد بعث فی
الآمنین جو شخص حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں وفات پائے تو وہ (قیامت کے دن) امن والوں میں اٹھایا جائیگا۔
اور اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ سے بھی مدینۃ الرسول میں فوت ہونا بڑی فضیلت کا باعث ہے۔
اسی لئے چاہا تھا کہ مدینۂ منورہ کی مقدس زمین میں حیات و ممات کی سعادت نصیب ہو اور آخرت کی خوفناکیوں سے
اطمینان ہو جائے لیکن والدین کی رضا واجب ہے۔ اور حرمین میں سکونت مستحب ہے۔ جس کی وجہ سے دور دراز مسافت
طے کرنے کی مشقت برداشت کی اور حضور اکرمؐ کے اشارے سے بر و بحر کے سفر سے اس جگہ (ویلور) پہنچ گیا ہوں۔
خیر التابعین حضرت اویس قرنیؒ جو اپنی ماں کی رضا کی خاطر صحابیت کے شرف سے محروم رہے، اور اپنی اس رفعت
شان کے باوجود کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچے، یہاں تک کہ ان کا کوہ اُحد کی مقدار میں سونا صدقہ کرنا بھی
کسی ادنیٰ صحابی کے ایک سیر جو صدقہ کے اجر و ثواب کی برابری نہیں کر سکتا۔

اب فقیر اٹھاون سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ دنیا میں زندگی کی مدت ساٹھ سے ستر تک ہی ہے اور
ستر تک بھی بہت کم افراد پہنچتے ہیں، اور وہ بھی ہزار ہا رنج و کدورت کے ساتھ۔ آخر کار ایک دن ایسا ضرور آئیگا،
کہ یہ تمام دنیاوی راحت و فراغت، عزت و وجاہت، روغن دار شیریں غذائیں، رنگین و منقش لباس، اور
دوسری لذائذ عاجلہ اور تعلقات پراگندہ کو بادِ فنا لے جائے گی اور زوال و فنا کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور
اس روز ذلت و مسکنت کے سوا کوئی چیز نہیں رہیگی۔ منہ میں اور بدن کے اوپر خاک ہی خاک رہے گی، لباس
بھی مٹی، خوراک بھی مٹی۔

یہاں (ویلور) کے قیام سے فقیر کا دل بے چین ہے، دل کی سینکڑوں خواہشوں کی خواہش یہ، کہ

خیر البلاد (مدینۂ منورہ) کی سکونت اور موت ہے۔

خدائے کارساز سے امیدوار ہوں کہ وہ اپنی قدرت سے کوئی سبب پیدا کر دیگا کہ پھر زندگی میں حرمین شریفین جو سعادتوں کا معدن اور تمام زیارت گاہوں کا مجمع ہے کی زیارت اور اپنے فضل و کرم سے حضور سید الانبیاء کے جوار میں وفات کی سعادت کا شرف عطا فرمائے گا۔ اور اپنے احسان و بخشش سے خوفِ آخرت سے رہائی دلائیگا۔

مخدومی مولوی حافظ قادر باشاہ صاحب اہل خانہ کے ساتھ حرمین روانہ ہونے کی اطلاع ملی ہے، شاید وہ اب تک بے انتہا نیکیوں اور اپنے مقصود و مراد سے کامیاب و کامران ہو چکے ہوں گے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد۔ (یہ امر سعادت ہے اور اب وہ کس کے نصیب ہے)۔

مکرمی علی صاحب طاہر کے تذبذب اور عدم استقلال کی خبر معلوم ہوئی۔ نکاح کو نصف دین کہا گیا ہے اور اولاد کو باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیاں)۔

کیا وجہ ہے کہ وہ فانیات اور ناپائیدار چیزوں میں عمر گراں مایہ اور باقی رہنے والی نیکیوں (اولاد) کو رائگاں کر رہے ہیں۔ اگر مال چاہتے ہیں تو حاجی صاحب کی دختر کے لئے پیام کیوں نہیں دیتے، اگر عزت چاہتے ہیں تو برادر زادی مخدومی مولوی محمد اسلمی دامت برکاتہم کی صاحبزادی کے لئے کیوں نہیں پیام بھیجتے ؟ من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش ؛ ای ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش (میں یہ نہیں کہتا کہ نقصان کر لیجئے، یا نفع کی فکر میں بیٹھے رہئے۔ اے وقتِ غنیمت سے بے خبر جو کچھ بھی ہو جلد کر و۔)

فقیر آپ کو اس علاقہ کی رونق سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ فقیر کو فراموش نہ کریں۔ مکرمی سید ضیاء الدین صاحب و صاحبزادہ سید عبد القادر صاحب اور تمام احباب کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کیجئے۔

اللہ آپ کے ساتھ ہے، جہاں کہیں بھی رہو۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون

(القرآن ۲۴ : ۳۱)

از: مولانا محمد حسین صاحب ایم اے — استاذ دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ؒ ویلور

بجز ان کے جن کو باری تعالیٰ بچائے کوئی انسان گناہ اور معصیت سے بچ نہیں سکتا معصیت اور گناہ انسان کے خمیر میں ہے لیکن مؤمن کی یہ شان ہے کہ اگر بشریت کے تقاضہ سے گناہ کرتا ہے تو احساس گناہ کے ساتھ توبہ کرتا ہے اسلامی زندگی میں توبہ کی اہمیت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اس موضوع پر کچھ کہنے سے پہلے قرآن کریم کی ان آیتوں اور ارشادات نبویہ میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں۔ جن میں توبہ اور توبہ اور استغفار کے باہمی لزوم کے پیش نظر۔ استغفار کا ذکر آیا ہے۔

قرآن کریم میں توبہ کا ذکر

قولہ تعالیٰ: وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون (۲۴: ۳۱) تم سب اے ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب و بامراد ہوں۔

قولہ تعالیٰ: یاایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیئاتکم ویدخلکم جنات تجری من تحتہا الانہار یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورہم یسعیٰ بین ایدیہم وبأیمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیئ قدیر۔ (۶۶- ۸)

اے ایمان والو! تم سب اللہ کیطرف سچی توبہ کرو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم سے (توبہ قبول کرنے کے بعد) تمہاری برائیوں کو اتار دے اور تمہیں جنتوں میں داخل کرے جن میں نہریں بہتی ہیں۔ جس دن اللہ نبی اور مؤمنوں کو رسوا نہ کرے گا۔ (بلکہ وہ دن ان کی عزت وحرمت کا دن ہوگا) ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی طرف رواں ہوگا۔ اور وہ عرض کرینگے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کردے، اور ہمیں بخش دے۔ بلاشبہ تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

قولہ تعالیٰ: الا الذین تابوا من بعد ذلک وأصلحوا فان اللہ غفور رحیم (۳: ۸۹)

مگر ہاں جن لوگوں نے معصیت سے توبہ کرلی اور اپنی بگڑی حالت سنوارلی پس اللہ بہت بخش دینے والا رحمت والا ہے۔

قولہ تعالیٰ: الا الذین تابوا وأصلحوا وبینوا فاولٰئک اتوب علیہم وانا التواب الرحیم (۲: ۱۶۰)

مگر جن لوگوں نے معصیت سے توبہ کرلی اور اپنی بگڑی حالت سنوار لی اور ساتھ ہی احکام حق بیان کرنے کا شیوہ اختیار کرلیا تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحمت سے بخشش دینے والا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ وأخلصوا دینھم للہ فاولئك مع المؤمنین وسوف یوت اللہ المؤمنین أجرا عظیما (۴: ۱۴۶)

مگر ہاں ان میں سے جن لوگوں نے توبہ کرلی اور اپنی حالت سنوار لی اللہ کے حکم پہ مضبوطی کے ساتھ جم گئے اور اپنے دین میں صرف اللہ کے لئے ہوگئے تو ایسے لوگ مؤمنوں کے ساتھ ہونگے اور قریب ہے کہ اللہ مؤمنوں کو ان کا اجر عطا فرمائے، ایسا اجر جو بہت ہی بڑا اجر ہوگا۔

قولہ تعالیٰ ومن تاب وعمل صالحا فانه یتوب الی اللہ متابا (۲۵: ۷۱) اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے بلاشبہ وہ اللہ کیطرف رجوع لایا جیسے چاہئے تھی۔

قولہ تعالیٰ: الا من تاب وآمن وعمل صالحا فاولئك یدخلون الجنة ولا یظلمون شیئا (۱۹: ۶۰)

مگر جس نے توبہ کرلی اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے اور ان کے ساتھ کسی بات میں ناانصافی نہ ہوگی۔

قولہ تعالیٰ: وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ (۲۰: ۸۲)

جو کوئی توبہ کرے، ایمان لائے نیک عمل ہو اور پھر ہدایت پہ رہے تو میں یقیناً اس کے لئے بڑا ہی بخشنے والا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: الا من تاب وآمن وعمل صالحا فاولئك یبدل اللہ سیئاتھم حسنات (۲۵: ۷۰)

مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: فاما من تاب وآمن وعمل صالحا فعسیٰ ان یکون من المفلحین (۲۸: ۶۷)

اور جس نے توبہ کی اور جو ایمان لایا اور جسنے نیک عمل کئے تو ممکن ہے کہ وہ فلاح اور کامیابی پانے والوں میں شمار کیا جائے۔

قولہ تعالیٰ: فمن تاب من بعد ظلمه وأصلح فان اللہ یتوب علیه (۵: ۳۹)

پھر جس کسی نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلی اور اپنے کو سنوار لیا تو اللہ اس پہ اپنی رحمت سے لوٹ آئیگا،

قولہ تعالیٰ: ألم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبة عن عبادہ ویأخذ الصدقات وان اللہ ھو التواب الرحیم (۹: ۱۰۴)

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور جو کچھ بطور خیرات کے نکالیں اسے منظور

کرلیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے زیادہ سے زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا ہی رحمت والا۔

قولہ تعالیٰ: وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ولعیفوعن السیئات (۴۲ : ۲۵)

اور وہی (اللہ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور ان کی برائیوں کو معاف کرتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: واذجاءك الذین یومنون بایاتنا قل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوء ابجھالۃ ثم تاب من بعدہ و أصلح فانہ عفور رحیم (۶ : ۵۴)

اور (ای پیغمبر) جب وہ لوگ تمہارے پاس آئیں، جو ہماری آیتوں پہ ایمان رکھنے والے ہیں تم (شفقت ومحبت سے) کہو تم پہ سلام ہو تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم ٹھہرائی ہے تم میں سے جو کوئی از راہ نادانی کوئی برائی کر بیٹھے اور پھر توبہ کرلے اور اپنی حالت سنوار لے تو (خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو) وہ بخشنے والا رحمت رکھنے والا ہے۔

قولہ تعالیٰ: انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوٓء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئك یتوب اللہ علیھم (۴ : ۱۷) یہ بات البتہ یاد رہے کہ اللہ کے حضور توبہ کی قبولیت ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو برائی کی کوئی بات نادانی وبے خبری میں کر بیٹھتے ہیں تو پھر فوراً توبہ

کرلیتے ہیں تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ اللہ بھی اپنی رحمت سے ان پہ لوٹ آتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ثم ان ربك للذین عملوا السوء بجھالۃ ثم تابوا من بعد ذلك وأصلحوا ان ربك من بعدھا لغفور رحیم (۱۶ : ۱۱۹)

ہاں جو لوگ نادانی سے برائیوں میں پڑ گئے لیکن اس کے بعد تائب ہوگئے اور توبہ کے بعد اپنی حالت بھی سنوار لی تو تمہارا پروردگار بلاشبہ اس صورت حال کے بعد ضرور بخشنے والا رحمت فرمانے والا ہے۔

قولہ تعالیٰ: أفلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم (۵ : ۷۴) انہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی طرف رجوع نہیں ہوتے اور اس سے بخشش طلب نہیں کرتے حالانکہ وہ بخشنے والا رحمت رکھنے والا ہے۔

قولہ تعالیٰ: وآخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا عسی اللہ أن یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم ○ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتك سکن لھم واللہ سمیع علیم (۹ : ۱۰۲-۱۰۳) اور دوسرے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے ملے جلے کام کئے، کچھ اچھے کچھ برے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ ان پر اپنی رحمت سے لوٹ آئے، اللہ بڑا ہی بخشنے والا بڑا

ہی رحمت والا ہے (اے پیغمبر) ان لوگوں کے مال سے
صدقات قبول کر لو۔ تم قبول کر کے انہیں برائیوں سے
پاک اور دل کی نیکیوں کی ترقی سے تربیت یافتہ کر دو گے۔
نیز ان کے لئے دعائے خیر کرو، بلاشبہ تمہاری دعا ان کے
دلوں کے لئے راحت وسکون ہے اور اللہ (دعائیں) سننے
والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ولیست التوبة للذین یعملون السیئات
حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الآن و
لا الذین یموتون وهم کفار اولئك اعتدنا لهم
عذابا الیما۔ (۴: ۱۸) لیکن ان لوگوں کی توبہ توبہ
نہیں جو (ساری عمر تو) برائیاں کرتے رہے لیکن ان میں سے
جب کسی کے آگے موت آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا اب میں توبہ کرتا
ہوں (ظاہر ہے کہ ایسی توبہ سچی توبہ نہ رہی) اسی لئے ان
لوگوں کی توبہ بھی توبہ نہیں جو دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے
ہیں۔ ان تمام لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر
رکھا ہے (جو انہیں پاداش عمل میں پیش آئے گا)۔

قولہ تعالیٰ: الرا۔ کتب احکمت ایاته ثم فصلت
من لدن حکیم خبیر ○ الا تعبدوا الا ایاه اننی لکم
منه نذیر وبشیر ○ وان استغفروا ربکم ثم توبوا
الیه یمتعکم متاعا حسنا الی اجل مسمی ویؤت
کل ذی فضل فضله وان تولوا فانی اخاف علیکم
عذاب یوم کبیر (۱۱: ۱-۳) الف، لام، را۔
یہ کتاب ہے جس کی آیتیں اپنے مطالب و دلائل میں
مضبوط کی گئیں، پھر کھول کھول کر واضح کر دی گئیں۔
یہ اسکی طرف سے ہے جو حکمت والا اور ساری باتوں کی
خبر رکھنے والا ہے۔ (اسکا اعلان یہ ہے) کہ اللہ کے سوا کسی
کی بندگی نہ کرو، یقین کرو کہ میں اسی کی طرف سے تمہیں خبردار
کرنے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اور یہ کہ اپنے
پروردگار سے معافی کے طلبگار رہو اور اس کی طرف لوٹ
جاؤ (ایسا کرو گے تو) وہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک زندگی
کے فوائد سے بہت اچھی طرح بہرہ مند کرے گا اور (اپنے
قانون کے مطابق) ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کی سعی
مزید کا اجر بھی دیگا لیکن تم نے روگردانی کی (توبہ اور استغفار
نہ کیا) تو میں ڈرتا ہوں کہ تم پہ عذاب کا ایک بڑا دن نمودار
نہ ہو جائے۔

قولہ تعالیٰ: یحلفون باللہ ما قالوا کلمة الکفر
وکفروا بعد اسلامهم وهموا بما لم ینالوا و
ما نقموا الا ان اغنهم اللہ ورسوله من فضله
فان یتوبوا یک خیرا لهم وان یتولوا یعذبهم
اللہ عذابا الیما فی الدنیا والآخرة وما لهم فی
الارض من ولی ولا نصیر (۹: ۷۴) یہ منافق اللہ
کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے ایسا نہیں کہا اور واقعہ یہ

ہے کہ انہوں نے ضرور کفر کی بات کہی۔ وہ اسلام قبول کر کے پھر کفر کی چال چلے اور اس بات کا منصوبہ باندھا جو نہ پا سکے۔ انہوں نے انتقام نہیں لیا، مگر اس بات کا، کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ نے انہیں اپنے فضل سے (مال غنیمت دے دے کر) تو انگر کر دیا ہے۔ بہر حال اگر یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں (باز آجائیں) تو ان کے لئے بہتر ہے۔ اگر روگردانی کر لیں تو پھر یاد رکھیں اللہ ضرور انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دیگا۔ اور روئے زمین پر ان کا کوئی کارساز ہونے والا ہے نہ مددگار۔

قولہ تعالیٰ: یا ایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظالمون (۴۹: ۱۱)۔

اے ایمان لاؤ، نہ مرد مردوں سے مسخری اور ٹھٹھول کریں، عجب نہیں کہ وہ ان ٹھٹھول کرنے والوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے (ٹھٹھول کریں) عجب نہیں کہ وہ ان ٹھٹھول کرنے والیوں سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پہ طعنے نہ کرو۔ (جو تمہیں ناگوار ہوں) اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔ ایمان کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی بُرا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

قولہ تعالیٰ: ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولٰئک ھم الضالون ○ ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھبا ولو افتدیٰ بہ اولٰئک لھم عذاب الیم وما لھم من نصرین (۳: ۹۰-۹۱)

بلاشبہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور اپنے کفر کی شرارتوں میں بڑھتے ہی گئے تو ایسے لوگوں کی توبہ کبھی قبول ہونے والی نہیں۔ (کیونکہ سچی توبہ انہیں نصیب نہ ہوگی) اور یہی لوگ ہیں جو راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور مرتے دم تک کفر پہ جمے رہے، تو یاد رکھو کفر اور بد عملی کے بدلے کوئی معاوضہ اور فدیہ کام نہیں دے سکتا اگر ان میں سے کوئی آدمی پورا کرۂ ارضی سونے سے بھر کے دیدے۔ جب بھی اس کے فدیہ میں قبول نہ ہوگا اور اسے اپنے اعمال بد کا نتیجہ بھگتنا پڑیگا۔ یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے (پاداش عمل میں) دردناک عذاب ہے اور کوئی نہ ہوگا جو (عذاب سے بچانے میں) ان کا مددگار ہوگا۔

قولہ تعالیٰ: والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون (۳: ۱۳۵) نیز وہ لوگ جب کبھی ان سے کوئی سخت برائی کی بات ہو جاتی ہے، یا اپنی جانوں کو (آلودۂ

معصیت ہو کر) مصیبت میں ڈال دیتے ہیں تو فوراً اللہ کی یاد ان میں بیدار ہو جاتی ہے (اپنے ضمیر کی ملامت محسوس کرنے لگتے ہیں) پس وہ خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور جو کچھ ہو چکا ہے اس پہ دیدہ دانستہ اصرار نہیں کرتے اور خدا کے سوا کون ہے، جو گناہوں کا بخشنے والا ہو۔

قولہ تعالیٰ: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (۴: ۶۴)

(اے پیغمبر ان لوگوں کو جو تمہاری اطاعت کا حکم دیا گیا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو انہیں کے ساتھ ہوئی ہو) ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر بھیجا تو اسی لئے کیا کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کی جائے اور جب ان لوگوں نے تمہاری نافرمانی کرکے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیا تھا تو اسی وقت تمہارے پاس حاضر ہو جاتے اور خدا سے اپنی نافرمانی کی معافی مانگتے نیز خدا کا رسول بھی ان کی بخشش کے لئے دعا کرتا تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ خدا بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور ہر حال میں رحمت رکھنے والا ہے۔

قولہ تعالیٰ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما (۴: ۱۱۰)

اور جو شخص کوئی برائی کی بات کر بیٹھتا ہے یا اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیتا ہے۔ (پھر اس سے توبہ کرتا اور اللہ سے بخشش طلب کرتا ہے تو اسکے لئے بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے) وہ اللہ کو بخشنے والا رحمت رکھنے والا پائیگا۔

قولہ تعالیٰ: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء ومن یشرک فقد ضل ضلالا بعیدا (۴: ۱۱۶) اللہ یہ بات بخشنے والا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ ہاں اس کے سوا جتنے گناہ ہیں وہ جسے چاہے بخش دے اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ بھٹک کر راہ راست سے بہت دور جا پڑا۔

قولہ تعالیٰ: قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ○ وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون (۳۹: ۵۲-۵۴) (اے پیغمبر) تم کہدو، اے میرے وہ بندو! جنہوں نے (معصیتوں کے ارتکاب سے) اپنی جانوں پہ زیادتی کی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بلاشبہ اللہ سارے گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بہت بخشنے والا اور بہت رحمت والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور میں سر تسلیم خم کردو (اخلاص کے ساتھ اس کے تمام احکام پہ

عمل کرو) قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہارے لئے کوئی مدد نہ ہو گی۔

قولہ تعالیٰ: نبئ عبادی أنی أنا الغفور الرحیم وان عذابی ھو العذاب الالیم (۱۵: ۴۹-۵۰)

(اے پیغمبرؐ) میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ بلاشبہ میں ہی ہوں کہ بخشنے والا رحمت والا ہوں اور بلاشبہ میرا عذاب بڑا دردناک عذاب ہوتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: التائبون العابدون الحمدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ وبشر المومنین (۹: ۱۱۲)

توبہ کرنے والے، عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے، سیر و سیاحت کرنے والے، رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے، اللہ کی مقرر کی ہوئی حدبندیوں کی حفاظت کرنے والے (اے پیغمبرؐ) مومنوں کو (کامیابی و سعادت) کی خوش خبری دے دو۔ اس آیت میں ان لوگوں کے اوصاف و اعمال کا جو بڑی سے بڑی فیروزمندی کے مالک ہیں حال بیان کیا گیا ہے، اس سے متصل پہلی آیت (۱۱۱) کے آخر میں فرمایا: فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم پس (مسلمانو) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے۔ یہ اوصاف جو بیان کئے گئے ہیں فی الحقیقت نفس انسانی کے تزکیہ اور ترقی کے مختلف درجے ہیں اور یہ درجے بھی ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سب سے اول درجہ یا مقام مقام تائبین کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر حضرات صوفیہ نے اپنے اصول عشرہ یا مقام عشرہ میں پہلا مقام مقام توبہ کو قرار دیا ہے۔

حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر السلوک میں کئی جگہ ان مقاماتِ عشرہ کا ذکر کیا اور ہر جگہ توبہ کو مقام اول قرار دیا۔ کتاب کے تینتیسویں فائدہ کی یوں ابتدا کی ہے :-

صاحب معمولات مظہریہ مولانا سید نعیم الدین بہرائچی مجددی درطریق کیفیت سلوک مقام عشرہ می فرماید۔ "بدانند کہ مقام اول از مقام عشرہ کہ حضرات صوفیۂ علیہ بنائے سلوک گذاشتہ اند مقام توبہ است، و آخر آں رضا و درمیان ایں ہر دو مراتب ثمانیہ است۔"

نوٹ :-

(آیتوں کے ساتھ جو نمبر دئے گئے ہیں انمیں پہلا نمبر سورہ کا ہے اور دوسرا نمبر آیت یا آیتوں کا ہے)

احادیث میں توبہ و استغفار کا ذکر

کتب صحاح میں بے شمار روایتیں مذکور ہیں ان میں سے چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں :-

فی الصحیح للبخاری۔ کتاب الدعوات، باب التوبۃ۔

قال قتادۃ توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا الصادقۃ الناصحۃ (اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبۂ نصوح سچائی اور خلوص کے ساتھ کرو) حدثنا ... عن الحارث بن سوید۔ حدثنا عبداللہ بن مسعود، حدیثین أحدھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر عن نفسہ قال ان المؤمن یری ذنوبہ کأنہ قاعد تحت جبل یخاف أن یقع علیہ وان الفاجر یری ذنوبہ کذباب مر علی أنفہ فقال بہ ھکذا قال ابو شھاب بیدہ فوق أنفہ ثم قال اللہ أفرح بتوبۃ عبدہ من رجل نزل منزلہ وبہ مھلکۃ ومعہ راحلتہ علیھا طعامہ وشرابہ فوضع رأسہ فنام نومۃ فاستیقظ وقد ذھبت راحلتہ حتی اشتد علیہ الحر والعطش أو ما شاء اللہ قال أرجع الی مکانی فرجع فنام نومۃ ثم رفع رأسہ فاذا راحلتہ عندہ۔

(حارثؓ بن سوید نے روایت کی کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے دو حدیثیں بیان کیں ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور دوسری اپنی طرف سے کہا مؤمن اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا وہ ایک ایسے پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے، جو اس پر گرنے کو ہے اور فاجر اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی اس کی ناک پر سے گزری اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اس طرح ابوشہاب نے اپنی ناک پر اپنے ہاتھ کو لے جاکر کہا اس طرح۔ پھر بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے، اس شخص کی خوشی سے بھی بدرجہا زیادہ خوش ہوتا ہے، جو ایک منزل میں اترا جہاں اس کے لئے ہلاکت کا خطرہ تھا۔ اس کے ساتھ اس کی سواری پر اس کا کھانے پینے کا توشہ تھا۔ وہ سویا اور جب سو کر اٹھا تو اپنی سواری کو گم پایا۔ (اس کی تلاش میں نکلا) پھر جب گرمی اور پیاس کا شدید غلبہ ہوا تو (مایوس ہوکر) کہا وہیں واپس جاؤں۔ (جہاں سویا تھا اور جہاں سے سواری گم ہوئی تھی) وہاں آیا اور سویا (اس خیال سے کہ وہیں مرجائے) چنانچہ کچھ دیر سویا پھر جب سر اٹھایا تو اپنی سواری کو (اپنے تمام سامان کے ساتھ) اپنے پاس پایا۔

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ أفرح بتوبۃ عبدہ

من أحدكم سقط على بعيره وقد أضله في
ارض فلاة ـ وفي رواية مسلم ثم قال من شدة
الفرح اللهم أنت عبدي وأنا ربك أخطأ من شدة
الفرح ـ (اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے
بہت زیادہ خوش ہوتا ہے بہ نسبت اس خوشی کے جو صحرا میں اپنا
اونٹ گم کردینے کے بعد پھر اس کی بازیابی سے تم میں سے کسی
کو ہوگی اور مسلم کی روایت یں ہے کہ گم شدہ سواری کا پانے
والا اپنے شدت سرور میں ہوش باختہ ہوکر پکار اٹھا ای اللہ
تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔

صحیح بخاری میں ہے باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الیوم واللیلۃ حدثنا . . . قال قال
ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول انی لأستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم
اکثر من سبعین مرۃ (ابوہریرہؓ نے کہا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا میں اللہ سے استغفار اور اسکی
جناب میں توبہ ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ کرتا ہوں۔

صحیح بخاری ـ باب افضل الاستغفار وقولہ تعالیٰ
استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم
مدرارا ویمددکم باموال وبنین ـ ویجعل لکم أنهارا
والذین اذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا
اللہ فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب
الا اللہ ـ ولم یصروا علی ما فعلوا وهم يعلمون
حدثنا . . . . عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
سيد الاستغفار ان تقول: اللهم أنت ربي لا اله
الا انت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك و
وعدك ما استطعت أعوذ بك من شر ما صنعت
ابوء لك بنعمتك علي وابوء بذنبي فاغفر لي فانه
لا يغفر الذنوب الا أنت قال ومن قالها من النهار
موقنا بها فمات من يومه قبل أن يمسي فهو من
أهل الجنة ومن قالها من الليل وهو موقن بها
فمات قبل أن يصبح فهو من اهل الجنة (نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے،
تم کہو: ای اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو
نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں، بہ اپنی مقدور پھر تیرے
عہد اور وعدہ پر ہوں۔ میں اپنے کرتوتوں کے شر سے تیری
پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں مجھ پر
تیری نعمت کے ساتھ اور اپنے گناہ کے ساتھ پس تو مجھے بخش
دے اس لئے کہ بجز تیرے کوئی گناہ نہیں بخشتا اور پھر
فرمایا کہ جو دن میں اس پر یقین رکھتے ہوئے کہے اور پھر اسی
دن شام سے پہلے مرجائے تو وہ اہل جنت میں سے ہے۔
اور جو اس کا یقین کرتے ہوئے رات میں کہے اور صبح کرنے

سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہے۔

وفی الصحیح لمسلم کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ ... عن الأغر المزنی وکانت لہ صحبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہ لیغان علی قلبی وانی لأستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ (أغر مزنی سے روایت ہے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل پر ایک بادل سا چھا جاتا ہے اور میں ایک دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربھا تاب اللہ علیہ (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلے تو اللہ اپنی رحمت سے اسکی طرف لوٹیگا یعنی اس کی توبہ قبول ہوگی)

عن ابی ھریرۃ قال سمعت الأغر وکان من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس توبوا الی اللہ فانی أتوب الی اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ۔ ابوبردہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اغر کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے ابن عمر کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کرو اور میں تو اللہ کی جناب میں ایک دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کتاب التوبۃ ـ باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبہ ـــــ عن محمد بن قیس عن ابی صرمۃ عن ابی ایوب انہ قال حین حضرتہ الوفاۃ کنت کتمت عنکم شیئا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لولا انکم تذنبون لخلق اللہ خلقا یذنبون یغفر لھم وعن محمد بن کعب القرظی عن ابی صرمۃ عن ابی ایوب الأنصاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لو أنکم لم تکن لکم ذنوب یغفرھا اللہ لکم لجاء اللہ بقوم لھم ذنوب یغفرھا لھم (محمد بن قیس نے ابی صرمۃ سے اور انہوں نے ابوایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اسوقت کہا جب انکی وفات قریب آئی میں نے تم سے ایک چیز جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنی تھی چھپائی تھی اور وہ یہ کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے۔ محمد بن کعب القرظی نے ابی صرمہ سے اور انہوں نے ابوایوب الانصاری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے گناہ نہ ہوں جنہیں اللہ بخشے تو اللہ ایک

ایسی قوم لائے گا جو گناہ کریں گے اور انہیں بخشے گا۔

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذی نفسی بیده لو لم تذنبوا لذهب الله بكم ولجاء بقوم يذنبون فيستغفرون فيغفر لهم (ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں مٹا دیگا اور تمہارے عوض ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کرے گی اور گناہ کے بعد استغفار کرے گی، تو انہیں بخش دے گا۔

صحیح مسلم باب قوله تعالیٰ ان الحسنات يذهبن السيئات۔ حدثنا ۔۔۔ عن عبد الله بن مسعود أن رجلا أصاب من امرأة قبلة فأتى النبي صلے الله عليه وسلم فذكر ذلك له قال فنزلت أقم الصلوٰة طرفي النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيئات ذلك ذكرى للذاكرين قال فقال الرجل ألي هذه يا رسول الله قال لمن عمل بها من امتی وفی رواية يحيى بن يحيى فقال رجل من القوم يا نبي الله أهذا له خاصة قال بل للناس كافة (عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

دن کے دونوں شروع اور آخر کے وقتوں میں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز ادا کرے۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی نصیحت ہے اس شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ بات میرے ہی لئے ہے تو فرمایا جو بھی میری اُمت میں سے اس پر عمل کرے۔ یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی یہ بات کیا اسی کے لئے خاص ہے تو فرمایا نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے) عن ابی امامة قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم فی المسجد ونحن قعود معه اذ جاء رجل فقال يا رسول الله انی اصبت حدا فأقمه علی فسكت عنه رسول الله صلے الله عليه وسلم ثم أعاد فقال انی اصبت حدا فأقمه علی فسكت عنه وقال ثالثة وأقيمت الصلوٰة فلما انصرف نبی الله صلى الله عليه وسلم قال ابو امامة فاتبع الرجل رسول الله صلے الله عليه وسلم حين انصرف واتبعت رسول الله صلى الله عليه وسلم أنظر ما يرد على الرجل فلحق الرجل رسول الله صلے الله عليه وسلم فقال رسول الله انی اصبت حدا فأقمه علی قال ابو امامة فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت حين خرجت من بيتك أليس قد توضأت فأحسنت الوضوء قال بلى يا رسول الله قال ثم شهدت الصلوٰت معنا قال نعم يا رسول الله قال فقال

له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله قد غفر لك حدك أو ذنبك (ابو امامہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے کہا یا رسول اللہ میں حد کا مستوجب ہوا مجھ پر حد جاری کیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، پھر اس شخص نے اپنا قول دہرایا۔ یا رسول اللہ میں نے مستوجب حد کام کیا مجھ پر حد جاری کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سکوت فرمایا۔ تیسری مرتبہ اس نے اعادہ کیا کہ نماز کی اقامت ہوی۔ جب نماز سے فارغ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلٹے تو وہ شخص آپ کے پیچھے چلا، میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا تا یہ دیکھوں کہ اس کو آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا، اور اور کہا کہ میں نے حد کے قابل کام کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجیے۔
ابو امامہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، تو جب اپنے گھر سے نکلا تو تو نے وضوء کیا اور اچھی طرح وضوء کیا؟ تو کہا ہاں یا رسول اللہ، فرمایا پھر تو نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی؟ تو کہا ہاں یا رسول اللہ۔ ابو امامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے تیری حد یا تیرا گناہ بخش دیا۔

امام نووای نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا یہاں حد سے مراد وہ معصیت یا گناہ ہے جس کی سزا تعزیر ہے۔
اور اس حدیث میں حد سے مراد گناہ صغیرہ ہے کیونکہ نماز گناہِ صغیرہ کا کفارہ ہوتی ہے۔ اگر گناہ کبیرہ ہوتا تو نماز کفارہ نہ ہوتی۔ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ وہ معاصی اور گناہ جو حد کا موجب ہوتے ہیں نماز سے ساقط نہیں ہوتے۔

نماز گناہوں کا کفارہ ہونے کے باب میں کئی حدیثیں آئی ہیں، ان میں سے دو روایتیں صحیح مسلم سے نقل کیجاتی ہیں۔

باب فضل الوضوء والصلوٰۃ عقبہ حدثنا۔

وقال عثمان حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عند انصرافنا من صلواتنا هذه قال أراها العصر فقال ما أدري أحدثكم بشيئ أو أسكت فقلنا يا رسول الله ان كان خيرا فحدثنا وان كان غير ذلك الله ورسوله أعلم قال ما من مسلم يتطهر فيتم الطهور الذي كتب الله عليه فيصلي هذه الصلوات الخمس الا كانت كفارات لما بينهن

(عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس نماز سے لوٹتے ہوئے، میرا خیال ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی۔ فرمایا نہیں جانتا میں تم سے ایک چیز کہوں یا خاموش رہوں۔ ہم نے عرض کیا اگر وہ (ہمارے لئے) بہتر ہو تو بیان فرمائیے اور اگر یوں نہ ہو تو اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا جو مسلم طہارت کا قصد کرے اور اپنی طہارت پوری طرح کرے جیسی کہ اللہ نے فرض کی ہے۔ پھر اس کے بعد یہ پانچوں نمازیں ادا کرے تو وہ نمازوں کے درمیان کے قصوروں اور گناہوں کی کفارہ ہوں گی۔

وعن ابی هريرة عن النبي صلی الله عليه وسلم
قال الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارة لما
بينهن مالم تغش الكبائر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا یہ پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اس اثناء
کے تمام گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبائر کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو)

باب قبول توبة القاتل وان كثر قتله حدثنا:

عن ابی سعيد الخدری ان نبي الله صلی الله عليه وسلم
قال كان فيمن كان قبلكم رجل قتل تسعة وتسعين
نفسا فسأل عن أعلم اهل الارض فدل علی راهب
فأتاه فقال انه قتل تسعة وتسعين نفسا فهل له
من توبة فقال لا فقتله فكمل به مائة ثم سأل عن
اعلم اهل الأرض فدل علی رجل عالم فقال انه قتل مائة
نفس فهل له من توبة فقال نعم ومن يحول بينه وبين
التوبة انطلق الی ارض كذا وكذا فان بها أناسا يعبدون
الله تعالی فاعبد الله تعالی معهم ولا ترجع الی أرضك
فانها أرض سوء فانطلق حتی اذا انصف الطريق أتاه
الموت فاختصمت فيه ملئكة الرحمة وملئكة العذاب
فقالت ملئكة الرحمة جاء تائبا مقبلا بقلبه الی الله
وقالت ملئكة العذاب انه لم يعمل خيرا قط فأتاهم
ملك بصورة آدمي فجعلوه بينهم فقال قيسوا ما
بين الأرضين فالی أيتهما كان أدنی فهو له فقاسوا فوجدوا
ادنی الی الأرض التي أراد فقبضته ملئكة الرحمة۔

(ابی سعید الخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے زمانہ میں ایک شخص تھا جس نے
ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ روئے
زمین پر سب سے زیادہ عالم کون ہے تو اس کو ایک راہب کا نشان
دیا گیا، وہ اس راہب کے پاس گیا اور کہا میں نے ننانوے آدمی
قتل کئے۔ کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے۔ تو کہا نہیں۔ تو اس
نے اس راہب کو بھی قتل کر کے مقتولین کی تعداد سو کر دی پھر
لوگوں سے پوچھا کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ عالم کون ہے
تو ایک عالم کا پتہ دیا گیا۔ وہ اس عالم کے پاس پہونچا اور
کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے کیا میرے لئے توبہ کی
گنجائش ہے تو اس نے کہا ہاں گنجائش ہے۔ کون ہے جو تیرے
اور تیری توبہ کے درمیان حائل ہو۔ لیکن تو فلاں جگہ جا جہاں
لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت کر۔ اپنی
جگہ واپس نہ جا کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔ پس وہ عابدوں کی
بستی کی طرف نکلا۔ آدھی راہ طے کی تھی کہ موت آگئی۔ فرشتگان
رحمت اور فرشتگان عذاب میں تکرار ہونے لگی۔ فرشتگان
رحمت کہتے تھے کہ وہ تائب ہو کر اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ
کر کے نکلا ہے۔ فرشتگان عذاب کہتے تھے کہ اس نے کوئی نیکی
نہیں کی۔ انسانی صورت میں ایک فرشتہ پہنچا تو اس کو دونوں
گروہوں نے ثالث مقرر کیا۔ اس نے کہا کہ زمین ناپو۔ جس زمین
سے زیادہ قریب ہوگا وہ اس کا حصہ ہے۔

فرشتوں نے ناپا تو اس زمین سے قریب پایا جہاں وہ

جانا چاہتا تھا تو رحمت کے فرشتوں نے اس کو لے لیا۔

ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے
الندم توبة (ندامت توبہ ہے) اور حاکم نے انس سے اس کی روایت
کی اور کہا کہ صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

ابن ماجہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے التائب
من الذنب کمن لا ذنب له (گناہ سے توبہ کرنے والا بے
گناہ کے مانند ہے۔)

قصۂ قبول توبۂ کعب بن مالک

کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کے قبول توبہ
کا واقعہ بروایت صحیح مسلم یہاں اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ اس
میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی نصیحت ہے۔

کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی معصیت یہ نہ تھی
کہ انہیں امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار تھا یا انحراف۔ غزوہ
میں شرکت کا سامان کر لیا تھا لیکن سستی اور کاہلی سے نکلنے
میں تاخیر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جانے کا وقت گذر گیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر سچ سچ
حقیقت حال بیان کر دی۔ اعتراف قصور بھی کیا۔ جھوٹی
قسمیں کھانے والے بچ گئے۔ یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے
ہیں۔ آپ جانتے تھے اور اللہ نے آپ کو خبر دے دی تھی۔
کہ یہ جھوٹی قسمیں کھانے والے نجس ہیں۔ ان سے اعراض
کرنا ہی بہتر ہے۔ اس لئے ان کی معذرت بظاہر قبول
کر لی گئی۔ لیکن کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں
کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا گیا۔ فیصلہ کے انتظار، اور
کس مپرسی کے عالم میں ان کے دکھ درد اور الم کا کیا حال
ہوگا۔ آخر ان کی سچائی ان کی نجات کا باعث ہوئی۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی قبولیت توبہ کی خبر دی
تو وہ جوق جوق نکلے تا انہیں تہنیت دیں۔ کعب بن مالک
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو
آپ نے کعب کو قبول توبہ کی خوشخبری دی تو رخ مبارک
خوشی سے چمک رہا تھا اور جو خبر بھی دی تو ان الفاظ میں دی
ابشر بخیر یوم مر علیك منذ ولدتك امك،
اس بہترین روز کی تجھے خوشخبری ہو جب سے کہ تیری ماں سے
تو پیدا ہوا ایسا اچھا دن تجھ پر نہیں گزرا اور خود کعب
بن مالک ہدایت اسلام کے بعد اس کو اللہ کی سب سے
بڑی نعمت سمجھتے تھے۔

ہجرت کے نویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اطلاع ملی کہ رومیوں کی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کی
غرض سے جمع ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ نے بھی تیاری کا حکم
دیا اور تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے کوچ کر دیا۔
تبوک پہنچنے پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تیاری کا حال سن
کر رومیوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینہ واپس آ گئے۔

حقیقی مسلمانوں میں سے صرف تین شخص نہ جا سکے۔ کعب بن مالک، ہلال بن امیۃ، اور مرارہ بن ربیع۔ یہ دل کی کمزوری اور نیت کے فساد کی وجہ سے نہیں بلکہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے رہ گئے۔ چلنے کا پورا سامان کر لیا تھا مگر پوری مستعدی سے کام نہ لیا۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو منافقین نے آکر عذر پیش کرنے شروع کئے اور آپ نے ہر ایک کو معاف کر دیا۔ مگر جب یہ تینوں بزرگ حاضر ہوئے اور سچ سچ عرض کر دیا کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے آج کل کرتے رہے، اور فوج کے ساتھ ملنے کا موقع جاتا رہا تو ان کے فیصلہ کو خدا پر چھوڑ دیا گیا۔

یہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ منافقین کے مقابلہ میں ان کی رعایت یقیناً منظور ہوگی، مگر وقت یہ تھی کہ اہل نفاق تو جھوٹی قسمیں کھا کر اور عذر کر کے کم از کم ظاہری طور پر قانون کے پابند رہے اور یہ لوگ چونکہ جھوٹ بولنا نہیں چاہتے تھے اور اپنے قصور کے معترف تھے اس لئے اگر ان کو بھی معاف کر دیا جاتا تو پابندیٔ قانون بازیچۂ طفلاں بن جاتی۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ مخصوص لوگ تھے، ان سے ایسی ضرورت کے وقت اتنی بڑی کمزوری کا اظہار در اصل محاسبہ کے قابل تھا۔ اس لئے آپ نے ان کی توبہ قبول نہ کی اور حکم دیا کہ گھر میں ٹھہرو اور فیصلۂ خداوندی کا انتظار کرو۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ان سے تمام تعلقات منقطع کر لیں۔ نہ کوئی بات چیت کرے، نہ ملے جلے نہ اور کسی طرح کا واسطہ رکھے۔ پھر ان کی بیویوں کو حکم ملا کہ وہ بھی الگ ہو جائیں اور کوئی واسطہ نہ رکھیں۔ کعب کہتے ہیں کنت أشھد الصلوٰۃ مع المسلمین وأطوف بالأسواق فلا یکلمنی أحد۔ مسلمانوں کے ساتھ میں نماز ادا کرتا اور بازاروں میں گشت لگاتا۔ مگر تمام مدینہ میں ایک شخص بھی مجھ سے بات نہ کرتا وآتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی مجلسہ بعد الصلوٰۃ فأسلم وأقول فی نفسی أحرك شفتیہ برد السلام علی أم لا نماز کے بعد میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا اور دل میں کہتا کہ آپ نے سلام کا جواب دیا ہے یا نہیں۔ یہاں تک کہ ایک روز تنگ آکر میں اپنے چچیرے بھائی ابوقتادہ کے پاس گیا مگر اس نے بھی منہ پھیر لیا اور جواب تک نہ دیا۔ اس پر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس درمیان میں ایک اور حیرت انگیز واقعہ ہو گیا۔ غسان کے عیسائی بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کعب کو خط لکھا فقد بلغنا أن صاحبك قد جفاك وأن اللہ لم یجعلك فی دار ھوان ولا مضیعۃ فالحق بنا نواسیك ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہے اب میرے پاس چلے آؤ، دیکھو کیسی عزت ہوتی ہے۔ کعب بن مالک کو خط ملا تو ایلچی کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا یہ اس کا جواب ہے۔

اس کی بے التفاتی بھی دوسروں کی محبت وعزت سے ہزار
درجہ زیادہ عزیز ومحبوب ہے۔

ای جفاہای توخوشتر ز وفای دگران

پورے پچاس دن کی گریہ وزاری اور عبادت واستغفار
کے بعد ان کی آزمائش پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول
فرمائی اور یہ آیتیں نازل کیں۔

وعلى الثلثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت
عليهم الأرض وضاقت عليهم أنفسهم وظنوا
أن لا ملجأ من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا
ان الله هو التواب الرحيم ۝ يا ايها الذين آمنوا
اتقوا الله وكونوا مع الصادقين (۹ :)

.... قال (كعب بن مالك) ثم صليت صلوٰة الفجر
صباح الخمسين ليلة على ظهر بيت من بيوتنا
فبينا أنا جالس على الحال التي ذكر الله منا قد
ضاقت على نفسي وضاقت على الارض بما رحبت سمعت
صوت صارخ أوفى على سلع يقول بأعلى صوته يا
كعب بن مالك ابشر فخررت ساجدا وعرفت أن
قد جاء فرج قال وآذن رسول الله صلى الله عليه
وسلم الناس بتوبة الله علينا حين صلى صلوٰة الفجر
فذهب الناس يبشروننا فذهب قبل صاحبي
مبشرون وركض الى رجل فرسا وسعى ساع من اسلم
قبلي وأوفى على الجبل فكان الصوت أسرع من الفرس
فلما جاءني الذي سمعت صوته يبشرني نزعت
له ثوبي فكسوتهما اياه ببشارته والله ما
املك غيرهما يومئذ واستعرت ثوبين فلبستهما
فانطلقت اتأم رسول الله صلى الله عليه وسلم
يتلقاني الناس فوجا فوجا يهنؤني بالتوبة و
يقولون لتهنئك توبة الله عليك حتى دخلت
المسجد فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس
في المسجد حوله الناس فقام طلحة بن عبيد الله يهرول
حتى صافحني وهنأني والله ما قام رجل من المهاجرين
غيره ۝ قال فكان كعب لا ينساها لطلحة قال كعب
فسلمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
وهو يبرق وجهه من السرور يقول ابشر بخير يوم
مر عليك منذ ولدتك امك قال فقلت أمن عندك
يا رسول الله أم من عند الله فقال لا بل من عند
الله وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سر
استنار وجهه حتى كان وجهه قطعة قمر قال و
كنا نعرف ذلك قال فلما جلست بين يديه قلت
يا رسول الله ان من توبتي أن أنخلع من مالي صدقة
الى الله والى رسوله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم أمسك عليك بعض مالك فهو
خير لك قال فقلت فاني أمسك سهمي الذي بخيبر
قال وقلت يا رسول الله ان الله انما أنجاني بالصدق

وان من توبتي ألا أحدث الا صدقا ما بقيت
قال فوالله ما علمت أن أحدا من المسلمين أبلاه
الله في صدق الحديث منذ ذكرت ذلك لرسول الله
صلى الله عليه وسلم أحسن مما أبلاني الله والله ما
تعمدت كذبة منذ قلت ذلك لرسول الله صلى الله
عليه وسلم الى يومي هذا واني لأرجو أن يحفظني
الله فيما بقي قال فأنزل الله عزوجل لقد تاب الله على
النبي والمهاجرين والأنصار الذين اتبعوه في ساعة
العسرة حتى بلغ انه بهم رؤف رحيم وعلى الثلاثة
الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما
رحبت وضاقت عليهم أنفسهم وظنوا أن لا ملجاء
من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو
التواب الرحيم يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا
مع الصادقين ۔ قال كعب والله ما انعم الله علي من
نعمة قط بعد اذ هداني الله الاسلام أعظم في نفسي
من صدقي رسول صلى الله عليه وسلم أن لا أكذبته
فأهلك كما هلك الذين كذبوا ان الله قال للذين
كذبوا حين أنزل الوحي شر ما قال لأحد وقال الله
سيحلفون بالله لكم اذا انقلبتم اليهم لتعرضوا
عنهم فاعرضوا عنهم انهم رجس وماواهم جهنم جزاء بما كانوا
يكسبون يحلفون لكم لترضوا عنهم فان ترضوا
عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين ۔"

(کہا کعب بن مالک نے) پھر میں نے پچاسویں رات کی صبح میں
اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر فجر کی نماز ادا کی،
پھر جب میں اس حال میں بیٹھا تھا جس کا ہمارے متعلق
اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ خود میری جان مجھ پر تنگ ہوگئی اور
زمین باوجود اپنی وسعت اور کشادگی کے مجھ پر تنگ ہوگئی تھی
میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ سے بلند
ہوئی جو بآواز بلند کہتی تھی اے کعب بن مالک تجھ کو خوش
خبری ہو۔ کعب نے کہا میں سجدہ میں گر پڑا اور میں نے یہ جانا
کہ خوشی آ گئی۔ کہا کہ جب ہم نے فجر کی نماز پڑھی تو رسول اللہ
نے ہماری توبہ کے قبول ہونے کی اطلاع دی، تو لوگ ہمیں
خوشخبری سنانے کے لئے نکلے۔ میرے دونوں ساتھیوں کو
خوشخبری سنانے کے لئے گئے۔ ایک آدمی گھوڑے کو تیز دوڑاتے
ہوئے میری طرف نکلا اور قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی پہاڑی (سلع)
پر چڑھا۔ اسکی آواز گھوڑے سے پہلے مجھ تک پہنچی۔ جب وہ
شخص جسکی خوشخبری سنانے کی آواز میں نے سنی میرے پاس
آیا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اس کو پہنا دیے۔ قسم ہے
اللہ کی اس دن میرے پاس یہی دو کپڑے تھے۔ پھر میں نے
دو کپڑے مستعار لیے اور پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے
کے قصد سے نکلا۔ گروہ گروہ لوگ مجھ سے ملتے اور میری توبہ
قبول ہونے کی مجھے مبارکباد اور تہنیت پیش کرتے تھے۔
اور کہتے تھے مبارک ہو کہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔
یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اطراف لوگ تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ اٹھے اور تیزی کے ساتھ مجھ تک آئے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی قسم ہے اللہ کی۔ مہاجرین میں سے سوائے ان کے کوئی نہیں اٹھا۔ راوی کا بیان ہے کہ کعب نے طلحہ کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کیا۔ کعب نے کہا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو فرمایا اور آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اس بہترین روز کی تمہیں خوشخبری ہو جب سے تمہاری ماں نے تم کو جنا آج سے بہتر کوئی روز تم پر نہیں گذرا۔ کعب نے کہا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کیطرف سے، تو فرمایا نہیں اللہ کیطرف سے ہے۔ جب رسول اللہ صلعم خوش ہوتے تو آپ کا رخ مبارک چمک اٹھتا۔ گویا آپ کا رخ مبارک چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم یہ جانتے تھے۔

کعب بن مالکؓ نے کہا آپ کے سامنے بیٹھا تو کہا کہ میری توبہ میں سے یہ بات ہو کہ میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بطور صدقہ دے ڈالوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے لئے کچھ مال رکھ چھوڑو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا خیبر میں جو حصہ مجھے ملا وہ میں اپنے لئے رکھ لوں گا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ صلعم اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کہنے کی وجہ سے نجات دی تو میری توبہ یہ ہوگی کہ جب تک میں باقی ہوں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ پھر کہا قسم ہے اللہ کی میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا جس کو اللہ تعالیٰ نے راست گفتاری میں آزمایا ہو، جیسا مجھ کو آزمایا۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اور قسم ہے اللہ کی کہ آج تک کبھی جھوٹ کا قصد نہیں کیا اور میں یہ امید کرتا ہوں اپنی بقیہ زندگی میں بھی اللہ مجھے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والأنصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ حتیٰ یبلغ انہ بھم رؤف رحیم وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم أنفسھم وظنوا أن لا ملجأ من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (۱۱۹ : ۱۱۷ : ۹)

اللہ نے نبی اور ان مہاجرین وانصار کی طرف اپنی رحمت سے توجہ فرمائی جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد کہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا گئے تھے پھر اللہ ان پر مہربان ہوا بے شک وہ بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔ اور ان تین شخصوں پر بھی جو ملتوی کئے گئے یہاں تک کہ زمین باوجود وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی اور خود ان کی جانیں ان پر تنگ ہوگئیں اور سمجھ گئے کہ اللہ کے سوا اور کسی کے پاس پناہ نہیں۔ پھر ان پر مہربان ہوا کہ توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ای ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔) پھر کعب نے کہا' قسم اللہ کی جب سے اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت کی اس نے اس نعمت سے کوئی بڑی نعمت مجھے نہیں بخشی کہ میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میں جھوٹ کہوں اور اس طرح ہلاک ہو جاؤں جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ کہا۔ جب اللہ نے وحی نازل کی تو ان جھوٹ بولنے والوں کے متعلق ایسی سخت بری بات کہی جو کسی کے متعلق نہیں کہی گئی۔ اللہ نے کہا:

سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم فاعرضوا عنھم انھم رجس وماواھم جھنم جزاء بما کانوا یکسبون یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین (۹۶-۹۵ : ۹)

(جب تم لوٹ کر ان سے ملو گے تو ضرور یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ ان سے درگزر کرو۔ سو چاہیئے کہ تم ان سے درگزر ہی کر لو یعنی رخ پھیر لو۔ یہ ناپاک ونجس ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اس کمائی کا نتیجہ جو یہ اپنی بداعمالیوں سے کماتے رہے' یہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ ان سے راضی ہو جاؤ سو (یاد رکھو) اگر تم راضی بھی ہو گئے (حالانکہ تمہیں راضی نہ ہونا چاہیئے اور تم راضی نہ ہو گے) تو اللہ ان سے کبھی راضی ہونیوالا نہیں جو دائرۂ ہدایت سے باہر ہو گئے۔

ذیل میں "کتاب المفردات فی غریب القرآن" للراغب الاصفہانی سے افادۂ طلبہ کے لئے لفظ توبہ اور غفران کی تفسیر نقل کی جاتی ہے: (التوب) ترک الذنب علی اجمل الوجوہ وھو ابلغ وجوہ الاعتذار فان الاعتذار علی ثلاثۃ اوجہ۔ اما ان یقول المعتذر لم أفعل او یقول فعلت لأجل کذا أو فعلت وأسأت۔ وقد أقلعت ولا رابع لذالک وھذا الاخیر ھو التوبۃ والتوبۃ فی الشرع ترک الذنب لقبحہ والندم علی ما فرط منہ والعزیمۃ علی ترک المعاودۃ وتدارک ما امکنہ ان یتدارک من الاعمال بالاعادۃ۔ فمتی اجتمعت ھذہ الاربع فقد کمل شرائط التوبۃ.... والتائب یقال لباذل التوبۃ ولقابل التوبۃ فالعبد تائب الی اللہ واللہ تائب علی عبدہ۔ (الغفران) والمغفرۃ من اللہ ھو ان یصون العبد من ان یمسہ العذاب' والاستغفار طلب ذلک بالمقال والفعال۔ فقد قیل الاستغفار باللسان من دون ذلک بالفعال فعل الکذابین۔

۲

اسی شمارہ میں شریعت، طریقت اور حقیقت کی شرح و توضیح کے سلسلے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقامات و احوال سلوک میں سے ہر مقام و حال کے تین درجے ہیں۔ عام۔ خاص۔ اخص۔ توبہ کے بھی تین درجوں کا اجمالاً ذکر کیا گیا۔ اس مضمون میں توبۂ عام اور اس کے متعلقات کی شرح و تفصیل کی جاتی ہے۔ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" سے اس مضمون کے لکھنے میں استفادہ کیا گیا۔
اسکے بعد انشاء اللہ توبۂ خاص اور توبۂ اخص کی نمایاں خصوصیات کی توضیح کی جائے گی۔

توبۂ عام کے موضوع پر حسب ذیل امور سے بحث کیجاتی ہے:

(۱) توبہ کی حقیقت (۲) توبہ کا وجوب
(۳) توبہ کا فی الفور اور بلا تاخیر واجب ہونا۔
(۴) تمام اشخاص پر اور تمام احوال میں توبہ کا واجب ہونا۔
(۵) توبہ کی مقبولیت (۶) توبہ اور گناہ، گناہ کے اقسام
(۷) تائب کو کیا کرنا چاہیئے (۸) گناہ پر اصرار کا علاج

توبہ کی حقیقت

اگر انسان گناہ کرتا ہے تو کوئی عجب نہیں۔ گناہ اس کے خمیر میں داخل ہے۔ ابو البشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی عصیان اور گناہ کا ارتکاب کیا۔ وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ (آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ پھر ایسا ہوا کہ آدم نے اپنے پروردگار کے القاء سے چند کلمات معلوم کر لئے جن کے لئے اس کے حضور قبولیت تھی۔ پس اللہ نے اسکی توبہ قبول کر لی فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ توبہ کی توفیق ہوی۔ اور توبہ کے ساتھ خلعت اجتباء و برگزیدگی سے سرفراز ہوے۔ ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ اگر بنی آدم اپنے باپ کی طرح معصیت کرتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے باپ کی طرح توبہ بھی کریں، یہ بالکل نادانی اور غلط کاری اور حماقت ہوگی کہ باپ کی پیروی میں گناہ تو کرے اور باپ کی طرح گناہ اور معصیت سے توبہ نہ کرے۔

عصیان اور گناہ سے مبرا اور اطاعت اور خیر اور امتثال امر الٰہی کے پابند ملائکہ ہیں۔ خیر سے عاری اور صرف شر اور برائی کے عامل شیاطین ہیں۔ شر میں مبتلا ہونے کے بعد خیر کی طرف رجوع کرنا یہ انسانی ضرورت ہے۔ ملائکہ خیر محض ہیں اور شیاطین شر محض ہیں تو انسان بقول کسے ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون است
از فرشتہ سرشتہ واز حیوان
گر کند میل ایں شود کم ازیں
ور کند قصد آں شود بہ ازاں

اس میں خیر و شر دونوں شائبے پائے جاتے ہیں، شر کی تلافی اور اس کے تدارک کے لئے خیر کی طرف رجوع کرنا ہی انسانیت ہے۔ آدم۔ فرشتہ۔ شیطان۔ ہر بندہ ان میں سے کسی ایک سے اپنا نسب ثابت کرتا ہے ــــ جو بندہ گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے گویا وہ اپنے ولد آدم ہونے کی دلیل قائم کرتا ہے، جو گناہ پہ اصرار کرتا ہے یا خیر کی طرف رجوع کرنے سے انکار کرتا ہے اور اپنے طغیان و سرکشی سے باز نہیں آتا وہ اپنا نسب شیطان سے ثابت کرتا ہے۔ اب رہا ملائکہ سے اپنا نسب ثابت کرنا اور خیر محض ہو جانا یہ حد امکان سے باہر ہے۔

انسان خیر و شر کی کیمیائی ترکیب کا ایک ایسا معجون ہے کہ ایک جزو کو دوسرے جزو سے الگ کرنے کے لئے دو انگاروں میں سے کسی ایک انگار کی ضرورت ہے۔ ندامت اور پچھتانے کی آگ یا جہنم کی آگ، جوہر انسان کو شیطانی خباثت سے پاک کرنے کے لئے بہرحال آگ میں جلنا اور جلانا ضروری ہے۔ اب یہ ہر کسی کے اختیار کی بات ہے کہ وہ کونسی آگ پسند اور اختیار کرتا ہے۔ آتش ندامت، یا آتش جہنم۔ توبہ یا طغیان۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ الندم توبۃ۔

توبہ کا مفہوم علم اور حال اور فعل تینوں امور پر مشتمل ہے اور علم اور حال اور فعل باہم مرتب ہیں۔ ان میں سے پہلا دوسرے کا سبب اور دوسرا تیسرے کا سبب ہے۔ اس خاص موضوع میں علم سے مراد معصیت اور گناہ کے ضرر سے باخبر ہونا اور یہ شعور اور احساس ہونا کہ معصیت اور گناہ اپنے اور اپنے محبوب و مقصود کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ اور کثیف حجاب ہے۔ جب کسی بندہ کو یہ شعور اور معرفت درجۂ یقین کے ساتھ جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ ہو حاصل ہو تو اس شعور و معرفت سے دل المناک ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرر اور خسران اگر اپنے کسی فعل کی وجہ سے ہے تو اس ضرر پہنچانے والے اور اپنے محبوب سے مہجور اور اپنے مقصود سے دور رکھنے والے فعل پہ تاسف اور افسوس ہوتا ہے۔ اسی تاسف، افسوس اور المناکی کو ندامت کہتے ہیں۔ جب یہ الم دل پر چھا جاتا ہے تو اس المناکی سے ایک دوسری حالت پیدا ہوتی ہے جس کو قصد و ارادہ کہتے ہیں اور یہ قصد و ارادہ ایک ایسے فعل سے متعلق ہو جاتا ہے جس کی ماضی اور حال اور استقبال تینوں زمانوں سے نسبت ہوتی ہے۔ گناہ کے ترک کرنے کا قصد حال سے متعلق ہے، یعنی وہ فی الحال گناہ ترک کر دیتا ہے جس گناہ کو وہ اپنے حصول مقصد کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔ آخر عمر تک اس گناہ و معصیت کو ترک کرنے کا ارادہ، اور عزم مستقبل سے متعلق ہے اور تلافی، مافات یا پچھلے گناہوں کے ضرر کا تدارک ماضی سے متعلق ہے۔

ان امور ثلٰثہ میں سب سے اول مقام علم کا ہے اور علم سے مراد وہ ایمان و یقین ہے جس میں کسی قسم کے تذبذب یا شک و ریب کی گنجائش نہ ہو کہ گناہ سم قاتل ہے لیکن یہ یقین محض

عقل کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عقل کا وظیفہ ہی تنقید و تشکیک ہے۔ نیز اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی حسن و قبح میں امتیاز میں عقل پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اول اول کوئی انسان برائی کو پسند نہیں کرتا وہ اچھائی ہی کو اختیار کرنا چاہتا ہے لیکن کوتاہی فہم اور نارسائی عقل کے باعث اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی قرار دے لیتا ہے۔

یہ پہلا قدم غلط پڑ جائے تو سیدھی راہ سے بھٹک جانا لازمی ہے الا یہ کہ اللہ کی توفیق اسکی رہنمائی کرے۔ قرآن کریم نے بھی ارشاد فرمایا' کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (۲:۲۱۶) لڑائی کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے لیکن بہت ممکن ہے ایک بات کو تم مکروہ سمجھتے ہو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ایک بات تمہیں اچھی لگتی ہو اور اسی میں تمہارے لئے برائی ہو۔ (پس اپنی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کی بناء پر اعمال کی اچھائی برائی کا فیصلہ نہ کرو) اللہ جانتا ہے (کہ تمہاری کس ناگواری میں خوشگواری اور کس پسندیدگی میں ناپسندیدگی ہے) مگر تم نہیں جانتے۔ چونکہ عقل کی ہدایت غیر مکتفی اور ناقص ہے۔ اللہ کی رحمت کا یہ تقاضا ہوا۔ فاما یاتینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی (۲۰:۱۲۳) پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا وہ نہ سیدھی راہ سے بے راہ ہوگا' نہ دکھ اور شقاوت میں پڑیگا۔

جب اس ایمان و یقین سے دل لبریز ہو جاتا ہے' تو نور ایمان سے نار ندامت پیدا ہوتی ہے اور اس ندامت کی آگ سے دل المناک ہو جاتا ہے' نور ایمان کی جلوہ گری سے اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے محبوب سے محجوب اور مقصود سے محروم ہو گیا ہے۔ جب وہ تاریکی اور ظلمت میں تھا تو اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے' اس کا کیا حال ہے۔ کن خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ جب روشنی میسر آتی ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ ہلاکت کے کنارے پہنچ گیا۔ پھر نور ایمان اور نار ندامت اس کو دور سے محبوب و مقصود کی جھلک دکھلاتے ہیں تو اس کے دل میں محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور یہ آگ اس میں تلافی اور تدارک کا قصد پیدا کرتی ہے۔

پس علم "ندامت" اور قصد یا عزم تینوں کا مجموعہ یا ان تینوں کے امتزاج سے جو کیفیت نفس میں پیدا ہوتی ہے اسی کو توبہ کہا جاتا ہے۔ اکثر اوقات ندامت ہی کو توبہ کہا جاتا ہے۔ اور علم کو اس کا مقدمہ اور سبب اور مستقبل میں ترک گناہ اور تلافی و تدارک کو اس کا نتیجہ یا ثمرہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الندم توبہ بغیر اس علم و یقین کے کہ گناہ سم قاتل ہے ندامت کا ظہور ممکن نہیں اور اگر ندامت ہو تو لازمی طور پر مستقبل میں ترک گناہ اور تلافی و تدارک کا عزم

ضرور ہوگا۔ غرض ندامت اپنے سابقہ اور اپنے لاحقہ کے
بغیر ممکن نہیں۔

امام النواوی نے صحیح مسلم کے باب التوبہ کی شرح میں
لکھا ہے: قال اصحابنا وغيره من العلماء للتوبة ثلاثة
شروط أن يقلع عن المعصية وأن يندم على فعلها و
أن يعزم عزما جازما أن لا يعود الى مثلها ابدا فان
كانت المعصية تتعلق بآدمي فلها شرط رابع وهو رد
الظلامة الى صاحبها او تحصيل البراءة منه والتوبة اهم
قواعد الاسلام وهي اول مقامات سالكي طريق الآخرة
(ہمارے اصحاب اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ توبہ کی تین شرطیں
ہیں معصیت کو ترک کرے اپنی معصیت پر نادم ہو اور عزم بالجزم
کرے کہ معصیت کا دوبارہ کبھی ارتکاب نہ کرے گا اگر معصیت کا
تعلق کسی شخص سے ہو تو توبہ کی چوتھی شرط ہے کسی شخص پر
اس کا حق چھین کر ظلم کیا گیا ہو تو صاحب حق کو اس کا حق واپس
کیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو صاحب حق سے برأت حاصل
کی جائے۔ توبہ اسلام کے اہم قواعد بنیادوں میں سے ہے۔ اور
طریق آخرت کے سالکین کا پہلا مقام ہے)۔

بعض بزرگوں نے توبہ کی تعریف میں کہا ذوبان الحشا
لما سبق من الخطاء خطاء سابق کے باعث دل کا پگھل
جانا اس میں صرف الم کی طرف اشارہ ہے کسی نے یہ تعریف کی۔
نار القلب تلتهب وصدع الكبد لا ينشعب، دل میں
مشتعل آگ اور جگر میں ناقابل اندمال زخم۔ معنیٔ ترک کے
لحاظ سے کسی نے یہ بیان کیا خلع لباس الجفاء ونشر بساط
الوفاء۔ جفا کا لباس دور کرنا اور وفا اور طاعت کا فرش
بچھانا۔ سہیل بن عبداللہ التستری نے بیان کیا: التوبة
تبديل الحركات المذمومة بالحركات المحمودة و
لا يتم ذلك الا بالخلوة والصمت وأكل الحلال حرکات
مذمومہ کا حرکات محمودہ سے بدل دینا اور یہ خلوت، خموشی
اور اکل حلال کے بغیر ممکن نہیں۔ اس میں توبہ کے تیسرے
عنصر عزم وقصد کی طرف اشارہ ہے۔ توبہ کی تعریف میں بیشمار
اقوال منقول ہیں۔ توبہ کے ان تینوں عناصر اور ان
میں باہمی لزوم وترتیب کا لحاظ کیا جائے تو یہ امر واضح
ہو جائے گا کہ توبہ کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں، وہ حقیقت
توبہ کے کما حقہ اظہار سے قاصر ہیں۔

توبہ کا وجوب اور اس کی فضیلت

ہر صاحب بصیرت پر جس کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے
نور ایمان سے کھول دیا ہے وجوب توبہ واضح ہے۔ جس کو
اللہ کے فضل سے ایمان کی روشنی حاصل ہے نورهم يسعى بين
ايديهم وبأيمانهم (ان کا نور ان کے سامنے اور داہنے
رواں ہے) وہ جہل کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے گذر جاتا
ہے يخرجهم من الظلمت الى النور قدم قدم پہ قائدوں
کی قیادت سے مستغنی ہوتا ہے۔ بعض راہرو نابینا اور بعض
صاحب بصیرت ہوتے ہیں۔ جو نابینا ہوتے ہیں وہ راہ کے

ہر پیچ وخم میں قائد کے محتاج ہوتے ہیں۔ جو صاحبِ
بصیرت ہوتے ہیں، راہ بتلادی جائے تو راہِ ہدایت
پر خود چل پڑتے ہیں۔ دین کے طریق پر چلنے والوں
میں بھی دو تو قسم کے راہرو ہیں۔ بعض وہ ہیں جنہیں
تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ ہر قدم پر کتاب اللہ، اور
سنت رسول اللہ کے نصوص بیان کرنے کے علاوہ
ان کی تطبیق کے بھی محتاج ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات
یہ بھی ان کی دسترس سے باہر ہے اور انہیں ایک قائد
کی ہر وقت حاجت رہتی ہے۔ عمر طویل کے باوجود السیوں
کی سیر وسلوک قاصر ہے۔ بعض خوش نصیب ہیں جن کے
سینوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔
فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام
(۱۲۵:۶)
جس کسی کو خدا چاہتا ہے سعادت و
کامرانی کی راہ دکھادے۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے
کھول دیتا ہے تو ان کو اپنے رب کیطرف سے روشنی
حاصل ہے یھدی اللہ لنورہ من یشاء (۲۴:۳۵)
ایسوں کو ہر ہر موقعہ پر نصوص کتاب وسنت کے تفصیلی
بیان اور تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مشکل سے مشکل
اور دشوار گزار راہوں سے صرف ایک اشارہ پانے
پر باآسانی گذر جاتے ہیں۔ وجوب توبہ کا علم حاصل کرنے
کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ وہ اپنی بصیرت کی
روشنی سے توبہ کی حقیقت ملاحظہ کریں اور پھر وجوب
کے معنی پر غور کریں۔ اور ان دونوں کو ایک جا کر کے دیکھیں،
تو انہیں کوئی شبہ نہ ہوگا کہ توبہ واجب ہے اور توبہ کے لئے وجوب
ثابت ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ سعادت ابدی کے حصول، اور
ہلاکت ابدی سے نجات کے لئے جو امر یا امور ناگزیر ہیں، وہ
واجب ہیں کیونکہ کسی فعل یا ترک کے ساتھ سعادت یا شقاوت
کا کوئی علاقہ نہ ہو تو اس فعل یا ترک کے واجب ہونے کے کوئی
معنی نہیں۔ جب صاحب بصیرت وجوب کے معنی سمجھ لیتا ہے کہ وہ
سعادت ابدی کا وسیلہ ہے اور یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ آخرت
میں لقاء باری تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔ اور ہر وہ
شخص جو باری تعالیٰ سے محجوب ہے، وہ شقی و بدبخت ہے۔
نارِ فراق و نارِ جہنم میں گرفتار ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے، کہ
اتباع شہوات اور اس عالم فانی سے دل بستگی کے سوا باری
تعالیٰ سے دور کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اور یہ بھی جانتا ہے
کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے قربت کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ اس دنیاء
فانی کی زینتوں اور لذتوں سے دل کا کوئی علاقہ نہ رہے اور
اپنے پورے دل کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ ہمیشہ اس
کے ذکر سے اپنے دل کو مملو کرے اور حسب استطاعت اس کے
جلال و جمال کی معرفت کے ذریعہ سے اس سے محبت کرے۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ معصیت اور گناہ کی وجہ سے بندہ
اللہ سے محجوب اور اس کے لقاء سے محروم ہے اور فی الواقع
اللہ تعالیٰ سے اعراض وروگردانی اور اس کے دشمن شیاطین
کے خواہشات کی طاعت وفرماں برداری ہی گناہ ومعصیت ہے۔

ایسا صاحب بصیرت یقیناً جانتا ہے کہ اللہ سے دور کرنے والی راہ سے پلٹ جانا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر تقرب الٰہی ناممکن ہے معصیت اور شیاطین کی طاعت و فرماں برداری سے پلٹ جانا اور اللہ کی راہ پہ دوبارہ قدم زن ہونا، علم ندم اور عزم ان تین باتوں سے متحقق ہوتا ہے۔ جب تک یہ یقینی علم نہ ہوگا کہ معصیت اللہ کی دوری کا سبب ہے، ندامت نہ ہوگی اور اللہ سے دوری کا الم نہ ہوگا اور جب تک دل المناک نہ ہوگا وہ اللہ کی طرف رجوع نہ کریگا اور توبہ کے لغوی معنی رجوع ہی کے ہیں، جو شخص ایسا خوش نصیب نہ ہو اور اس مقام بلند پہ فائز نہ ہو جیسا کہ اکثر انسانوں کا حال ہے تو اس کے لئے تقلید و اتباع میں بڑی گنجائش ہے، وہ تقلید اور پیروی کے ذریعہ ہلاکت سے نجات پاسکتا ہے۔ اس کو چاہئے کہ، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نصوص ظاہرہ اور اقوال سلف صالحین کو پیش نظر رکھے اور ایک ایسے قائد اور راہنما کی رہنمائی میں طریق آخرت پہ چلے جس کے علم، تقویٰ اور دیانت پہ اس کو کامل وثوق ہو۔

توبہ کے واجب ہونے اور اس کی فضیلت کے متعلق چند نصوص کتاب وسنت ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون اور نیز فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا اور نصوح کے معنی ہیں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اور تمام شوائب اور آمیزشوں سے پاک ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد توبہ کی فضیلت پہ دلالت کرتا ہے ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التائب حبیب اللہ اور نیز فرمایا التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی سے زیادہ بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے جو کسی مہلک صحرا میں اپنی سواری کے ساتھ جس پہ اس کے کھانے پینے اور ضرورت کا تمام سامان تھا رات گذارنے کے لئے اپنی منزل کرے اور پھر زمین پہ اپنا سر رکھ کر سو جائے اور پھر جاگے تو اپنی سواری کو نہ پائے۔ اس کی تلاش میں نکلے، پھر بھوک پیاس اور شدتِ حرارت سے بے تاب ہو کر یہ ارادہ کرلے کہ جہاں رات گذاری اور جہاں سے سواری گم ہوی اسی مقام پہ جاکر سو جاؤں یہاں تک کہ موت آجائے۔ پھر وہاں اپنے بازو پہ سر رکھ کر موت کے انتظار میں سو جائے، پھر جاگ اٹھا تو اپنی سواری کو اپنے تمام زادراہ کے ساتھ اپنے سامنے موجود دیکھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس آدمی کو اپنی سواری کی بازیابی سے جو خوشی ہوی اس سے

بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ وہ شخص اللہ کا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو انتہاء خوشی کے عالم میں وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تو فرشتوں نے آدم کو تہنیت اور مبارکباد دی جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام آئے اور کہا اللہ نے تیری توبہ قبول کی۔ تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں، آدم علیہ السلام نے فرمایا اگر اس قبولیت توبہ کے بعد سوال ہو تو میرا کیا مقام ہوگا، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو نے اپنے متعلقین کو تعب و مشقت کی وراثت دی اور میں نے انہیں قبولیت توبہ کا وارث بنایا۔ ان میں سے جو بھی مجھے پکاریگا میں اس کی پکار سنوں گا۔ جیسے میں نے تیری پکار سنی۔ جو مجھ سے مغفرت چاہے میں مغفرت میں بخیلی نہیں کروں گا کیونکہ اے آدمؑ میں قریب و مجیب ہوں۔ توبہ کرنے والوں کو ان کی قبروں سے شادماں اور خوش وخرم اٹھاؤں گا اور ان کی دعائیں قبول ہونگی۔

توبہ کے واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ امت کا اجماع بھی ہے کہ توبہ واجب ہے اور توبہ کے واجب ہونے کا علم بھی واجب ہے۔ ایمان کے وجوب میں یہ امر بھی داخل ہے اور معصیت اور ذنوب مہلکات ہیں۔ اور اللہ سے دور کرتے ہیں غفلت کبھی تذبذب اور حیرانی کا باعث ہو جاتی ہے۔ وجوب توبہ کے علم سے مراد اس غفلت کا ازالہ ہے اور اس کے ازالہ کے واجب ہونے میں بھی کوئی خلاف نہیں ہے۔ توبہ کے مفہوم میں فی الحال ترک معصیت اور مستقبل میں ترک معصیت کا عزم نیز پچھلے زمانہ کی معصیت اور گناہ اور تقصیر کی تلافی اور تدارک بھی شامل ہیں۔ توبہ کے واجب ہونے سے یہ امر بھی لازم ہے کہ توبہ کے یہ تینوں عناصر بھی واجب ہیں۔ ان کے واجب ہونے میں کسی کو شک نہ ہوگا۔ پچھلے گناہ و معصیت طغیان و سرکشی پر ندامت اور حزن وغم بھی واجب ہے کیونکہ توبہ کی یہی روح اور حقیقت ہے۔ اسی سے تلافی مافات اور تدارک ممکن ہوتا ہے۔ اپنی عمر کو رائگاں اور ضائع کر کے غضب الٰہی کے موجب اور عذاب آخرت کے مستحق ہو جانے کا ادراک ہوتے ہی لازمی طور پر الم پیدا ہوتا ہے۔ اور الم کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ دل میں ایک درد اٹھتا ہے، آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ پچھلی معصیتوں کی جب یاد آئے گی تو بے اختیار رونے لگیگا، یہ بھی توبہ کی ایک ظاہری علامت ہے۔

توبہ کا فوری طور پر واجب ہونا

معاصی اور گناہوں کے مہلک اور سم قاتل ہونے کا علم شجر ایمان کی ایک فرع 'ایک شاخ ہے۔ ایمان بلا تاخیر اور فوری طور پر واجب ہے۔ اسی طرح گناہوں کے مہلک ہونے کے علم و یقین کے ساتھ بلا تاخیر

تو یہ بھی واجب ہے۔ جس علم سے مقصود یہ ہے کہ وہ باعث عمل ہو تو اس علم کی ذمہ داریوں سے کوئی اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک اس علم سے عمل لازم و متصل نہ ہو جائے۔ گناہوں کے مہلک ہونے کے علم سے مقصود یہ ہے کہ وہ گناہوں کے ترک کا باعث ہو جائے جو گناہوں کو ترک نہ کرے، وہ ایمان کی اس فرع کو ضائع اور رائگاں کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ لا یزنی الزانی وھو مؤمن اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے مطلق ایمان کی نفی مراد نہیں ہے۔ اس قول میں ایمان کی نفی سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ زانی کا فعل زنا زانی کو اللہ سے دور کر دیتا اور غضب الٰہی کا مستوجب بنا دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص جس سے طبیب نے کہا ہو کہ فلاں چیز زہر قاتل ہے اس کو مت کھاؤ وہ زہریلی چیز کھالے تو یہی کہا جائے گا کہ اس شخص کو اس بات کا یقین نہیں ہوا کہ وہ چیز زہر قاتل ہے۔ یہ نہیں کہ اس کو طبیب کے وجود کا یا اس کے طبیب ہونے کا یقین نہیں تھا۔ اگر اس کو اس چیز کے زہر ہونے کا یقین ہوتا تو ہرگز نہ کھاتا۔ اس طرح گنہگار لازمی طور پر ناقص الایمان ہے۔ ایمان کا صرف ایک باب نہیں بلکہ ستر سے کچھ زائد ابواب ہیں جن میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کی شہادت، اور سب سے ادنیٰ راستہ سے نجاست دور کرنا ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے، کہ انسان ایک وجود نہیں بلکہ ستر سے کچھ زائد وجودات ہے جس میں سب سے اعلیٰ قلب و روح اور سب سے ادنیٰ اپنے جسم سے گندگی کو بایں طور دور کرنا کہ خط بنایا ہوا ہو، ناخن کاٹے ہوئے اور جسم کو میل کچیل سے پاک کئے ہوئے تاکہ وہ ان بہائم سے ممتاز ہو، جو اپنی گندگی اور نجاست میں لت پت، مکروہ صورت ناخن بڑھے ہوئے وغیرہ ہوتے ہیں۔ ایمان بھی انسان کے مانند ہے، شہادت توحید کا فقدان ایمان کا کلی طور پر بطلان ہے جیسے روح کا فقدان۔ جس نے صرف شہادت توحید و رسالت پر اکتفا کیا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس میں صرف روح و قلب ہے۔ اور تمام حواس ظاہری و باطنی سے محروم ہے۔ جس شخص کا یہ حال ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ موت کے قریب ہے اور روح کو قوی کرنے والے تمام اعضاء و جوارح سے محروم ہے۔ اسی طرح جس شخص میں صرف اصل ایمان ہو اور تمام اعمال سے قاصر ہو جن سے ایمان کو قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ اپنے شجر ایمان کے اکھڑ جانے کے قریب ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایسے حال میں ملک الموت نمودار ہو تو اس کی ہولناکیوں کے باعث اس کا استیصال ہو جائے۔ اس وقت کی ہولناکیوں اور خوفناکیوں میں اس ایمان کا جس کی بنیاد یقین پر نہ ہو اور اعمال حسنہ کی شاخیں مفقود ہوں، ثابت اور قائم رہنا بسا اوقات ہے۔ اس حال میں سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے لیکن وہ ایمان جو پیہم اور ہر وقت کے اعمال حسنہ سے

قوی ہو۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ راسخ اور ثابت رہے الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء ٥ تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ٥ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار ٥ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء ٥ (۱۴: ۲۴-۲۷) کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے کس طرح ایک مثال بیان کی؟ ایک اچھی بات کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھا درخت، جڑ اسکی جمی ہوی اور ٹہنیاں آسمان میں پھیلی ہوی اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل پیدا کرتا رہتا ہے۔ اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ سوچیں سمجھیں اور نکمی بات کی مثال کیا ہے، جیسے ایک نکما درخت زمین کی سطح پر، اس کی جڑ کھوکھلی، جب چاہا اکھاڑ پھینکا اُس کے لئے جماؤ اور قرار نہیں۔ اللہ ایمان والوں کو جمنے اور مضبوط رہنے والی بات کے ذریعہ ثبات اور مضبوطی دیتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی اور نافرمانوں پر مضبوطی اور ثبات کی راہ گم کردیتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وہ گنہگار اپنے گناہوں کی پاداش میں خلود نار اور دوزخ کے ابدی عذاب سے نہیں ڈرتا اور اپنے تئیں مامون سمجھتا ہے۔ اس کی مثال اس تندرست آدمی کی سی ہے جو اپنی شہوتوں میں منہمک ہے اور اپنی ظاہری تندرستی کی بنا پر اپنی موت کے اچانک واقع ہونے سے بے خوف ہے لیکن تندرست آدمی کو بھی بیماری کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور جب بیمار ہوتا ہے تو موت سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح گنہگار کو سوء خاتمہ کا خوف رہتا ہے اور اگر خاتمہ بُرا ہو تو نعوذ باللہ خلود نار اور دائمی عذاب لازم ہوتا ہے۔ ایمان کی نسبت سے گناہوں کی وہی حیثیت ہے جو صحت بدن کے لئے مہلک اور مضر اشیاء کے استعمال کی ہے۔ مضر اشیاء بدن میں اپنے اثرات جمع کرتے جاتے ہیں اور اس کو اس وقت اس کا شعور ہوتا ہے جب اخلاط کے توازن بگڑنے کی وجہ سے مزاج بگڑ جاتا ہے، یکایک بیماری کا احساس ہوتا ہے۔ اور علاج کا درپے ہوتا ہے۔ مرض کے اسباب کا کھوج لگاتا اور ان اسباب کے دُور کرنے کی فوری تدبیر کرتا ہے۔

وہ اس فانی زندگی کے لئے سب کچھ کرتا ہے تو پھر جو آخرت کی حیات ابدی کا طالب اور عذاب دائمی سے بچنا چاہتا ہے، اس کے لئے فوری طور پر بلا تاخیر اپنے امراض روحانی کے علاج کے درپے ہونا کس قدر واجب نہ ہوگا اور اس معالجہ میں سب سے پہلے توبہ کا عمل ہے۔

جس شخص نے زہر کھالیا، جب وہ زہر کھا کر پچھتاتا

ہے تو وہ فوراً اپنے جسم سے زہر کے اثرات کو دُور کرنے کے لئے قئی کرتا اور اپنے معدہ اور آنتوں اور دیگر اعضا کا تنقیہ کرتا ہے۔ اگر اس میں تاخیر ہوئی تو موت آجاتی ہے۔ تو جو شخص روح اور امور آخرت کے لئے سم قاتل گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے یہ کس قدر واجب نہ ہوگا کہ ان گناہوں کے اثرات کو اپنے قلب وروح سے دُور کرنے کے لئے فوری کوشش کرے۔

اگر تاخیر ہوئی اور علاج ومداوا کا وقت گزر جائے تو کوئی پرہیز اور کوئی بچاؤ کی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ نہ واعظوں کا وعظ، نہ ناصحوں کی نصیحت مفید ہوگی، ہلاک ہونے والوں میں اس کا شمار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہوگا انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون ۝ وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینا ھم فھم لا یبصرون ۝ وسواء علیھم ءانذرتھم أم لم تنذرھم لا یؤمنون ۝ (۳۶: ۸-۱۰) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دئے جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں، تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے (یعنی سر نہیں جھکا سکتے) اور ہم نے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار بنا دی ہے گویا ہر طرف سے ان کا راستہ بند کر دیا گیا ہے اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ (قبول حق کی استعداد انہوں نے گنوا دی، انکار حق کے نتائج سے) تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں)۔

آیت مذکورہ میں "لا یومنون" کی عبارت سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ یہاں کافر ہی مراد ہیں۔ یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ ایمان کے ستر سے زائد ابواب وفروع ہیں، عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ افضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان۔ اور یہ کہ زانی زنا کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا، جو ایمان کے فروع سے عاری اور محروم ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ اصل ایمان سے بھی محروم ہوجائے جیسا کہ وہ شخص جو ممد حیات اعضا وجوارح سے محروم ہے وہ روح کو جدا کرنے والی موت کیطرف کشاں کشاں چلے جاتا ہے، پس فروع کے بغیر اصل کی بقا مخدوش ہے اور اصل کے بغیر فروع کا وجود نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں۔ ایسا ہی تعلق علوم مکاشفہ میں جو ایمان اور ایمانیات سے متعلق ہیں اور علوم معاملہ میں ہے۔ علوم معاملہ سے مراد وہ علوم ہیں، جن میں عمل اور اس کے متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ اگر علوم معاملہ عمل کا باعث نہ ہوں تو ان کے وجود سے ان کا عدم بہتر ہے۔ اگر ان علوم پر عمل نہ کیا جائے جن سے مقصود ہی عمل ہے تو یہی علوم اس کے خلاف حجت ہوں گے اور اسی لئے

عالم فاسق کا عذاب جاہل فاسق سے زیادہ شدید ہے۔
جیسا کہ اخبار و روایات سے ثابت ہے۔

توبہ کے بلا تاخیر واجب ہونے کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب اور احساس گناہ کے فوراً بعد توبہ کرنا ہی قبولیت توبہ کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبة علی اللہ الذین یعملون السوء بجھالة ثم یتوبون من قریب فاولئك یتوب اللہ علیھم (۴: ۱۷)

یہ بات البتہ یاد رہے کہ اللہ کے حضور توبہ کی قبولیت ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو برائی کی کوئی بات نادانی اور بے خبری میں کر بیٹھتے ہیں تو پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں تو بلا شبہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ اللہ بھی اپنی رحمت سے ان پہ لوٹ آتا ہے۔ اس آیت کی ابتداء لفظ انّما سے کی گئی ہے جو مفید للحصر ہے، جس میں یہ مفہوم ہوتا ہے۔ اللہ کے حضور توبہ کی قبولیت کا وعدہ انہیں لوگوں سے ہے جو نادانی سے بُرائی کرتے اور پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

دوسرا امر یہ ہے کہ اصولیین نے یہ بیان کیا ہے کہ جب حکم کسی موصوف بالوصف یا مشروط بالشرط پر ہو تو اس کا یہ مفہوم ہوگا وصف یا شرط کی عدم موجودگی میں حکم صادق نہ ہوگا۔ اس آیت میں قبولیت توبہ کا حکم لام تخصیص کے ساتھ ان دو وصفوں یا شرطوں کے ساتھ کیا گیا۔ اس آیت میں جو دو وصف تا بئین کے بیان کئے گئے ہیں وہ شرط کے معنی میں ہیں۔ یعنی اگر ان کی بُرائی نادانی و جہل سے ہو اور اس کا توبہ بھی بلا تاخیر (من قریب) ہو تو توبہ کی قبولیت بھی صادق آئے گی۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ برائی کا صدور دیدہ دانستہ جان بوجھ کر ہو اور فوراً نہ ہو تو پھر ایسوں کی توبہ کی قبولیت و عدم قبولیت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

تعجیل توبہ کا دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ کوئی یہ نہیں جانتا کہ موت کب آئیگی اور موت کے وقت کی توبہ مقبول نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ توبہ قبول کرنے یا رد کرنے کا حق ہے فرمایا ہے ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئك اعتدنا لھم عذابا الیما (۴-۱۸) لیکن ان لوگوں کی توبہ توبہ نہیں، جو (ساری عمر تو) برائیاں کرتے رہے لیکن جب ان میں سے کسی کے آگے موت آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا اب میں توبہ کرتا ہوں۔ (ظاہر ہے کہ ایسی توبہ سچی توبہ نہ ہوگی) اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی توبہ نہیں جو دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں۔ ان تمام لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔ اسی بنا پر فرعون کی توبہ بھی قبول نہیں ہوئی۔ قال تعالیٰ وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعھم فرعون وجنودہ بغیا وعدوا حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انه لا الٰه الا الذی اٰمنت به بنوا اسرائیل وأنا من المسلمین ۝ آلئٰن وقد عصیت من

قبل وکنت من المفسدین ٥ فالیوم ننجیك ببدنك لتکون لمن خلفك آیة وان کثیرا من الناس عن اٰیاتنا لغٰفلون ٥ (۱۰: ۹۰-۹۲)

"پھر ایسا ہوا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اُتار دیا۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا۔ مقصود یہ تھا کہ ظلم و شرارت کریں لیکن حالت جب یہاں تک پہنچ گئی کہ فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا تو اس وقت پکار اٹھا "میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پہ بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی اسی کے فرماں برداروں میں ہوں"۔ (ہم نے کہا) ہاں اب تو ایمان لایا حالانکہ پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو دنیا کے مفسد انسانوں میں سے ایک (بڑا ہی) مفسد تھا۔ پس آج ہم ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو بچا لیں گے (مگر تو موت سے بچ نہیں سکتا) تاکہ ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آنے والے ہیں، قدرت حق کی ایک نشانی ہو اور اکثر انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں کی طرف سے یکقلم غافل رہتے ہیں —— پس چونکہ کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ اسکی موت کب آئے گی۔ وہ توبہ کرنے میں جلدی کرے۔ وقت کو غنیمت سمجھے اور توبہ کرنے میں تاخیر نہ کرے۔ (باقی آئندہ)

(جس میں تمام اشخاص پر اور تمام احوال میں وجوب توبہ اور بقیہ موضوعات پر بحث کی جائے گی۔)

لحظة ممتعة في رياض القرآن

بقلم
المولوي ب. ك
موسى الباقوي الكلفري
الاستاذ بكلية
دار العلوم لطيفية
حضرت مكان ويلور

لا عجب فى كون القرآن يأتى بالعجائب فى كونه يأتى بالخوارق والمعجزات التى تفوق الفلسفة والعلم والتاريخ اما مما موقف العاجز الحائر فانه كلام علام الغيوب عالم السر واخفى كلام الحكيم الخبير الذى لا يعزب عن علمه مثقال ذرة فى الارض ولا فى السماء، يزلزل القلوب ويذهلها ، ويدهش العقول ويفكرها ، ويوقع فى النفوس تأثيرا جارحا عميقا ، فذالك حين تغشاها هيبة القرآن وعظمته وتملكها رعشته وقشعريرته ، ان فى القرآن قوة تزلزل الجبال الراسيات وتصدعها ، قوة تفتح اقفال القلوب وتوقظها بالتأمل والتفكير ، و تثقب اغطية الآذان وتنفذ كلماتها الى اعماقها ، وتزيل اغشية الابصار وتجيلها فى ملكوت السموات والارض قوة تشرح الصدور وتنير البصائر ، تلك القوة التى اشار اليها قول رب العالمين " لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله ، وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون (الحشر) ولو ان قرآنا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتى (الرعد)

نعم ان وقعة الكلمات القرآنية فى القلوب اثقل من الف مطارق ، ان فى كلماته لاعما لا ساحرة غريبة ، ان فيها لقوات مغناطيسية تجذب اليها النفوس بكليتها ، وتحلق بالافكار الى اجواء السموات وتطير بها الى الملكوت الاعلى ، تصيد سهام تلك الكلمات العذبة الحلوة الساحرة الانسان فتملك قلوبه ومشاعره ، قد يكون الد خصومه واعدى عدوه يخرج معلنا بحربه ساعيا فى عداوته ، لكن العجب تصيده سهام الكلمات القرآنية فى حين غرته فتوقفه مدهوشا مجروحا ، ولا يملك عينيه تفيض منها الدموع ، تلك غرائب الكلمات الالهية ، تلك الهداية الربانية ، تلك هداية الله يهدى بها من يشاء الى صراط مستقيم ـ

وقد احس عمر بن الخطاب رضى الله عنه مااحسّ حين ماسمع قارئا يقرأ " والطّور وكتاب مسطور، فى رقّ منشور، والبيت المعمور، والسقف المرفوع، والبحر المسجور، انّ عذاب ربّك لواقع ماله من دافع" فارتكن الى الجدار ثمّ عاد الى بيته يعوده الناس شهرا -

انّ القرآن هو السّرّ العجيب الّذى وهب للاسلام الصدّيق والفاروق، هو الذى رفع الاعراب الجلف من رعاة الغنم الى قادة الامم، فانّ فيه سرّ الاكسير الّذى يحوّل النحاس الفضة ذهبا خالصا، هو الذى كسر لاكاسرة ورغم انوف القياصرة، هو الذى هيّئ سبيل الغلبة والنصر فى المعارك للطّائفة العزلاء الضّعفاء على القوّات المسلّحة، فان فيه سرّ القنابل الذّرّيّة والمدافع الكهربائيّة، هو الّذى اتى بالعجائب الّتى تشهد لها التواريخ، وتشهد لها مشاهد بدر وحنين والاحزاب، هو الذى جعل الدّاعدائه من خلّص اصفيائه -

وما احسن ما قال محمد بن سعيد البوصيرىؒ :

دامت لدينا ففاقت كلّ معجزة	من النبيين اذ جاءت ولم تدم
ما حوربت قطّ الّا عاد من حرب	اعدى الاعادى اليها ملقى السّلم
ردّت بلاغتها دعوى معارضها	ردّ الغيور يد الجانى عن الحرم،
لها معان كموج البحر فى مدد	وفوق جوهره فى الحسن والقيم
فما تعدّ ولا تحصى عجائبها	ولا تسام على الاكثار بالسّأم

فالقرآن هو المعجزة الخالدة الباقية ابد الآباد وقد انقرضت معجزات سائر الانبياء بانقراض حياتهم، انّ اصوات القرآن تقرع اذان كافّة الناس جيلا بعد جيل" وان كنتم فى ريب ممّا نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا النار الّتى وقودها النّاس والحجارة (البقرة)

انّ هذا الخطاب الى كلّ عربيّ وعجمى، الى كلّ احمر وابيض واسود، الى النّاس جميعا، الذين كانوا فى حياة محمّد صلى الله عليه وسلّم ومن يكون بعده الى يوم القيٰمة، انّ هذا التحدّى يسمع من ذلك اليوم الى يومنا هذا كلّ بليغ وفصيح، يسمعه كلّ اديب وشاعر، يسمعه

كلّ عدوّ ومسالم للقرآن، يسمعه كلّ مكتشف ومخترع، يسمعه كلّ عاقل ومفكّر، يسمعه كلّ ملحد وزنديق، يسمعه كل يهوديّ ونصرانيّ، وكلّ صيهوني ومستشرق لكنّهم عجزوا ... وعجزوا ... جميعا عن اتيان مثل اقصر سورمن القرآن، عجزوا عن اتيان مثل ما يجمع ثلاث آيات بقدر سورة الكوثر، فانه لوكان في وسعهم مظنّة لتكذيبه لما توانوا عنه لحظة مع غاية اجتهادهم وتعاونهم فى معارضة القرآن وعداوته واطفآء نوره كيفما استطاعوا، ولكن القرآن يعلن باجهر صوته، انّ ذاك الاتيان غير ممكن ويقول "ولن تفعلوا" اليست هذه معجزة الدّهر؟ اليست هذه اعجوبة يشهدها العصر الحاضر؟

وقال الاستاذ سيّد قطب رحمه الله :

والشأن فى هذا الاعجاز هو الشأن فى خلق الله جميعا وهو مثل صنع الله فى كلّ شئ وصنع الناس، ان هذه التربة الارضية مولّفة من ذرّات معلومة الصفات فاذا اخذ الناس هذه الذّرّات فقصارى ما يصوغونه منها لبنة او اجرة او آنية او اسطوانة، او هيكل او جهاز كائنا فى دقّته مايكون، ولكنّ المبدع يجعل من تلك الذّرّات حياة، حياة نابضة خافقة تنطوى على ذلك السّرّ الالهيّ المعجز .... سرّ الحياة ... ذالك السّرّ الّذى لايستطيعه بشر ولا يعرف سرّه لبشر، وهكذا القرآن حروف وكلمات يصوغ منهما البشر كلاما واوزانا، ويجعل منهما الله قرآنا وفرقانا، والفرق بين صنع البشر وصنع الله من هذه الحروف والكلمات هو الفرق مابين الجسد الخامد والرّوح النابض، هو الفرق بين صورة الحياة وحقيقة الحياة،

(فى ظلال القرآن)

انّ القرآن هو الكتاب المنزّل من السّمآء لتحيا به القلوب وتنشرح به الصّدور فتنزل الكلمات الالهيّة من السّماء على محمّد صلى الله عليه وسلّم فتلقاها القلوب الحيّة فتتفتح وتنشرح وتتحرّك فتصير بهيجة ناضرة مشرقة مستنيرة كما ينزل الماء من السماء فتقبله الارض فتكون حيّة خضرة بالنباتات والازهار المختلفة الالوان" افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربّه" فصارت تلك القلوب تنبت وتثمر من افنان العلوم المختلفة الشهيّة الطريّة

فيها الوان المعارف الزّاهرة البهيجة، فيها انوار الافكار المشرقة الثاقبة المستضيئة فيها معادن الحكم النفيسة القيمة، فيها ينابيع الاستكشافات والتجارب العلميّة الفوّارة۔

فايقظ القرآن القلوب من سنة الغفلة والجمود، ونعش الهمم القاعدة والعزائم الفاترة، واخرج النّاس من الظلمات الحالكة الى النور والضّياء، وامرهم ان يتفكروا فى هذا الكون، الكتاب المفتوح، فى آيات السموات والارض، فى آيات الليل والنهار واختلافهما فى آيات الرّياح والامطار والرّعد والبرق والحادثات الجوّيّة، فى آيات الشمس والقمر والانجم الزّاهرة، فى آيات الافلاك والبروج، فى آيات النباتات والازهار والاثمار المختلفة الالوان والمقادير، فى آيات الجبال الرّاسيات والبحار الزّاخرة والانهار الجارية، فى آيات اللآلى الحسينة البهيجة والمستحصلات البحريّة فى آيات الدّوابّ والانعام والطيور الصّافّات فى جوّ السّماء۔

ورفع القرآن درجات المتفكرين الى الذّروة العليا وقرّر بانّ اولى الالباب والعقول هم الّذين يتفكّرون فى خلق السّموات والارض، وعظّم رتبة العلم والعلماء وشرّفهم ومجّدهم وقرن رتبة العلماء برتبة الملائكة المقرّبين، فقال شهد الله انّه لا اله الّا هو والملئكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الّا هو العزيز الحكيم"

وذمّ الجامدين الغافلين، الذين لا يتدبّرون ولا يعقلون ابلغ ذمّ فاخرجهم من مقام الانسانيّة وادرجهم فى سلك شرّ الدّواب فقال" انّ شرّ الدّوابّ عند الله الصّمّ البكم الذين لا يعقلون" لهم قلوب لا يعقلون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضلّ واولئك هم الغافلون۔

فالقرآن ينشئ امّة جديدة فى علومها وحكمها، امّة ممتازة فى افكارها وتصوّراتها امّة راسخة فى عقائدها وعاداتها امّة حيّة فى تأمّلاتها واكتشافاتها امّة شديدة فى دفاعها للحقّ وانتصاره، امّة هادئة فى خشوعها واستكانتها، امّة لا تخشى فى الله لومة لائم، امّة لا تلهيها تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة امّة قانتة لله فائقة فى سيرتها واخلاقها، امّة قائمة على حدود شرائعها وقوانينها خاضعة لاوامر ربّها۔

امّة هي ليوث في المعارك ورهبان في المساجد، امّة مقدامة الى الميدان معتقدين انّ الجنة تحت ظلال السّيوف، امّة لها هدف ومطمح في حياتها وموتها، تلك امّة القرآن الامّة المسلمة، خير امّة اخرجت للنّاس تأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر، الامّة التى جعلها الله امّة وسطا لتكون شاهدة على كلّ الامم۔

فاذا كانت هذه ميزة هذه الامة فلا عجب في تفوقها في علومها وافكارها من بين سائر الامم في تبحّرها في الفنون والحكم، في سيادتها على كلّ امّة، في امتيازها بكثرة التصنيف والتأليف في مختلف الفنون والعلوم، لا عجب في اتيان هذه الامّة بالخوارق والعجائب ما دامت متمسّكة بهذا الكتاب الكريم، المنزّل من العليم الحكيم المحيط بكلّ شيئ علما۔

ومن عجائب القرآن ومزيّته من بين الكتب انّ لكلّ اهل فن وعلم فيه منهل ومشرب، وكلّ يغتبط منه بمرامه ومقصده، فترى من نحويّ يجمع آياته وليفرز كلماته من حيث كونها اسماء وافعالا وحروفا ومعربا ومبنيا، وصرفيّ يجمعها لكونها ثلاثية اورباعيّة وصحيحة ومعتلّة وغيرها۔ ومن بليغ يجمعها لكونها استعارة اومجازا او كناية اوكونها مطابقة لمقتضى الحال، اوكونها مجنّسا اومقفّى اومتناسقة اوغيرها ومن اصوليّ يجمع من ناسخه ومنسوخه ومحكمه ومتشابهه وعامه وخاصه وامره و نهيه الى غير ذلك ومن فقيه يلتقط منه احكامه الشّرعية العمليّة، ومن متكلّم يغتبط بالآيات الدّالّة على قدرة الله ووحدانيّته وغيرذلك، ومن فلكيّ يرجع بالآيات المتعلقة بالكون والشّمس والقمر والنجوم والبروج والسماء والارض الى غير ذلك، ومن جغرافيّ يلتقط منه ما يصف الارض واحوالها، ومن مؤرخ يكتفي بما فيه من قصص الانبياء واخبار القرون السّالفة والملوك الخالية الى غيرذلك ومن طبيب يرضيه ما فيه من القوانين الصّحيّة وما فيه ما يتعلّق بالطهارة والنظافة واطوار خلق الانسان وغيرذلك۔

ومن زولوجي (ZOOLOGIST) يختارمنه ما يتعلق بالانعام والحيوانات والدّوابّ المختلفة، ومن نباتي (BOTANIST) يعجبه ما فيه من اوصاف النباتات والاثمار و

الفواكه وازواجها وانواعها وغيرذلك، ومن بسيكولوجي (PSYCHOLOGIST) يدهشه ما فيه عن النفس واحوالها والاوامر الّتى تعطيها الثبات والطمأنينة والرّضا وما يزيل عنها الحزن والاسى وغيرذلك ومن جيولوجي (GEOLOGIST) يرويه ما فيه عن الارض ومختلف قطعها ووصف ينابيعها واوصاف جبالها من الجدد والحمر والبيض و كونها اوتادا للارض رواسى وبيان بدء خلقها وما جرى لها من الاطوار الاربعة وغير ذلك، ومن سوسيولوجي (SOCIALOGIST) تقرّعينه بما فيه من شتى المسائل المتعلقة بعلم الاجتماع، - ومن ميتورولوجي (METEOROLOGIST) يسره ما فيه من احوال الظواهر الجوية من البرق والرّعد والشهب وغيرها فكذلك كلّ اهل فنّ يعجبه ما يرى فيه من مسائل فنّه، ويغتبط به، ولكلّ مفكّر فيه متجر ومربح، فانّ القرآن كالماء النّازل من السّماء فتتلقاه الارض فاذا اصاب منه حبّة حنطة فتنبت حنطة، وما اصاب من حبّه ارزّ ينبت ارزها، وما اصاب من نواة العنب نبت عنبها فهكذا فى حبة كلّ صنف عله

(ما فرطنا فى الكتب من شيئ) (وانزلنا اليك الذكر تبيانا لكل شيئ)

القران والنظريّات العلميّة

انّ القرآن كلام الله سبحانه الذى لايأتيه الباطل من بين يديه ومن خلفه لايزول اعجازه بتعاقب الازمان والدّهور، ولا تنمحي بهجته وضياءه بمرور الشهور والايّام، ولا تنقص روعته وجماله بتطاول القرون والعصور، بل هو غضّ طرىّ بهيج الى الابد لاتبديل ولا تغيير لكلماته يستمدّ منه اهل كلّ عصر، ويستفيد منه كلّ جيل، بخلاف النظريّات والافكار العلميّة والفلسفات العقليّة فانها قابلة للتغيير والتعديل، يمكن ان تكون خطأ وفسادا كما يمكن ان تكون صحيحة وصوابا، انّ الافكار والدّراسات الّتى يظنّ الانسان اليوم انها فى غاية الصّحة والاصابة تد تتبيّن لديه غدا انّ افكاره ودراساته تلك كانت فى غاية الخطأ والفساد، فانّ علوم الانسان وافكاره محدودة قليلة — وما اوتيتم من العلم الّا قليلا

— بخلاف كلام الله الخالق المقتدر علام الغيوب الّذى احاط بكلّ شيئ علما.

فمن افحش الجرائم وابشعها ان نحاول لتطبيق كلام الله تعالى على نظريّاتنا العلميّة الحديثة او القديمة المبنيّة على مجرّد الظنّ والتخمين — فلعلّ بعض الظنّ يكون اثما —

فانّ لكلام الله تعالى قيمته ونفاسته فى كلّ عصرٍ وله نضارته وبهجته فى كلّ زمان، فتطبيقه على نظريّاتنا وتجاربنا انّما هو كبحث الارجل لتطبيق النعال، فحقّ علينا ان نحمل الكلام الالهى على محمله الظاهرىّ حتى الامكان، ولا نصرف عن الظّاهر الّا اذا قام دليل قطعى۔ لكنّ الحقائق العلميّة لها قيمتها فى توضيح بعض الحقائق القرآنيّة وليست مثل التجارب العلميّة التى مبناها الظنّ والتخمين، لكن اذا كان بعض التجارب والنظريّات اشدّ توافقا بظاهر القرآن يجوز ان نظنّ انّ هذه التجارب يمكن ان تكون صحيحة لتوافقها بظاهر القرآن، وامّا ما كان مخالفا لظاهر القرآن فلا نبالى ان نردّه ونرميه الى سلّة المهملات فانّا نعلم يقينا انّ التصريحات القرآنيّة هى الحق الذى لا محيص عنه وان لم يصل عقل الانسان الى حقيقتها الى الآن۔ والانسان يخطئ ويصيب،

فهكذا ينبغى ان يكون موقف مسلم يؤمن بالله وبرسوله وكتابه (ولا تقف ما ليس لك به علم انّ السّمع والبصر والفؤاد كلّ اولئك كان عنه مسئولا (الاسراء) - ان يتبعون الّا الظنّ وانّ الظنّ لا يغنى من الحق شيئا (النجم)

فلا نحاول ان نأوّل ايات القرآن الكريم كما اوّلت هؤلاء الفرقة التى ضاقت حواصلهم عن قبول الخوارق والغيبيّات، وابيقت مشاعرهم بسبب الاكثار من النظريات الحديثة بلا بصيرة ولا تمييز كحاطب ليل۔

قال الشيخ محمد عبده فى تفسير سورة الفيل:

فى بيان قوله تعالى فارسل عليهم طيرا ابابيل: "فيجوز لك ان تعتقد انّ هذا الطير من جنس البعوض او الذباب الذى يحمل جراثيم لبعض الامراض وان تكون هذه الحجارة من الطين المسموم اليابس الذى تحمله الرياح فيعلق بارجل هذه الحيوانات فاذا اتصل بجسده دخل مسامه فاثار فيه تلك القروح التى تنتهى بافساد الجسم وتساقط لحمه، وان كثيرا من هذه الطيور الضعيفة يعدّ من اعظم جنود الله فى اهلاك من يريد هلاكه من البشر، وان هذ الحيوان الصغير — الذى يسمّونه الآن بالمكروب — لا يخرج عنه وهو فرق وجماعات لا يحصى

عددها الّا بارئها. ولا يتوقف ظهور اثر قدرة الله تعالىٰ فى قصم الطاغين علىٰ ان يكون الطير فى ضخامة رؤس الجبال ولا علىٰ ان يكون من نوع عنقاء مغرب ولا علىٰ ان يكون له الوان خاصّة به، ولا علىٰ معرفة مقادير الحجارة وكيفية تأثيرها، فللّه جند من كلّ شيئٍ".

ثم قال" هذا ما يصحّ الاعتماد عليه فى تفسير السّورة وما عدا ذلك فهو ممّا لا يصحّ قبوله الّا بتأويل ان صحّت روايته . وممّا تعظم به القدرة ان يؤخذ من استعزّ بالفيل — وهو اضخم حيوان من ذوات الاربع جسما — ويهلك بحيوان صغير لا يظهر للنظر ولا يدرك بالبصر حيث ساقه القدر، لاريب عند العاقل انّ هذا اكبر واعجب وابهر".

هذا ما اختاره الشيخ فى تاويل السّوره مع ان القرآن نصّ علىٰ انّ الله تعالىٰ ارسل الى اصحاب الفيل طيرا ابابيل ترميهم بحجارة من سجّيل، فكيف يمكن ان يراد بالحجارة الطين المسموم، ولم يذكر احد من اصحاب اللغة هذا المعنى للفظ الحجارة او لفظ السجّيل من الطين المسموم، فاىّ حاجة الى صرف اللفظ عن ظاهره ومن معناه اللغوىّ؟ مع انّ قصّة ابرهة واصحابه وبروك فيله دون مكة واهلاك جيشه بالطيور التى جاءت بالحجارة ثابتة مشهورة ، فما الضرورة الداعية للشيخ الى صرف اللفظ عن معناه الذى يعرفه اهل اللغة من لفظ" حجارة من سجّيل" ؟ ولا يعرف اهل اللغة من لفظ الحجارة الطين الذى علق برجل البعوضة، فلو كان ما يعلق برجل البعوضة اوالذباب من اثار الطين التى هى فى غاية الصّغر فى نظرنا يصحّ ان يسمّى لها بالحجارة فى نظر الشيخ فما الذى يسمّيه الشيخ ترابا اوغبارا!! ! وكم مقدار صغره فى نظر الشيخ ؟!!

فلمّا فرّ الشيخ من غير المتعارف وغير المعهود من القدرة الالهيّة فحمل اللفظ علىٰ الطين المسموم وصرف اللفظ عن ظاهره وقع فيما هو اشد واضيق ممّا فرّ منه .

ثم ان سلّمنا انّ المراد بالحجارة الطين المسموم فلِمَ عبّر الله تعالىٰ بلفظ الحجارة ؟ هل ذالك لعجزه تعالىٰ عن اتيان كلمة وافية بهذا المعنى ؟ او لجهله عن معنى هذه الكلمة تعالى الله عن ذلك كله علوّا كبيرا .

على ان الاهلاك بالامراض والعاهات والاهلاك بالحجارة المرمية من السماء كل ذلك متساو فى الدلالة على قدرة الله وليس احدهما ادلّ من الآخر على قدرة الله كما اشار اليه الشيخ سيد قطب رحمه الله، فاىّ ضرورة الى صرف اللفظ عن مقتضاه الظاهرىّ ؟

وقال الشيخ سيد قطبؒ :

فامّا فى هذا الحادث بالذات فنحن اميل الى انّ الامر قد جرى على اساس الخارقة غير المعهودة وانّ الله ارسل طيرا ابابيل غير معهودة — وان لم تكن هناك حاجة الى قبول الرّوايات الّتى تصف حجام الطير واشكالها وصف مثيرا نجد له نظائر فى مواضع اخرى تشى بان عنصر المبالغة والتهويل مضاف اليها - تحمل حجارة غير معهودة تفعل بالاجسام فعلا غير معهود، نحن اميل الى هذا الاعتبار لا لانّه اعظم دلالة ولا اكبر حقيقة ولكن لان جوّ السورة وملابسات الحادث تجعل هذا الاعتبار اقرب

(فى ظلال القرآن)

القرآن والحقائق العلميّة

ان القرآن رغب الناس على الفكر والبحث واثنى على المتفكرين فى مواضع من القرآن "اولم ينظروا فى ملكوت السموٰت والارض وما خلق الله من شيئ (الاعراف) قل انظروا ماذا فى السموٰت والارض (يونس ۱۰۱) اولم يتفكروا فى انفسهم ما خلق الله السموٰات والارض وما بينهما الّا بالحق واجل مسمّى (الروم : ۸)

انّ الحقائق العلميّة انما هى نتائج الافكار الصّحيحة الّتى امر الله النّاس بها، فلا يجوز لنا انكارها، فلها قيمتها ونفاستها فى فهم بعض الاسرار القرآنيّة، والقدرة الالهيّة فلا ننكر الحقائق العلميّة كما يفعله بعض من ينتسبون الى العلم ظنّا منهم انّ انكارها من الدين ولم يعلموا انّ الدّين برئ ممّا يتفوّهون۔

ولقد قال الامام الغزالىؒ فى كتابه (تهافت الفلاسفة) حاملا على علماء الدّين المنكرين للحقائق العلميّة كمعرفة وقت الكسوف والخسوف وغيرها۔

ومن ظنّ انّ المناظرة فى ابطال هذا من الدين، فقد جنى على الدّين وضعف امره

فانّ هذه الامور تقوم عليها براهين هندسيّة وحسابيّة لا تبقى معها ريبة، فمن يطلع عليها ويتحقق من الّتما، ثم يقال له: انّ هذا على خلاف الشرع لم يستريب فيه، وانّما ليستريب في الشرع، وضرر الشرع ممّن ينصره لا بطريقه اكثر من ضرره ممّن يطعن فيه وهو كما قيل: عدوّ عاقل خير من صديق جاهل".

فليس من المعقول ان يأمرنا الله عزوجل بالبحث والعلم والنظر والمعرفة ثم يحرّم علينا ان نأخذ بنتائج هذا العلم والبحث والمعرفة بل على العكس اذا امرنا بالفكر امرنا بنتائج الفكر " فمنذ قيام الاسلام كدين تفتح العقل المسلم على الحياة والعلم والتجربة، وبدأ في حلّ الغاز الكون بعقلية تريد ان تعرف كلّ شيئ وتخضع الكون كلّه للتجربة وتستنتج قوانينه المودعة فيه فقامت الحضارة الاسلامية ازهى ما تكون الحضارة، متدرجة نحو علم اكثر وكشوف اكثر، وممّا لا شك فيه تاريخيّا انّ لقاح الفكر الاسلاميّ التجريبيّ هو الذى ولد العقل الغربيّ التجريبيّ الذى قامت — كثمرة من ثماره — الحضارة العلميّة والصناعة الغربيّة واذا حدث في العالم الغربي ان اصطدمت الحقائق الّتى محصتها التجربة بالدّين الذى كان سائدا هناك، فالذنب ذنب الدّين المحرّف المبدّل الذى لا يصمد امام الحقيقة (من كتاب الله جل جلاله)

فهناك بعض الاعجازات العلميّة الّتى اتى بها القرآن

يقول تعالى: " ويسئلونك عن الرّوح قل الرّوح من امر ربّي وما اوتيتم من العلم الاّ قليلا (الاسراء ٨٥) انّ اليهود سألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرّوح ما هو؟ فامر الله تعالى لنبيّه صلى الله عليه وسلم:

ان يقول " قل الرّوح من امر ربي وما اوتيتم من العلم الاّ قليلا "

انّ هذا لمن اروع الاعجاز القرآني العلميّ، فانّ الله جل وعلا - بيّن لهم بهذا الجواب الباهت انّ علومكم ايها الناس محدودة قليلة - ولو بلغتم الى اوج التفوّق والترقيات العلميّة فلا تطيقون ان تفهموا ذلك السّر — سرّ الروح — وانّ عقولكم قاصرة عن ادراك ذلك السرّ القدسيّ الالهيّ، انّ الانسان اخترع الطيارات، واخترع الصاروخ، ونزل على الكرة القمرية - واكتشف القنابل

الذرّية واكتشف ذا ..... واكتشف ذاك ..... ولكنهم عجزوا جميعا عن فهم سرّ الرّوح!
"وما اوتيتم من العلم الّا قليلا".
وقال الاستاذ سيد قطبؒ:
ولقد ابدع الانسان فى هذه الارض ما ابدع، ولكنّه وقف حسيرا امام ذلك السرّ اللطيف الروح لا يدرى ما هو، ولا كيف جاء، ولا كيف يذهب، ولا اين كان، ولا اين يكون، الا ما يخبر به العليم الخبير فى التنزيل (فى ظلال القرآن)
وقال الاستاذ حوّى:
انّ الله عزّ وجل يتحدّى الذين يؤمنون بغيره الٰهاً مهما كان نوع هذا الاله: طبيعة كان او انسانا، او صنما، ان يخلق هذا الاله المزعوم ذبابا:
"يا ايها الناس ضرب مثل فاستمعوا له انّ الذين تدعون من دون الله لن يخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستنقذوه منه ضعف الطّالب والمطلوب، ما قدروا الله حق قدره (الحج ٧٣-٧٤)
ولقد سار الانسان فى الطريق ليجرب حظه فى هذا التحدى، لا ليصنع ذبابا، بل ليصنع ما هو اقلّ من الذباب فماذا كانت النتيجة؟ لقد كانت ما يلى:
حاولت روسيا ان تبرهن على امكانيّة نشأة الحياة كيماويّا، وذلك — فى زعمها - كدليل تثبت به مذهبها الالحادىّ وكان كلفت بهذا الموضوع (اوبارين) رئيس المعهد الكيميائى للاتحاد السّوفياتى، وطلبت منه ان يتفرغ للبحث فى امر واحد، وهو مدى امكانيّة ايجاد الحياة عن طريق التفاعل الكيميائى، وبعد عمل متواصل قارب عشرين عاما، اعلن حوالى سنة (٦٢) عن انتهائه من دراسة هذا البحث، واعلن عن النتيجة الّتى توصل اليها فى تقرير رسمىّ اذاعته جميع وكالات الانباء فى العالم اذ ذاك، وهى انّ العلم الكيميائى عاجز عن ايجاد الحياة فى المختبر، والعلم لا شان له الا بالمادّة المحسّة — وبدلا من ان يعترف انّ الله هو خالق الحياة، اجاب على سؤال كانت صيغته:
هل التفاعل الكيميّ فى المادّة قادر على بعث الحياة كما انبعثت الحياة الاولى منذ ملايين

السنين وعلى الصورة التى ادعاها ارنست هيكل (HAECKEL) ؟

انّ هذا ممكن ولكن فى كواكب اخرى غير كوكبنا هذا ـ

وهذا تهرب واضح من السؤال حتى لا يحرج، واذن لِم لم نستطع صناعة الحياة وكلّ شئ متوفر ؟ والواقع ان عامة الذين لا يومنون بالله يتهربون من هذا الموضوع بمثل هذه الادعاءات (الله جل جلاله)

قال جل تعالى "سبحان الذى خلق الازواج كلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا يعلمون" ـــ كما خلق البارى تعالى الاحياء كلها ازواجا ـ ذكرا وانثى ـ كذلك جعل النبات ازواجا (فاخرجنا به ازواجا من نبات شتّى) فالنبات فى الغالب يحمل خلايا التذكير وخلايا التأنيث فى النبتة الواحدة واحيانا يكون اللّقاح فى نبتة ذكر منفردة كما هو الحال فى فصائل الحيوانية

يقول الاستاذ الطنطاوى !

" اعلم انّ الزّهرة كزهرة القطن مثلا لها غلاف على لون الخضرة كلون الورق ويسمّى هذا عند علماء النبات (كأسا) وغلاف فى داخله ملوّن باللّون الاصفر او الابيض او الاحمر ويسمّى (تويجا) تصغير تاج فكانه لجماله تاج الملوك، وفى داخل هذين الغلافين يكون التزاوج بين الذكران والاناث كما يكون بين الزوجين فى انواع الحيوان والانسان سوآء بسوآء، وترى فى هذه الزّهرة وفى غيرها كرات صغيرة ناعمة مستعدّة لتصير بزرا متى لقحت كما جعل الله للاناث من انواع الحيوان موادّ فيها تنقلب حيوانا متى حصل اقتراب الذكران من الاناث، وهذه الكرات دائما تكون فى مركز الزّهرة وهذا عضو التانيث ويسمى عندهم (بالبستيل) وهذا البستيل عبارة عن ثلاثة اقسام (١) المبيض: وهو فى القاعدة وفيه الاصول الخلقية القابلة للنّمو وهو كالرّحم والمبيض للحيوان وقد يكون ذا مسكن او عدّة مساكن ـ

(٢) وانبوبة شعرية فيها بعض طول (٣) والجزء العلوىّ وهو كفم لتلك الانبوبة وذلك النغر وهو الذى يقبل اللّقح من عضو التذكير ويوصله الى المبيض بواسطة الانبوبة المذكورة ـ

وترى فى هذه الزهرة القطنية وغيرها ايضا عضوا او اعضاء اخرى محيطة بذلك (البستيل) اى عضو التأنيث وتكون غالبا بينه وبين التويج۔ فاذا نظرت زهرة القطن مثلا فاول مايلقاك كأسها ثم تويجها ثم عضو التذكير وفى الوسط تماما عضو التأنيث الذى استعد لاستقبال اللقح من عضو التذكير الذى احاط به التويج۔ فتلك الورقات الجميلة الزهرية الملونة باللون البهيج فى مختلف النباتات كانها هيئة العرس والافراح التى يقيمها الناس وملابس الزوج والزوجة ايام الزفاف مع الروائح العطرية التى تبهج القلوب وتشرح الصدور۔

فهذه التى يصنعها الناس عادة ويزينون العروس بالبهجة والنضارة وقد خلقها الله للذكر والانثى من النبات وجعلهما فى حلتين جميلتين، احداهما ملونة باجمل الالوان وابهاها واحسنها واجلاها وهناك الروائح العطرية البهجة وترى الحشرات طائفات يغنين كانهن الموسيقى تصدح والمغنيات يزففن العروس الى بعلها والنسمات مطربات يرفرفن بالورق وتسمع حفيف الاشجار وتغريد الاطيار، وترى بهجة النجوم ونور الشمس والجمال والبهاء وكان الدنيا فى عرس۔

وعضو التذكير المذكور عبارة عن رأس مرتفع على حامل له وعلى الرأس المذكور غبار وهو ما يحصل به الالقاح، والنبات ان اشتمل على اعضاء التذكير فقط سمى (فى اصطلاح علماء النبات) ذكرا وان اشتمل على اعضاء التأنيث فقط سمى انثى وان اشتمل عليهما معا سمى خنثى كالداتورة والبنج وغيرهما۔ ويقال ايضا اذا كانت اعضاء التذكير والتأنيث فى نبات واحد كما فى الخروع وفصيلة القرع سمى ذا المسكن وان كانت اعضاء التذكير فى نبات واعضاء التأنيث فى آخر سمى ذا المسكنين كالنخل، وان كانت اعضاء التذكير والتأنيث والخناثى معا فى نبات واحد كما فى الخرنوب والنسط والتين سمى مزاوجا ("تفسير الجواهر")

وهو الذى انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات كل شيئ فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا، ومن النخل من طلعها قنوان دانية وجنات من اعناب والزيتون والرمان مشتبها وغير متشابه انظروا الى ثمره اذا اثمر وينعه ان فى ذالكم لايات لقوم يومنون (الانعام)

فانظر كيف يدعوا الله سبحانه وتعالى الناس الى آيات النباتات والاثمار

والازهار، يحمل الانسان ان ينظر الى ثمره اذا اثمر وينعه ثم يشير الى آياتها الباهرة إن في ذلكم لآيات لقوم يومنون -

وكتب الاستاذ سيّد قطب :

" ومما يوحي بالسمت الجمالي السابغ ذلك التوجيه الربّاني الى تملي الجمال في ازدهار الحياة وازدهائها " انظروا الى ثمره اذا اثمر وينعه " فهو التوجيه المباشر الى الجمال الباهر — للنظر والتملي والاستمتاع الواعي ثم ينتهي هذا الجمال الى ذروته التي تروع وتبهر في ختام الاستعراض الكوني الحيّ حين يصل الى ما وراء هذا الكون الجميل البهيج الرائع ... الى بديع السموات والارض الذي اودع الوجود كل هذه البدائع " . (في ظلال القرآن)

واقرأ ان شئت قوله تعالى " ام من خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فانبتنا به حدائق ذات بهجة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها ءاله مع الله بل هم قوم يعدلون " .

ان منظر الحدائق يبعث في القلب البهجة والنشاط والحيوية ، وتامّل هذه البهجة والجمال النّاضر الحيّ الذي يبعثها كفيل باحياء القلوب ، وتدبّر آثار الابداع في الحدائق كفيل بتمجيد الصانع الذي ابدع هذا الجمال العجيب ، وانّ تكوين زهرة واحدة وتنسيقها ليعجز عنه اعظم رجال الفنون من البشر - وان تموج الالوان وتداخل الخطوط وتنظيم الوريقات في الزّهرة الواحدة ليبدو معجزة تتقاصر دونها عبقريّة الفنّ في القديم والحديث ، فضلا على معجزة الحياة النامية في الشجر — وهي السر الاكبر الذي يعجز عن فهمه البشر وما كان لكم ان تنبتوا شجرها " وسر الحياة كان وما يزال مستغلقا على الناس سواء اكان في النبات ، ام في الحيوان ، ام في الانسان ، فما يملك احد حتى في اللحظة ان يقول كيف جاءت هذه الحياة ولا كيف تلبست بتلك الخلائق من نبات اوحيوان اوانسان ولا بدّ من الرجوع فيها الى مصدر وراء هذا الكون المنظور " -

" سبحان الذي خلق الازواج كلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا يعلمون " .

فقد خلق الله الاحياء ازواجا ، النبات فيها كالانسان ومثل ذلك غيرهما مما لا يعلمون "

وان هذه الوحدة لتشى بوحدة اليد المبدعة التى توحد قاعدة التكوين مع اختلاف الاشكال والاحجام والانواع والاجناس والخصائص والسمات فى هذه الاحياء التى لا يعلم علمها الا الله .... ومن يدرى فربما كانت هذه قاعدة الكون كله حتى الجماد !

وقد اصبح معلوما ان الذرة - اصغر ما عرف من قبل اجزاء المادة - مؤلفة من زوجين مختلفين من الاشعاع الكهربى سالب (ELECTRON) وموجب (PROTON) تيزاوجان و يتحدان، كذلك شوهدت الوف من الثنائيات النجمية تتالف من نجمين مرتبطين، يشد بعضهما بعضا ويدوران فى مدار واحد." (فى ظلال القرآن)

" ان ذرات الكون كلها مؤلفة من جزئيات كهربائية سالبة وموجبة، الموجبة يطلق عليها اسم البروتون (PROTON) والسالبة يطلق عليها اسم الالكترون (ELECRON) ولبعض الذرات فيها زيادة على ذلك شحنة معتدلة تسمى نيترون - والبروتون - والنيترون يشكلان نواة الذرة، بينما الالكترون تشكل كواكبها السيارة التى تدور حولها بسرعة هائلة بحركة دائرية اهليجية، وبسبب هذه السرعة الهائلة فى حركة الالكترون يبقى الالكترون متمركا هذه الحركة، اذ لولا هذا الدوران لجذبت كتلة النواة كتلة الالكترون وعند ئذ يكون العجب، اذ فى هذه الحالة يصبح جرم كالكرة الارضية فى حجم بيضة الدجاجة، اذ الفراغ كبير جدا فى عالم الذرة، فكتل الجزئيات لا تأخذ الا حيزا صغيرا جدا من فراغ الذرة الواسع وذالك ان البعد بين النواة والالكترونات الدائرة حولها كالبعد بين الشمس وكواكبها السيارة نسبيا." (الله جل جلاله)

معجزة انشقاق القمر

ان من المعجزات التى ايد الله بها نبيه محمدا صلى الله عليه وسلم واعلن بها القرآن الكريم، انشقاق القمر فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم (اقتربت الساعة وانشق القمر، وان يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر - القمر) واحاديث انشقاق القمر قد وردت من عدة طريق صحيحة، قال البخارى رح حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب حدثنا بشر بن

المفضّل حدّثنا سعيد بن ابی هريرة عن قتادة عن انس بن مالك - انّ اهل مكّة سألوا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان يريهم آية فاراهم القمر شقين حتی رأوا حراء بينهما.

واخرجه الشيخان من طرق اخری، وعن عبد الله بن مسعود قال انشق القمر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت قريش هذا سحر ابن ابی كبشة قال: فقالوا: انظروا ما يأتيكم من السّفار فان محمّدًا لا يستطيع ان يسحر الناس كلّهم قال فجاء السفار فقالوا ذلك - (رواه البخاری)

ولكنّ قوما ضاقت حواصلهم عن قبول هذه الخارقة العظمی فانكروها وجعلوها من الاسطورة، فمنهم من فسدت معدته وساء هضمه من الاكثار من الفلسفات القديمة والمذاهب الباطلة زاعمين بان الخرق والالتأم فی الاجرام السّماويّة محال عقلا،

فهاك من بعض ما كانوا يخيلون عن الافلاك والاجرام السّماويّة :

والفلك لا يقبل الحركة المستقيمة فلا يقبل الخرق والالتئام (هداية الحكمة)

ان الفلك متحرك بالارادة (هداية الحكمة) وذهب الشيخ ومن تبعه الی انّ كلّ فلك من الافلاك المذكورة ذو نفس محرّكة ايّاه وكذالك كلّ كوكب (ميبذی)

"انهم اختلفوا فی محركات الافلاك الجزئيّة الكواكب السبعة السيّارة فذهب فريق الی انّ لكلّ كوكب منها ينزل مع افلاكه منزلة حيوان ذو نفس واحدة تتعلق بالكواكب، اوّلا وتعلقها بافلاكه بواسطة الكواكب بعد ذلك كما يتعلّق نفس الحيوان بقلبه، اوّلا وباعضائه الباقية بعد ذلك بتوسطه فالقوة المحرّكة منبعثة عن الكواكب الذی هو كالقلب فی افلاكه التی هی كالجوارح والاعضاء الباقية (ميبذی)

فلما تضلّع بعض النّاس من هذه المعتقدات الباطلة، والخيالات الفاسدة الكاسدة، وآمنوا بها ايمانا يقينيّا شقّ لديهم ما سمعوا من القرآن (اقتربت الساعة وانشق القمر) ومن الحديث "ان القمر قد انشق لرسول الله" وغيرها من النصوص التی تصرّح علی وقوع الخرق فی الاجرام السماويّة، فتأوّلوا مثل هذه الآيات والاحاديث

بتأويلات على وفق مرامهم واهوائهم كما يظهر ذلك لمن راجع الى كتبهم۔
فمن الغرائب ان الله تعالى وفق لانسان هذا العمران بنزل على هذه الكرة القمرية، وامكن له ان يكسر قطعات منها ويأتي بها الى الارض لكى ينظرها الناس بابصارهم ويشاهد واعجائبها۔
فكان الخالق تعالى علم من ذلك درسا باهرا للانسان بان الشق والخرق ممكن فى الاجرام السماوية، وان ما نطق به القرآن حق صدق واقع، وان الاجرام السماوية ليست نفوسا مدركة اوارباباً من دون الله كما يزعمها بعض الكفار، ان هو الاكوكبا مسخراً مذللا للانسان يمكن له ان ينزل فوقها ويكسر قطعها، فما كان جمادا لايدفع عن نفسه كيف يدفع عن غيره؟ وكيف يكون ربا والها؟ وكيف يدبر الكون واحواله كما يقوله المنجمون؟ فسبحان المدبر الحكيم۔ (وكذالك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من الموقنين، فلما جن عليه الليل رأى كوكبا قال هذا ربي فلما افل قال لا احب الآفلين، فلما رأى القمر بازغا قال هذا ربي فلما افل قال لئن لم يهدني ربي لاكونن من القوم الضالين، فلما رأى الشمس بازغة قال هذا ربي هذا اكبر فلما افلت قال يا قوم انى برئ مما تشركون، انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين (الانعام)

السموات السبع والارضين السبع ان الله بديع السموات والارض، ليعطينا اسباقا رائعة باهرة عن السموات والارض، فحمل الناس على التفكر فى آيات السموات فى انجمها وشموسها واقمارها ومحكم بناءها وبديع صنعتها وتكوينها، وبين لنا خالقها بانه رفعها بغير عمد وجعلها سبعا طباقا وانها قوية البناء متينة التكوين، وان لها ابوابا تفتح وجعل السماء ذات بروج وحبك وجعلها سقفا محفوظا ليس لها فروج وفطور وزين السماء الدنيا بمصابيح وان السموات تسبح الله وتقوم بامره وفيها ملائكة فى آيات كثيرة من القرآن الكريم۔

وكذالك حملنا على التفكر فى آيات الارض وجبالها الراسيات وينابعها وانهارها واشجارها وبحارها، وبيّن لنا بأريها انه خلقها لنا فجعلها فراشا ومهادا وكفاتا لنا ومدّها ووسّعها وجعل لنا فيها مستقرا ومستودعا الى غير ذالك فى مواضع شتى من القرآن، و بيّن تعالى ايضا انه جعلها سبعا كالسموات فقال (الله الذى خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن يتنزل الامر بينهن) (الطلاق) والاحاديث النبويّة ايضا شاهدة بان الارض سبع قال النبى صلى الله عليه وسلم من ظلم قيد شبر من الارض طوّقه الله من سبع ارضين، (متفق عليه) وروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى دعائه (اللّهم ربّ السموات السبع وما اظللن وربّ الارضين السبع وما اقللن) فهذه صريحة بان الارض سبع كالسموات۔

هذه تعاليم القرآن عن السموات والارض فنؤمن بها وبكونها حقا صدقا ولا نذهب وراء اى نظرية من النظريات الحديثة والقديمة مما كانت مخالفة للنصوص القرآنية فهناك آراء كثيرة عن مدلول السموات السبع والارضين السبع، فمنهم من انكر وجود السموات السبع قائلين بانه ليس هناك الّا الفضاء الهائل، ومنهم من يزعم بانها سبع كتل سديميه، ومنهم القائل انها سبع مدارات فلكية، ومنهم من يظنّ انها سبع افلاك شفافية الاجرام بعضها فوق بعض، وبعضهم يقول انها سبع مجموعات نجمية كالمجموعة الشمسية۔

وكذالك الحال فى الارضين السبع فمنهم من انكر وجود السبع اراضى زاعمين بانه ليس هناك الا ارض واحدة ومنهم من اثبتوا السبع واختلفوا فقال البعض انها طبقات بعضها فوق بعض ــ ملتصقة اوغير ملتصقة على اختلاف القولين، وبعضهم قالوا انها سبع اقاليم ومنهم القائل انها الكواكب السيارات السبع ــ

وخلاصة هذه الآراء والاختلافات ان الناس لم يهتدوا الى الآن الى حقيقة السموات السبع والارضين السبع ولم يبلغ اليها عقولهم، وهم فى حالة الطفولة الى الآن بالنسبة اليها، فالقول الاسلم والاحوط ان نكل العلم فيها الى الله ونؤمن بما جاء به القرآن والاحاديث الصحيحة من ان هناك سبع سموات وسبع ارضين، ولا

نعلم مدلولهما الذى اراده الله وهو العليم الخبير، ولا نطبّق الايات القرآنية الّتى وردت فيهما على اية نظرية علمية، ولنترك للمفكرين والباحثين ان يستكشفوا عن آياتها.

ولنترك للمتفكرين فى القرآن لكى يستخرجوا من اسراره الدّقيقة الباهرة ولكى يظهروا ما استر فى بديع كلماته من الاعجازات العلميّة الرّائعة، فانّ فى كلّ كلمة من القرآن آيات باهرات ومعجزات متنوّعة فكيف لا؟ وهو كلام الله العليم خالق هذا الكون بديع السموات والارض، اننا نرى روعة الجمال وبديع الصّنع فى ذرّة حقيرة صغيرة من هذا الكون ما يبهر العقول ويدهش الالباب، فكيف ظنّك بكلام الذى تحدّى بها الانس والجن جميعا عن الاتيان بمثله، فقال: (قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا، (بنى اسرائيل)

قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربي ولو جئنا بمثله مددا (الكهف)

فليبحث الباحثون! وليتفكّر المتفكّرون، وليكتشف المكتشفون، فليأتوا من عجائب كلمات الله! وليظهروا روائع جمال كلام الله! وليغص الغوّاصون فى تمر لججه وليستخرجوا منه آلاف اللآلئ الحسينة البهيجة والجواهر النفيسة القيمة، فانّ كلام الله لا يزال رونقه وبهجته زائدة مدى اللّيالى والايام، ولا تزال شموسه فى عروج وصعود مالها هبوط وزوال بتطاول القرون والعصور، ولا تزال حدائق ربيعه مخضرّة متزاهرة بهيجة مونقة بتعاقب الاجيال والازمان،

فسبحان المدبّر الحكيم.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخزن السلاسل

گیارہویں قسط

تصنیف لطیف :- قدوۃ السالکین سراج العارفین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری قدس سرہٗ

مترجم :- مولانا محمد حسین صاحب ایم اے استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

مخزن السلاسل میں سے

الحلاجیہ ـ الحریریۃ ـ العطار ـ الخلالیۃ

الطبقانیہ ـ الصدیقیہ ـ الحمریہ ـ الیافعیہ

الشرمحییہ ـ اور الحسنیہ خرقوں کے سلاسل ترجمہ کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں۔ صاحب مخزن السلاسل نے ایک سو اکانوے سلاسل میں اپنے نبیرۂ خاص حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری ثم ویلوری کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ الحمد للہ آپ کی اولاد امجاد (یعنی بزرگان مکان حضرت قطب ویلور) میں ایکسو اکانوے سلاسل میں اجازت و خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

مترجم : محمد حسین عفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما خرقة الشیخ حسین المنصور الحلاجیه فواحدة

وهی لبسها الفقیر شاه ابوالحسن من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من أبیه السید جلال ماه عالم وهو من السید شیر محمد ابن احمد وهو من جده السید عرب شاه وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من أخیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب عالم وهو من الشیخ بهاؤ الدین الخیار الکازرونی وهو من الشیخ احمد علی بن مسعود البلیا وهو من الشیخ زین الدین عبد الصمد وهو من ابیه الشیخ شمس الدین عبد الصمد وهو من ابیه الشیخ نجم الدین عبد الرحمٰن وهو من عمه الشیخ شمس الدین عبد الصمد وهو من ابیه رکن الدین عبد الله وهو من ابیه الشیخ شهاب الدین ابی بکر احمد البیضاوی المعروف بعرب وهو من ابیه الشیخ نجم الدین محمد وهو من ابیه الشیخ شهاب الدین ابی بکر احمد وهو من ابیه الشیخ فخر الدین عبد الرحیم

شیخ منصور کا خرقۂ حلاجیہ ایک ہے

اسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد ابن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبداللہ سے جن کا اللہ کی جانب سے شاہ عالم لقب تھا۔ اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ بہاؤ الدین الخیار الکازرونی سے اور انہوں نے شیخ احمد علی بن مسعود البلیا سے اور انہوں نے شیخ زین الدین عبدالصمد سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ شمس الدین عبدالصمد سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ نجم الدین عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے چچا شیخ شمس الدین عبدالصمد سے اور انہوں نے اپنے والد رکن الدین عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ شہاب الدین ابی بکر احمد البیضاوی سے جو عرب کے نام سے معروف تھے اور انہوں نے اپنے والد شیخ نجم الدین محمد سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ شہاب الدین ابی بکر احمد سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ فخر الدین

وهو من ابيه الشيخ جمال الدين الحسين، وهو من ابيه الشيخ نجم الدين محمد وهو من ابيه شهاب الدين احمد وهو من ابيه الشيخ زين الدين عبد الصمد وهو من ابيه صاحب الكرامات الجليلة والمقامات البهية جمال الحق والدين سيد ارباب اليقين ابی المغيب حسين منصور الحلاج وهو من سيد الطائفة ابی القاسم الجنيد البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الكرخی وهو من داؤد الطائی وهو من حبيب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امير المؤمنين علی بن ابی طالب كرم الله وجهه وهو من خاتم النبيين رسول رب العالمين شفيع المذنبين محمد الامين صلی الله عليه وعلیٰ آله وصحبه وسلم وهو من امر ذی النور المبين بواسطة الروح الامين۔

عبد الرحیم سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ جمال الدین حسین سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ نجم الدین محمد سے اور انہوں نے اپنے والد شہاب الدین احمد سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ زین الدین عبد الصمد سے اور انہوں نے اپنے والد صاحب کرامات جلیلہ و مقامات بہیہ جمال الحق والدین سید ارباب الیقین ابی المغیب حسین منصور الحلاج سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم جنید بغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے - - - .

اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی سے اور انہوں نے حبیب عجمی سے اور انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وسلم سے اور انہوں نے بواسطۂ روح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا ۔

اما خرقة الشيخ ابی محمد احمد الحريرية

فهي واحدة

هي لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن
عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی
محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد
جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد
وهو من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه
السيد محمد زاهد وهو من أخيه السيد محمد بن
عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله و
هو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد
عبد الله المشهور بقطب عالم وهو من الشيخ ابی
الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من
شرف الدين الابرقوهی وهو من نور الدين ابی
الفتوح وهو من الشيخ فريد الدين عبد الودود
وهو من الشيخ علاء الدين المجتبی الحسينی
وهما من عمار بن ياسر وهو من الشيخ جمال
ابی المظفر عبد الصمد الزنجانی وهو من
ابی الفتوح احمد الغزالی وهو من ابی بكر
النساج وهو من ابی القاسم الگرگانی وهو
من ابی العباس القصاب وهو من الشيخ
محمد بن عبد الله الطبری وهو من سيد

خرقۂ شیخ ابی محمد احمد الحریریہ

ایک ہے

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے
بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی
محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے
والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد
بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے
اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں
نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جنکا اللہ کی جانب
سے شاہ عالم لقب تھا اور انہوں نے اپنے والد سید
برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم
مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ
شیرازی سے اور انہوں نے شرف الدین الابرقوہی سے
اور انہوں نے نور الدین ابی الفتوح سے اور انہوں نے
شیخ فرید الدین عبد الودود سے اور انہوں نے شیخ علاؤ الدین
المجتبی الحسینی سے اور ان دونوں نے عمار بن یاسر سے
اور انہوں نے شیخ جمال ابی المظفر عبد الصمد الزنجانی سے
اور انہوں نے ابی الفتوح احمد الغزالی سے اور انہوں
نے ابو بکر النساج سے اور انہوں نے ابو القاسم الگرگانی
سے اور انہوں نے ابو العباس القصاب سے اور انہوں
نے شیخ محمد بن عبد اللہ الطبری سے اور انہوں نے

اقطاب عصرہ سلطان الواصلین فی
دھرہ الشیخ ابی محمد بن احمد بن محمد
بن الحسین الحریری وھو من سید
الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی
وھو من خالہ السری السقطی وھو من
معروف الکرخی وھو من الامام علی موسیٰ
الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم
وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو
من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ
اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی
طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی
النور المبین بواسطۂ روح الامین۔

سید اقطاب عصرہ سلطان الواصلین فی دھرہ
شیخ ابی محمد بن احمد بن محمد بن الحسین
الحریری سے اور انہوں نے سید الطائفہ
ابی القاسم الجنید البغدادی سے اور انہوں نے
اپنے ماموں سری سقطی سے اور انہوں نے
معروف کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ
الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد الامام موسیٰ
الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد الامام جعفر الصادق
سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور
انہوں نے اپنے والد الامام علی زین العابدین سے
اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم اور انہوں نے حکم سے ذو النور المبین کے
بواسطۂ روح الامین پہنا۔

اما خرقة الشيخ فريد الدين العطار فواحدة

وهي لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علي محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من أخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابي محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابي الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازي و هو من الشيخ ابي الصالح عبد العزيز بن عبد الرقيب الترشيدي وهو من الشيخ مؤئد الدين الجنيدي وهو من الشيخ سعيد الدين نامدار وهو من الشيخ صدر الدين القونوي وهو من الشيخ شهاب الدين العراقي وهو من الشيخ اوحد الدين الكرماني وهو من الشيخ الهادي الى الله الغفار الواصل الى الرب الستار الموصل الى المولى الجبار

خرقۂ شیخ فرید الدین عطار ایک ہے

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے، اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاھد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے شیخ ابی الصالح عبد العزیز بن عبد الرقیب الترشیدی سے اور انہوں نے شیخ موئد الدین الجنیدی سے اور انہوں نے شیخ سعید الدین نامدار سے، اور انہوں نے شیخ صدر الدین القونوی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین العراقی سے اور انہوں نے شیخ اوحد الدین الکرمانی سے اور انہوں نے الشیخ الہادی الی اللہ الغفار الواصل الی الرب الستار الموصل الی المولی الجبار، الشیخ

الشیخ فرید الدین العطار وھومن
الشیخ برھان الدین ابی محمد بن محمد
بن علی الھمدانی القزونی وھومن السید
ابی الرضا فضل اللہ بن الحسین الراوندی
وھومن السید عماد الدین ابی الصمصام
ذی الفقار بن معید الحسینی وھومن
ابی القاسم بن رمضان وھومن الشیخ
ابی یعقوب الطبری وھومن الشیخ ابی
عبد اللہ عثمان المکی وھومن الشیخ ابی
یعقوب النھرجوری وھومن الشیخ ابی
یعقوب السوسی وھومن عبد الواحد بن
زید وھومن کمیل بن زیاد وھومن اسد
اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجھہ وھومن خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحبہ
وسلم وھومن امر ذی النور المبین
بواسطۃ روح الامین۔

فرید الدین عطار سے اور انہوں نے شیخ برہان الدین
ابی محمد بن محمد بن علی الہمدانی القزونی
سے اور انہوں نے سید ابی الرضا فضل اللہ
بن الحسین الراوندی سے اور انہوں نے سید عماد الدین
ابی الصمصام ذی الفقار بن معید الحسینی سے
اور انہوں نے ابی القاسم ابن رمضان سے
اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب الطبری سے
اور انہوں نے شیخ ابی عبد اللہ عثمان
المکی سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب
النہرجوری سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب
السوسی سے اور انہوں نے عبد الواحد بن
زید سے اور انہوں نے کمیل بن زیاد سے اور انہوں
نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم
اور آپ نے بواسطۂ روح الامین ذی النور
المبین کے حکم سے پہنا۔

اما خرقة الشيخ ابی عبد اللہ محمد بن الحسين بن عبد الملک الخلالیة فواحدة

وهي لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد حسن وهو من ابيه السيد عبد الغفور وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد راجو وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من شيخ محمد بن محمد الکازرونی وهو من الشيخ ظهير الدين ابی الفضائل اسمٰعيل وهو من عماد الدين عبد السلام بن معمر القريشی وهو من ابی عبد الله بن ابی ربيع الحفيفی وهو من الشيخ الاکمل والولی الافضل العارف بالله الوصل الی الله ابی عبد الله محمد بن الحسين بن عبد الملک الخلال وهو من عثمان سعيد

خرقہ شیخ ابی عبد اللہ محمد بن الحسین بن عبد الملک الخلالیہ ایک ہے

اسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ جو قطب عالم مشہور تھے، اور انہوں نے شیخ احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے' اور انہوں نے شیخ محمد بن محمد الکازرونی سے اور انہوں نے شیخ ظہیر الدین ابی الفضائل اسمٰعیل سے اور انہوں نے عماد الدین عبد السلام بن معمر القریشی سے اور انہوں نے ابی عبد اللہ بن ابی ربیع الحفیفی سے اور انہوں نے الشیخ الاکمل والولی الافضل العارف باللہ الوصل الی اللہ ابی عبد اللہ محمد بن الحسین بن عبد الملک الخلال سے اور انہوں نے

بن احمد الصوفی وھو من ابی الحسن علی بن الحسین الغزی وھو من داؤد بن سلیمان وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیا والامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین

عثمان سعید بن احمد الصوفی سے اور انہوں نے ابو الحسن علی بن الحسین الغزی سے اور انہوں نے داؤد بن سلیمان سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ الرضاء سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر الصادق سے اور انہوں نے اپنے والد الامام محمد الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء و محبوب خیر الانبیاءؑ امام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم اور آپ نے بحکم ذی النور المبین بواسطہ روح الامین پہنا۔

اما الخرقة الطبقانیه فواحدة

وھو لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من عمہ السید نعمة اللہ وھو من ابیہ الشاہ ابو الحسن وھو من الشاہ کمال الدین وھو من الشاہ احمد وھو من الشاہ محمد وھو من الشاہ عالم وھو من الشاہ آدم وھو من السید چمن وھو من ذی المعارف والاسرار والتمکین والوقار صاحب الاستقامة و الاستقرار بدیع الدین الشاہ مدار وھو من طیفور الشامی وھو من امین الدین الشامی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین، شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطة روح الامین۔

خرقہ طبقانیہ ایک ہے

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنے چچا سید نعمت اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد شاہ ابو الحسن سے اور انہوں نے شاہ کمال الدین سے اور انہوں نے شاہ احمد سے اور انہوں نے شاہ محمد سے اور انہوں نے شاہ عالم سے اور انہوں نے شاہ آدم سے اور انہوں نے سید چمن سے اور انہوں نے ــــ ذی المعارف والاسرار والتمکین والوقار صاحب الاستقامت والاستقرار بدیع الدین شاہ مدار سے اور انہوں نے طیفور شامی سے اور انہوں نے امین الدین شامی سے اور انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین، پہنا۔

اما خرقة النساء عصمة الدين الصديقية الحميرية فواحدة

(ف) حضرت سیدنا محی الدین نبیرهٔ شمس الدین قادری بیجاپوری ثم الکومرسی در رسالۀ مطلوب المریدین از تفسیر حسینی می نویسد که در آیت یا ایها النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی آخره، آمده است که امیمه بنت رقیقه خواهر حضرت خدیجة الکبریٰ را پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود تا بیعت زناں فرا گرفت، پس علماء پیشیں از زناں بیعت گرفتن را روا داشتند۔

این شجره از بی بی صدیقة الحمیراء بنت سید تاج الدین جعفری الحسینی البوشکانی البصری که از اولاد حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اند

وهي لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علي محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن أحمد وهو من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من أخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابي محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابي الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازي وهو من ابيه قاضي جلال الدين ابي الكرام عبد الله بن ابي الفتوح وهو من ابيه

خرقۂ نساء عصمة الدین الصدیقیۃ الحمیریۃ ایک ہے

(فائدہ) حضرت شمس الدین قادری بیجاپوری ثم الکومرسی کے پوتے حضرت سیدنا محی الدین نے رسالۂ مطلوب المریدین میں تفسیر حسینی سے نقل کیا ہے کہ آیت یا ایها النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک جب مؤمنات آپ کے پاس بیعت کے لئے آئیں الی آخرہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ پیغمبر صلعم نے حضرت خدیجة الکبریٰ کی بہن رقیقہ کی دختر امیمہ کو حکم دیا کہ عورتوں سے بیعت لیں۔ پس علماء سابقین عورتوں سے بیعت لینے کو جائز سمجھتے ہیں۔

یہ شجرہ بی بی صدیقة الحمیراء بنت سید تاج الدین جعفری حسینی بوشکانی بصری سے ہے جو حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

اسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا شاہ عالم لقب من جانب اللہ ہے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے اپنے والد قاضی جلال الدین ابی الکرام عبد اللہ بن ابی الفتوح سے اور انہوں نے اپنے والد ابی الفتوح سے،

ابی الفتوح وھومن والدتھا خیر النساء وافضلھن عصمۃ الدین صدیقۃ الحمیراء بنت السید تاج الدین وھی من والدھا السید تاج الدین الجعفری الحسینی البوشکانی البصری وھومن ابیہ ابی القاسم وھومن ابیہ محمود وھومن ابیہ محمد وھومن أبیہ حامد القاری البصری وھومن أبیہ ابی حامد وھومن ابیہ ثابت وھومن ابیہ عبد اللہ وھومن ابیہ ابی صالح محمود وھومن أبیہ ابی عبد اللہ محمد وھومن ابیہ ابی یوسف یعقوب وھومن أبیہ ابراھیم وھومن أبیہ الحسین وھومن ابیہ موسیٰ وھومن ابیہ عبد العزیز وھومن ابیہ عبد الرحمن وھومن أبیہ حمزۃ وھومن ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھومن ابیہ الامام محمد الباقر وھومن ابیہ الامام علی زین العابدین و ھومن ابیہ أشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھومن ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم وھومن امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

اورانہوں نے اپنی والدہ خیر النساء افضلہن عصمۃ الدین صدیقۃ الحمیراء بنت سید تاج الدین سے اورانہوں نے اپنے والد سید تاج الدین الجعفری الحسینی البوشکانی البصری سے اورانہوں نے اپنے والد ابی القاسم سے اورانہوں نے اپنے والد محمود سے اورانہوں نے اپنے والد محمد سے اورانہوں نے اپنے والد حامد القاری البصری سے اورانہوں نے اپنے والد ابی حامد سے اورانہوں نے اپنے والد ثابت سے اورانہوں نے اپنے والد عبد اللہ سے اورانہوں نے اپنے والد ابی صالح محمود سے اورانہوں نے اپنے والد ابی عبد اللہ محمد سے اورانہوں نے اپنے والد ابی یوسف یعقوب سے اورانہوں نے اپنے والد ابراہیم سے اورانہوں نے اپنے والد حسین سے اورانہوں نے اپنے والد موسیٰ سے اورانہوں نے اپنے والد عبد العزیز سے اورانہوں نے اپنے والد عبد الرحمن سے اورانہوں نے اپنے والد حمزہ سے اورانہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے اورانہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے اورانہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اورانہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے اورانہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابی عبد اللہ حسین سے اورانہوں نے اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اورانہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطہ روح الامین پہنا۔

اما خرقة الشیخ عبدالله الیافعیه فواحدة

وهی لبسها الفقیر شاه ابوالحسن من
ابن عم امه السید نورالله وهو من ابیه السید
علی محمد وهو من السید محمد وهو من
ابیه السید جلال ماه عالم وهو من ابیه
السید حسن وهو من ابیه السید عبدالغفور
وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه
السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن
عبدالله الملقب بشاه عالم من عندالله و
هو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد
عبدالله المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ
ابی الفتوح احمد بن عبدالله الشیرازی وهو
من نورالدین السید نعمة الله الولی الحسینی
الکرمانی وهو من شیخ الانام قدوة الانام فقیه
الاسلام رکن الانام عبدالله الیافعی بمکة
والشیخ مبارک شاه البحر فی المدینة والشیخ
امام الدین علی بن مبارک شاه المشهور بخواجه
شیخ البکری الساوجی بشیراز وهم من
الشیخ شرف الدین ابی الفضل المغربی وهو
من عزیز الدین عبدالعزیز الصاحبی وهو من
جمال الدین احمد شاه الغوری وهو من بابا

خرقۂ شیخ عبداللہ الیافعیہ ایک ہے

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے
بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد
سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد
سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے
اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے
والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبداللہ
سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور انہوں
نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو
قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن
عبداللہ شیرازی سے اور انہوں نے نورالدین سید نعمت
اللہ ولی الحسینی الکرمانی سے اور انہوں نے
شیخ الانام قدوۃ الانام فقیہ الاسلام رکن الانام
عبداللہ الیافعی سے مکہ میں اور شیخ مبارک
شاہ البحر سے مدینہ میں اور شیخ امام الدین علی
بن مبارک شاہ سے جو خواجہ شیخ البکری الساوجی
مشہور تھے شیراز میں اور ان سبھوں نے شیخ
شرف الدین ابی الفضل المغربی سے اور انہوں نے
عزیز الدین عبدالعزیز الصاحبی سے اور انہوں نے
جمال الدین احمد شاہ الغوری سے اور انہوں نے

محمود الغوری وھو من ناصر الدولۃ السمسانی وھو من کمال الدین شاہ خسرو المرجانی وھو من ناصر الدین محمد بن احمد الچشتی وھو من ابیہ قدوۃ الدین ابی احمد بن قرشتاقۃ الچشتی و من قطب الدین حیدر الزاوجی وھما من الشیخ ابی اسحٰق الشامی وھو من الشیخ ممشاد علوی الدینوری وھو من ھبیرۃ البصری وھو من حذیفۃ المرعشی و ھو من ابراھیم بن أدھم وھو من فضیل بن عیاض وھو من عبد الواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمّد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

بابا محمود غوری سے اور انہوں نے ناصر الدولہ السمسانی سے اور انہوں نے کمال الدین شاہ خسرو مرجانی سے اور انہوں نے ناصر الدین محمد بن احمد چشتی سے اور انہوں نے اپنے والد قدوۃ الدین ابی احمد بن قرشتاقہ چشتی سے اور قطب الدین حیدر الزاوجی سے اور یہ دونوں شیخ ابی اسحاق شامی سے اور انہوں نے شیخ ممشاد علوی الدینوری سے اور انہوں نے ہبیرۃ البصری سے اور انہوں نے حذیفہ المرعشی سے اور انہوں نے ابراھیم بن ادہم سے اور انہوں نے فضیل بن عیاض سے اور انہوں نے عبد الواحد بن زید سے اور انہوں سے کمیل بن زیاد سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپؐ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنچا۔

اما خرقة القاضی ابی المقدام الشریحیة فواحدۃ

وھی لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من
جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید
محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو
من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ
المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی
الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من
الشیخ بھاؤ الدین ابی بکر بن الحسام الکازرونی
وھو من الشیخ فرید الدین الحاوی وھو من
الشیخ محمد الجھکی وھو من الشیخ ابراھیم لک
وھو من الشیخ عامر بن نصر وھو من الشیخ
عبدالرحمن الطفونجی وھو من الشیخ
عدی بن سافر وھو من الشیخ حمید الاندلسی
وھو من الشیخ جعفر بن الیاس وھو من
محمد الطائی وھو من الشیخ ابی الحسن
علی الفزاری (علی الحسن علی الفزاری) وھو

خرقۂ قاضی ابوالمقدام الشریحیہ ایک ھے

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے
والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے، اور
انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے
اپنے والد سید محمد زاھد سے اور انہوں نے اپنے
بھائی سید محمد بن عبداللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب
سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید
برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے
اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ
الشیرازی سے اور انہوں نے شیخ بہاؤ الدین ابی
بکر بن الحسام الکازرونی سے اور انہوں نے شیخ فرید الدین
الحاوی سے اور انہوں نے شیخ محمد الجھکی سے اور انہوں
نے شیخ ابراہیم لک سے اور انہوں نے شیخ عامر بن نصر سے
اور انہوں نے شیخ عبدالرحمن الطفونجی سے اور انہوں نے
شیخ عدی بن سافر سے اور انہوں نے شیخ حمید الاندلسی
سے اور انہوں نے شیخ جعفر بن الیاس سے اور انہوں نے
محمد الطائی سے اور انہوں نے شیخ ابی الحسن علی
الفزاری (علی الحسن علی الفزاری) سے اور انہوں نے

من الشیخ موسی الالیفسری وهو من الشیخ ابی الفتح الحمصی وهو من الاسد العبسی وهو من جعفر الکوفی وهو من اقضی القضاة رئیس الملة والدین صاحب الشرع المتین ابی المقدم القاضی شریح بن شریح الهانی ابن زید (یزید) الهانی وهو من اسد اللّٰه الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللّٰه وجهه وهو من خاتم النبیین، رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللّٰه علیه وعلیٰ آله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة روح الامین۔

شیخ موسیٰ الالیفسری سے اور انہوں نے شیخ ابی الفتح الحمصی سے اور انہوں نے اسد العبسی سے اور انہوں نے جعفر الکوفی سے اور انہوں نے اقضی القضاة رئیس الملة و الدین صاحب الشرع المتین ابی المقدم قاضی شریح بن شریح الھانی بن زید (یزید) الہانی سے اور انہوں نے اسد اللّٰہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجہہٗ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلے اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔



فهذه مائة واربع واربعون سلسلة کلها متصل الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بواسطة امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللّٰه وجهه۔

یہ ایک سو چوالیس سلسلے تمام متصل ہیں۔ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے بواسطہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجہہٗ۔

واما الخرق الحسنیه فثنتان احدیهما

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من عمه السید نعمة الله وهو من ابیه الشاہ ابی الحسن وهو من ابیه السید بدرالدین حبیب الله وهو من ابیه السید عبدالقادر یوسف الثانی وهو من ابیه شمس بهاء الدین عارف و هو من ابیه السید یونس الثانی وهو من ابیه السید عبدالرحمٰن اشرف جهانگیر وهو من ابیه السید یونس وهو من ابیه السید یوسف حاجی الحرمین وهو من ابیه السید احسن الدین وهو من ابیه السید محمد صنو احمد وهو من ابیه السید ابی نصر محی الدین وهو من ابیه السید عماد الدین ابی صالح نصر وهو من ابیه السید تاج الدین عبدالرزاق وهو من ابیه سلطان السالکین غوث المسلمین امام المتصرفین رئیس المحبوبین القطب الربانی المحبوب السبحانی محی الدین ابی صالح السید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی وهو من ابیه السید ابی صالح موسیٰ جنگی دوست وهو من ابیه السید عبدالله الجیلی وهو من ابیه السید ابی النجم یحیی الزاهد الحسنی الکوفی

خرقہائے حسینیہ دو ہیں جن میں سے ایک

وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے چچا سید نعمت اللہ سے پہنا اور انہوں نے شاہ ابوالحسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید بدرالدین حبیب اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالقادر یوسف ثانی سے اور انہوں نے اپنے والد شمس بہاؤ الدین عارف سے اور انہوں نے اپنے والد سید یونس ثانی سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالرحمٰن اشرف جہانگیر سے اور انہوں نے اپنے والد سید یونس سے اور انہوں نے اپنے والد سید یوسف حاجی الحرمین سے اور انہوں نے اپنے والد سید احسن الدین سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد صنو احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی نصر محی الدین سے اور انہوں نے اپنے والد سید عماد الدین ابی صالح نصر سے اور انہوں نے اپنے والد سید تاج الدین عبدالرزاق سے اور انہوں نے اپنے والد سلطان السالکین غوث المسلمین امام المتصرفین رئیس المحبوبین قطب ربانی محبوب سبحانی محی الدین ابی صالح سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی صالح موسیٰ جنگی دوست سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبداللہ الجیلی سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی النجم یحیی الزاہد الحسنی الکوفی

وھو من ابیہ السید شمس الدین ابی احمد محمد الکوفی المالکی وھو من ابیہ السید عبد الرحمٰن داود الکوفی الجعفری وھو من ابیہ السید ابی الفیض موسی المدنی الجعفری وھو من ابیہ السید محمد ابی عبد اللہ الجعفری المدنی وھو من ابیہ موسی الجون المدنی وھو من ابیہ السید عبد اللہ المحض المدنی وھو من ابیہ السید حسن المثنی الحسنی المدنی وھو من ابیہ الامام ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من جدہٖ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

سے اور انہوں نے اپنے والد سید شمس الدین ابی احمد محمد الکوفی المالکی سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الرحمٰن داود الکوفی الجعفری سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی الفیض موسی المدنی الجعفری سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد ابی عبد اللہ الجعفری المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد موسی الجون المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد اللہ المحض المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن المثنی الحسنی المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد الامام ابی محمد الحسن بن علی بن طالب کرم اللہ وجہہٗ اور انہوں نے اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔

الثانیۃ لبسہا الفقیر شاہ

ابوالحسن من الشیخ محمد بن الشیخ زین الدین وھو من الشاہ میر وھو من الشاہ محمد مقیم وھو من ابیہ السید ابی المعالی وھو من ابیہ السید نور محمد وھو من ابیہ السید بھاؤ الدین وھو من ابیہ السید جلیل محمود وھو من ابیہ السید علاء الدین وھو من ابیہ السید شمس الدین وھو من ابیہ شرف الدین یحیی احمد وھو من ابیہ السید شہاب الدین احمد وھو من ابیہ السید ابی صالح نصر وھو من ابیہ السید تاج الدین عبد الرزاق وھو من ابیہ سلطان السالکین غوث المسلمین امام المتصرفین رئیس المحبوبین القطب الربانی المحبوب السبحانی محی الدین ابی الصالح السید عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی وھو من ابیہ السید ابی صالح موسی جنگی دوست وھو من ابیہ السید عبد اللہ الجیلی وھو من ابیہ السید ابی نجم یحیی الزاھد الحسنی الحنفی الکوفی وھو من ابیہ السید شمس الدین ابی احمد محمد الحسنی المکی

دوسرا وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے شیخ محمد بن الشیخ زین الدین سے پہنا۔ اور انہوں نے شاہ میر سے اور انہوں نے شاہ محمد مقیم سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابو المعالی سے اور انہوں نے اپنے والد سید نور محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید بہاؤ الدین سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلیل محمود سے اور انہوں نے اپنے والد سید علاؤ الدین سے اور انہوں نے اپنے والد سید شمس الدین سے اور انہوں نے اپنے والد شرف الدین یحیی احمد سے، اور انہوں نے اپنے والد سید شہاب الدین احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی صالح نصر سے اور انہوں نے اپنے والد سید تاج الدین عبد الرزاق سے اور انہوں نے اپنے والد سلطان السالکین غوث المسلمین امام المتصرفین رئیس المحبوبین القطب ربانی محبوب سبحانی محی الدین ابی الصالح سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی صالح موسی جنگی دوست سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد اللہ الجیلی سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی نجم یحیی الزاہد الحسینی الحنفی الکوفی سے اور انہوں نے اپنے والد سید شمس الدین ابی احمد محمد الحسنی المکی

(المالکی) الکوفی وھو من ابیہ السید عبد الرحمٰن داؤد الحسنی الجعفری الکوفی۔ ھو من ابیہ السید ابی الفیض موسی الحسنی الجعفری المدنی وھو من ابیہ السید ابی عبداللہ الحسنی الجعفری المدنی وھو من ابیہ السید موسی الجون الحسنی المدنی وھو من ابیہ السید عبداللہ المحض الحسنی المدنی وھو من ابیہ السید حسن المثنی الحسنی المدنی وھو من الامام ابی محمد الحسن المدنی وھو من جدہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

(المالکی) الکوفی سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الرحمٰن داؤد الحسنی الجعفری الکوفی سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی الفیض موسیٰ الحسنی الجعفری المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد سید ابی عبداللہ الحسنی الجعفری المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد سید موسیٰ الجون الحسنی المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبداللہ المحض الحسنی المدنی سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن المثنی الحسنی المدنی سے اور انہوں نے الامام ابی محمد الحسن المدنی سے اور انہوں نے اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔

اما الحسینیة فتسعة - احدها

لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن
عم أمه السيد نور الله وهو من ابيه السيد
علي محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه
السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد
حسن وهو من ابيه السيد عبد الغفور وهو من
ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد راجو وهو
من السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين
ابي محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو
من ابيه السيد ناصر الدين محمود وهو من
ابيه السيد جلال الدين الحسين الحسيني
البخاري مخدوم جهانيان وهو من الشيخ قوام
الدين الكازروني وهو من اخيه امين الدين
الكازروني وهو من الشيخ ركن الدين وهو
من ابيه الشيخ بهاؤ الدين زكريا وهو من
الشيخ شهاب الدين عمر السهروردي وهو
من عمه ضياء الدين ابي نجيب السهروردي
وهو من عمه وجيه الدين ابي حفص عمر
السهروردي وهو من محمد بن عبد الله

خرقہائے حسینیہ نو ہیں - ان میں سے پہلا

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے
بھائی سید نور اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد
سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں
نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد
سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے سید محمد
بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ
المشہور بقطب العالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید
ناصر الدین محمود سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال الدین
الحسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیاں سے اور انہوں نے
الشیخ قوام الدین الکازرونی سے اور انہوں نے اپنے بھائی
امین الدین الکازرونی سے اور انہوں نے شیخ رکن
الدین سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ بہاؤ الدین زکریا
سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین عمر السہروردی
سے اور انہوں نے اپنے چچا ضیاء الدین ابی نجیب السہروردی
سے اور انہوں نے اپنے چچا وجیہ الدین ابی حفص عمر
السہروردی سے اور انہوں نے محمد بن عبد اللہ

المعروف بعمویه وهو من احمد
الاسود الدینوری وهو من ممشاد
علوی الدینوری وهو من سید الطائفة
ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من
خاله السری السقطی وهو من معروف
الکرخی وهو من الامام علی موسی الرضا
وهو من ابیه الامام موسی الکاظم وهو
من أبیه الامام جعفر الصادق وهو من
ابیه الامام محمد الباقر وهو من ابیه
الامام علی زین العابدین وهو من
ابیه اشرف الشهداء و محبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبد الله الحسین
وهو من جده خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی الله علیه وعلی آله و
اصحابه وسلم وهو من امر ذی النور
المبین بواسطة روح الامین۔

سے جو عمویہ سے معروف تھے اور انہوں نے
احمد الاسود الدینوری سے اور انہوں نے
ممشاد علوی الدینوری سے اور انہوں نے
سید الطائفہ ابی القاسم جنید البغدادی سے
اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے اور
انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے امام علی
موسیٰ رضا سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ
کاظم سے اور انہوں نے اپنے والد جعفر الصادق سے
اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے
اپنے والد امام علی زین العابدین سے اور انہوں نے
اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء
امام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے
اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین سے صلی اللہ علیہ
و آلہ و اصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور
المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین
پہنا۔

الثانیہ

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم
امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید
علی محمد وھو من السید محمد وھو من
ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید
شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید
عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد
وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ
الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من
ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ
المشھور بقطب العالم وھو من اخ جدہ
السید صدر الدین ابی الفضائل محمد
بن احمد الحسین الحسنی البخاری مخدوم
جھانیان وھو من السید حمید الدین
ابی الوقت محمود الحسینی السمرقندی وھو
من الشیخ شمس الدین ابی محمد بن محمد
بن ابراھیم النساجی الفرغانی وھو من
نظام الدین ابی العطاء الخالدی وھو
من الشیخ فخر الدین ابی یحیی القصاری
وھو من الشیخ احمد مولانا وھو من
الشیخ بابا کمال الحیدری وھو من الشیخ

دوسرا خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور
انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے
اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید
محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ
سے جنکا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے
اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ المشہور
بقطب عالم سے اور انہوں نے اپنے دادا کے بھائی
سید صدر الدین ابی الفضائل محمد بن احمد
الحسین الحسنی البخاری مخدوم جہانیان سے، اور
انہوں نے سید حمید الدین ابی الوقت محمود الحسینی
السمرقندی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین
ابی محمد بن محمد بن ابراہیم النساجی
الفرغانی سے اور انہوں نے نظام الدین
ابی العطاء الخالدی سے اور انہوں نے
شیخ فخر الدین ابی یحیی القصاری سے
اور انہوں نے شیخ احمد مولانا سے اور انہوں
نے شیخ بابا کمال الحیدری سے اور انہوں نے

ابی الجناب احمد بن عمر الصوفی المشہور بنجم الدین الکبری وھو من الشیخ عمار بن یاسر البدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاھر السہروردی وھو من الشیخ احمد الغزالی وھو من ابی بکر النساج وھو من ابی القاسم الکورکانی وھو من ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی الکاتب وھو من ابی علی الرود باری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من امام علی موسی رضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من جدہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

شیخ ابی الجناب احمد بن عمر الصوفی سے، جو نجم الدین الکبریٰ مشہور تھے اور انہوں نے شیخ عمار بن یاسر البدلیسی سے اور انہوں نے شیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاہر سہروردی سے اور انہوں نے شیخ احمد الغزالی سے اور انہوں نے ابی بکر النساج سے اور انہوں نے ابی القاسم الکرکانی سے اور انہوں نے ابی عثمان المغربی سے اور انہوں نے ابی علی الکاتب سے اور انہوں نے ابی علی الرودباری سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم جنید بغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے اور انہوں نے معروف کرخی سے، اور انہوں نے امام علی موسیٰ رضا سے اور انہوں نے اپنے والد الامام موسیٰ کاظم سے اور انہوں نے اپنے والد الامام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے والد الامام محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد الامام علی زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء و محبوب خیر الانبیا الامام ابی عبداللہ الحسین سے اور انہوں نے اپنے نانا خاتم النبیینؐ رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامینؐ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔

الثالثۃ

لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من اخیہ شمس الدین الحسینی البخاری وھو من جدہ السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیاں وھو من عفیف الدین الشیخ عبداللہ المصری المدنی فی الحرم الشریف وکان ملازم الصحبۃ وقرأ علیہ العوارف وکتب السلوک وھو من الشیخ رشید الدین ابی عبداللہ محمد ابی القاسم المقری الصوفی البغدادی وھو من الشیخ شھاب الدین عمر السھروردی وھو من عمہ ضیاء الدین ابی النجیب السھروردی

تیسرا خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبداللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے، اور انہوں نے اپنے بھائی شمس الدین الحسینی البخاری سے اور انہوں نے اپنے دادا سید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیاں سے اور انہوں نے عفیف الدین شیخ عبداللہ المصری المدنی سے حرم شریف میں ہمیشہ ان کی صحبت میں رہے 'عوارف اور سلوک کی کتابیں' ان سے پڑھیں اور انہوں نے شیخ رشید الدین ابی عبداللہ محمد ابی القاسم المقری الصوفی البغدادی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین عمر السہروردی سے اور انہوں نے اپنے چچا ضیاء الدین ابی النجیب السہروردی سے اور انہوں نے

وهو من عمه وجيه الدين ابی حفص عمر
السهروردی وهو من الشيخ اخی فرح
الزنجانی وهو من ابی العباس النهاوندی
وهو من ابی عبد الله بن الحفيف وهو
من محمد بن رويم وهو من سيد الطائفة
ابی القاسم الجنيد البغدادی وهو من
خاله السری السقطی وهو من معروف
الكرخی وهو من الامام علی موسی الرضا وهو
من ابيه الامام موسی الكاظم وهو من
ابيه الامام جعفر الصادق وهو من ابيه
الامام محمد الباقر وهو من ابيه الامام
علی زين العابدين وهو من ابيه اشرف
الشهداء ومحبوب خير الانبياء الامام
ابی عبد الله الحسين وهو من جده خاتم
النبيين رسول رب العالمين شفيع المذنبين
محمد الامين صلی الله عليه وآله وصحبه
وسلم وهو من امر ذی النور المبين
بواسطة روح الامين۔

اپنے چچا وجیہ الدین ابی حفص عمر السہروردی سے
اور انہوں نے شیخ اخی فرح الزنجانی سے اور انہوں نے
ابو العباس النہاوندی سے اور انہوں نے
ابی عبد اللہ بن الحفیف سے اور انہوں نے محمد
بن رویم سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابی
القاسم جنید بغدادی سے اور انہوں نے
اپنے ماموں سری سقطی سے اور انہوں نے معروف
کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسی الرضا سے
اور انہوں نے اپنے والد امام موسی الکاظم سے اور
انہوں نے اپنے والد امام جعفر الصادق سے اور
انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں
نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے اور انہوں
نے اپنے والد اشرف الشہدا و محبوب خیر الانبیاء
امام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے اپنے
نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین سے صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
وسلم اور آپ نے حکم سے ذی النور المبین
کے بواسطہ روح الامین پہنا۔

الرابعة

لبسها الفقير شاه ابو الحسن من
ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه
السيد على محمد وهو من السيد محمد وهو
من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من
السيد شير محمد بن احمد وهو من جده
السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد
زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد الله
الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه
السيد برهان الدين ابى محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشيخ تاج الدين البهكرى
وهو من السيد جلال الدين حسين الحسنى
البخارى مخدوم جهانيان وهو من عفيف
الدين عبد الله المصرى وهو من الشيخ جمال
الدين ابى محمد عبد الله وهو من الشيخ
عزيز الدين ابى العباس احمد الفاروقى و
هو من ابيه الشيخ محى الدين ابى محمد
ابراهيم وهو من ابيه ابى حفص عمر الفاروقى
الواسطى وهو من الشيخ شهاب الدين ابى
عبد الله عمر السهروردى وهو من عبد الله
المعروف بعمويه وهو من احمد الاسود

چوتھا خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے
والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور
انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے
دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد
سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد
بن عبد اللہ سے جن کا لقب شاہ عالم اللہ کی طرف سے تھا
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے
جو قطب عالم سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ تاج الدین
البھکری سے اور انہوں نے سید جلال الدین حسین
الحسنی البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے عفیف
الدین عبد اللہ المصری سے اور انہوں نے شیخ جمال الدین
ابی محمد عبد اللہ سے اور انہوں نے شیخ عزیز الدین
ابی العباس احمد فاروقی سے اور انہوں نے اپنے والد
شیخ محی الدین ابی محمد ابراہیم سے اور انہوں نے
اپنے والد ابی حفص عمر الفاروقی واسطی سے اور انہوں
نے شیخ شہاب الدین ابی عبد اللہ عمر السہروردی سے
اور انہوں نے عبد اللہ المعروف بعمویہ سے
اور انہوں نے احمد الاسود الدینوری

الدینوری وھو من ممشاد علوی الدینوری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من جدہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین ۔

سے اور انہوں نے ممشاد علوی دینوری سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم جنید بغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ رضا سے، اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ الکاظم سے، اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر الصادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء و محبوب خیر الانبیاء امام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے امر ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔

الخامسة

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من
ابن عم امه السید نوراللہ وھو من ابیه
السید علی محمد وھو من السیّد محمد
وھو من ابیه سید جلال ماہ عالم
وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه
السید عبدالغفور وھو من ابیه السید
احمد وھو من ابیه السید راجو وھو
من ابیه السید محمد بن عبداللہ الملقب
بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیه
السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ
المشھور بقطب العالم وھو من السید
محمود الشیرازی وھو من السید جلال
الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم
جھانیاں وھو من الشیخ عفیف الدین
عبداللہ المصری وھو من ابیه الشیخ
جمال الدین ابی محمد عبداللہ المصری و
ھو من الشیخ عزیز الدین ابی العباس
احمد الفاروقی الواسطی وھو من ابیه
الشیخ محی الدین ابی محمد ابراھیم وھو
من ابی حفص عمر الفاروقی الواسطی وھو

پانچواں خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد
سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے، اور
انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے اور انہوں
نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد
سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبداللہ
سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور
انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ
سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے سید محمود
الشیرازی سے اور انہوں نے سید جلال الدین حسین
الحسینی البخاری مخدوم جہانیاں سے اور انہوں نے شیخ
عفیف الدین عبداللہ المصری سے اور انہوں نے
اپنے والد شیخ جمال الدین ابی محمد عبداللہ
المصری سے اور انہوں نے شیخ عزیز الدین
ابی العباس احمد الفاروقی الواسطی سے اور
انہوں نے اپنے والد شیخ محی الدین ابی
محمد ابراہیم سے اور انہوں نے ابی حفص
عمر الفاروقی الواسطی سے اور انہوں نے

من ابی العباس احمد الکبیر الرفاعی
وھو من الشیخ علی القاری الواسطی
وھو من ابی الفضل بن کاخ وھو من
ابی غلام ابن ترکان وھو من ابی علی
الباذ یاری وھو من مملی العجمی وھو من
ابی بکر الشبلی وھو من سید الطائفۃ
ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من
خالہ السری السقطی وھو من معروف
الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضاء
وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو
من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من
ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ
اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من
جدہٖ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو
من امر ذی النور المبین بواسطۃ
روح الامین۔

ابی العباس احمد الکبیر الرفاعی سے اور انہوں نے شیخ
علی القاری الواسطی سے اور انہوں نے ابی الفضل
بن کارخ سے اور انہوں نے ابی غلام ابن ترکان
سے اور انہوں نے ابی علی الباذ یاری سے، اور
انہوں نے مملی العجمی سے، اور انہوں نے ابی بکر
شبلی سے اور انہوں نے سید طائفہ ابی القاسم
جنید البغدادی سے اور انہوں نے اپنے
ماموں سری سقطی سے اور انہوں نے معروف
کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ الرضا
سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم
سے اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر الصادق
سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد الباقر سے
اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے
سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء محبوب
خیر الانبیاء امام ابی عبداللہ حسین سے اور انہوں نے
اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے
حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنچا۔

السادسة

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من السید شیر محمد بن احمد وهو من جدہ السید عرب شاہ وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من السید سکندر بن مسعود وهو من السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیان وهو من الشیخ عفیف الدین عبد الله المصری وهو من ابیه الشیخ جمال الدین ابی محمد عبد الله المصری وهو من الشیخ عز الدین ابی العباس احمد الفاروقی الواسطی وهو من ابیه الشیخ محی الدین ابی محمد ابراهیم وهو من ابی حفص عمر الفاروقی الواسطی وهو من ابی العباس السید احمد الکبیر الرفاعی وهو من الشیخ

چھٹواں خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے سید سکندر بن مسعود سے اور انہوں نے سید جلال الدین حسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے شیخ عفیف الدین عبد اللہ المصری سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ جمال الدین ابی محمد عبد اللہ المصری سے اور انہوں نے شیخ عز الدین ابی العباس احمد الفاروقی الواسطی سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ محی الدین ابی محمد ابراہیم سے اور انہوں نے ابی حفص عمر الفاروقی الواسطی سے اور انہوں نے ابی العباس السید احمد الکبیر الرفاعی سے اور انہوں نے شیخ منصور

منصور بن ابی بکر الرفاعی وھو من
خالہ ابی منصور بن طیب وھو من
ابی سعید البخاری وھو من ابی علی
الفارمدی والشیخ علی القرندی
وھما من السدوسی وھو من محمد
بن رویم وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم
الجنید البغدادی وھو من خالہ السری
السقطی وھو من معروف الکرخی وھو
من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ
الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام
محمد الباقر وھو من ابیہ الامام
علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف
الشھداء محبوب خیر الانبیاء الامام ابی
عبداللہ الحسین وھو من جدہ خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ
واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور
المبین بواسطۃ روح الامین۔

بن ابی بکر الرفاعی سے اور انہوں نے اپنے ماموں
ابومنصور بن طیب سے اور انہوں نے ابی سعید
البخاری سے اور انہوں نے ابی علی الفارمدی،
اور شیخ علی القرندی سے اور ان دونوں نے
سدوسی سے اور انہوں نے محمد بن رویم سے
اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم الجنید
البغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی
سے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے
امام علی موسی الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد
امام موسی الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد امام
جعفر الصادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد
الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام علی
زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد
اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابی
عبداللہ حسین سے اور انہوں نے اپنے نانا
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور
المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔

السابعة

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن
عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه السید
علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید
جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو
من ابیه السید عبد الغفور وھو من ابیه
السید احمد وھو من ابیه السید راجو وھو من
ابیه السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم
من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان
الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ
الشیرازی وھو من السید شرف الدین ابی الحسینی
المشھور المشھدی وھو من السید جلال
الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیان
وھو من السید حمید الدین ابی الوقت محمود
السمرقندی وھو من الشیخ شمس الدین ابی
محمد بن محمد بن ابراھیم النساجی العطاء الخالدی
وھو من نظام الدین ابی العطاء الخالدی وھو
من الشیخ فخر الدین ابی یحیی القصاری وھو
من الشیخ احمد مولانا وھو من الشیخ بابا
کمال الدین الحیدری وھو من الشیخ ابی الجناب

ساتواں خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں
نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید
عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں
نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد
سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے
شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین
ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے
شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور
انہوں نے سید شرف الدین الحسینی سے جو مشہدی مشہور
تھے اور انہوں نے سید جلال الدین الحسین الحسینی
البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے سید حمید
الدین ابی الوقت محمود السمرقندی سے اور انہوں نے
شیخ شمس الدین ابی محمد بن محمد بن ابراہیم النساجی
العطاء الخالدی سے اور انہوں نے نظام الدین ابی
العطاء الخالدی سے اور انہوں نے شیخ فخر الدین
ابی یحیی القصاری سے اور انہوں نے الشیخ احمد مولانا
سے اور انہوں نے الشیخ بابا کمال الدین الحیدری سے، اور

احمد بن عمر الصوفی المشھور بنجم الدین الکبریٰ وھو من الشیخ عمار بن یاسر البدلیسی وھو من الشیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاھر السھروردی وھو من الشیخ احمد الغزالی وھو من ابی بکر النساج وھو من ابی القاسم الکرکانی وھو من ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی الکاتب وھو من ابی علی الرودباری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضاء وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ الامام اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من جدہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

انہوں نے شیخ ابی الجناب احمد بن عمر الصوفی سے جو مشہور تھے نجم الدین کبریٰ کے نام سے اور انہوں نے شیخ عمار بن یاسر البدلیسی سے اور انہوں نے شیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاہر سہروردی سے اور انہوں نے شیخ احمد الغزالی سے اور انہوں نے ابی بکر النساج سے اور انہوں نے ابی القاسم الکرکانی سے اور انہوں نے ابی عثمان المغربی سے اور انہوں نے ابی علی الکاتب سے اور انہوں نے ابی علی الرودباری سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسی الرضاؑ سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسی الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء و محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے اور انہوں نے اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطہ روح الامین پہنا۔

الثامنة

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیه السید محمد زاھد وھو من اخیه السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من السید شرف الدین الحسینی المشھدی وھو من السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیان وھو من الشیخ شرف الدین محمود شاہ بن حسن التستری الساکن شوکارہ بلدۃ من بلاد فارس وھو من الشیخ شھاب الدین عمر السھروردی وھو من عمه ضیاء الدین ابی النجیب السھروردی وھو من سلطان السالکین غوث المسلمین امام المتصرفین رئیس المحبوبین القطب الربانی المحبوب السبحانی محی الدین ابی صالح السید

آٹھواں خرقہ

اسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے سید شرف الدین حسینی المشہدی سے اور انہوں نے سید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیان سے اور انہوں نے شیخ شرف الدین محمود شاہ بن حسن التستری سے ساکن شوکارہ جو بلاد فارس میں ہے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین عمر السہروردی سے اور انہوں نے اپنے چچا ضیاء الدین ابی النجیب السہروردی سے اور اور انہوں نے سلطان السالکین غوث المسلمین امام المتصرفین رئیس المحبوبین القطب الربانی المحبوب السبحانی محی الدین ابی صالح سید

عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی
وھو من الشیخ احمد الاسود الدینوری
وھو من ممشاد علوی الدینوری وھو
من ابی العباس النھاوندی وھو من ابی
عبد اللہ الحفیف وھو من الشیخ ابی محمد
احمد بن حسن الجزیری وھو من سید
الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو
من خالہ السرّی السقطی وھو من معروف
الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضاء وھو
من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ
الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام
محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی
زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء
محبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ
الحسین وھو من جدہ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ روح الامین۔

عبد القادر الحسنی الحسینی الجعفری الجیلانی
سے اور انہوں نے شیخ احمد الاسود الدینوری
سے اور انہوں نے ممشاد علوی الدینوری سے
اور انہوں نے ابی العباس النہاوندی سے، اور
انہوں نے ابی عبد اللہ الحفیف سے اور انہوں نے
شیخ ابی محمد احمد بن حسن الجزیری سے، اور
انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی
سے اور انہوں نے اپنے ماموں سری سقطی سے
اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے
امام علی موسی الرضاء سے اور انہوں نے اپنے والد
امام موسیٰ کاظم سے اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر
الصادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے
اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے
اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء
امام ابی عبد اللہ حسین سے اور انہوں نے اپنے نانا خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحٰبہ وسلم اور
آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ
روح الامین پہنا

التاسعہ

لبسہا الفقیر شاہ ابو الحسن من
ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ
السید علی محمد وھو من السید محمد وھو
من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من
ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید
عبد الغفور وھو من السید احمد وھو من
ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد
بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند
اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ
الشیرازی وھو من السید شرف الدین الحسینی
المشھدی وھو من السید مجد الدین ابی سالم
محمد بن الحسینی الجیلی المعروف بابن زھرہ
وھو من السید رضی الدین عبد العزیز الحسینی
وھو من ابیہ السید رضی الدین مرتضیٰ وھو
من ابیہ السید شہاب الدین ابی العباس
احمد بن یوسف بن احمد المعروضی وھو من
السید عماد الدین محمد الحسینی وھو من
ابیہ اشرف الدین ذی الفقار وھو من ابیہ

نواں خرقہ

اسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے انہوں نے اپنے والد
سید علی محمد سے انہوں نے سید محمد سے انہوں نے
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے انہوں نے اپنے والد
سید حسن سے انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور
سے انہوں نے سید احمد سے اور انہوں نے اپنے
والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد
بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی جانب سے شاہ عالم
تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی
محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے
شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے
اور انہوں نے سید شرف الدین الحسینی المشہدی
سے اور انہوں نے سید مجد الدین ابی سالم محمد
بن الحسینی الجیلی المعروف با بن زہرہ سے اور انہوں
نے سید رضی الدین عبد العزیز الحسینی سے اور
انہوں نے اپنے والد سید رضی الدین مرتضیٰ سے
اور انہوں نے اپنے والد سید شہاب الدین ابی العباس
احمد بن یوسف بن احمد المعروضی سے اور انہوں نے
سید عماد الدین محمد الحسینی سے اور انہوں نے
اپنے والد اشرف الدین ذو الفقار سے اور انہوں نے

السید تاج الدین ابی جعفر محمد وھو
من ابیہ السیّد عماد الدین ابی صمصام
ذی الفقار بن سعد وھو من السید ابی
القاسم علی الحسینی وھو من ابیہ السید حسین
وھو من السید موسی بن محمد بن ابراہیم
بن موسیٰ الکاظم وھو من ابن ابن عم جدہ
الامام حسن العسکری وھو بن ابیہ الامام
محمد الجواد وھو من ابیہ الامام علی
موسی الرضاء وھو من ابیہ الامام موسی
الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصّادق
وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف
الشھداء محبوب خیر الانبیاء الامام ابی
عبداللہ الحسین وھو من جدہٖ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین
صلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو
من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

(حاشیہ: ثم ابن ابیہ الامام علی النقی)

اپنے والد سید تاج الدین ابی جعفر محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید عماد الدین ابی صمصام
ذی الفقار بن سعد سے اور انہوں نے سید
ابی القاسم علی الحسینی اور انہوں نے اپنے والد سید
حسین سے اور انہوں نے سید موسیٰ بن محمد بن
ابراھیم بن موسیٰ الکاظم سے اور انہوں نے اپنے
دادا کے چچا امام حسن العسکری سے اور انہوں نے
اپنے والد امام محمد الجواد سے اور انہوں نے اپنے
والد علی موسیٰ الرضاء سے اور انہوں نے اپنے والد
امام موسیٰ الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد
امام جعفر الصادقؑ سے اور انہوں نے اپنے والد
امام محمد الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام
زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء
محبوب خیر الانبیاء امام ابی عبداللہ الحسین سے اور
انہوں نے اپنے نانا خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ وصحابہ وسلم سے اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے
بواسطہ روح الامین پہنچا۔

(حاشیہ: اور انہوں نے اپنے والد امام علی النقی سے)

خوارق حیدریہ

ادارہ

کتاب خوارق حیدریہ سے نواں و دسواں خارقہ پیش کیا جا رہا ہے - اور اردو دان طبقہ کے لئے فارسی متن کے ساتھ مفہوم خیز اردو خلاصہ بھی حاضر ہے - ان دونوں خارقہ کے اندر یہ موضوعات شامل ہیں :-

۱ حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری کی سیر و سیاحت کا اختتام

۲ نلنگہ میں سکونت و رہائش کی وجہ ۳ نلنگہ میں نزول قہر کی پیش گوئی - ۴ نلنگہ کے اندر ہلاکت خیز آگ سے تباہی و تاراجی ۵ حضرت کی ذات گرامی سے وابستہ و منسلک افراد کا بلائے ناگہانی سے محفوظ و مامون رہنا -

- نلنگہ میں دہکتے شعلوں سے نجات و سلامتی کے لئے درود اعظم اور یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے ورد کی تدبیر و تلقین -

---

خارقۂ نہم

آں سیاح طول و عرض ہفت اقلیم پائے سیاحت در دامن استقامت کشیدہ در قصبہ از قصبہائے دار السلطنت بیجاپور عرف نلنگہ و میوڑ میگویند، مسکن مالوف و موطن معہود خود اختیار فرمود - و از جد بزرگوار آں ذوی الاقتدار حکم عالی چناں صادر بود کہ در اثنائے قطع منازل و مراحل در منزلے کہ اقامت کنند، علم خاصہ خود دراں سرزمین نصب سازند - چونکہ زمین مذکور آں علم را محکم فرو گیرد، و بقوت مردان زور آور از جائے نجنبد - پس باید کہ آنفرزند ہموں جا را شرف اقامت خود مشرف کرد - رایات کرامات مقامات براں قائم ساختہ در انجا طرح خانقاہ و روضۂ خود انداختہ از سفر اطراف و اکناف اقالیم باز استد - قضارا قصبۂ مذکور در اثنائے سفر و رہگذر آں سرور واقع شد - وقت عصر بآں کوکبۂ عظمت و دبدبہ و حشمت مع جوق جوق از خرقہ پوشاں و فقراء صاحب مقامات و از انجا رسیدہ علم ہمایوں نصب فرمود و شب در آنجا روز دیگر علی الصباح کمر عزیمت بستہ طیار و طرار حکم فرمودہ تا نقارہ کوچ بزنند و خود پائے مبارک در رکاب ہمایوں نہاد - قاصد سیاحت گشت - قضارا علم دار خاصہ آنحضرت کہ یکے از اولیائے کرام بود خواست - علم مذکور از زمین بردارد و بدست بگیرد، و ہر چند کہ بقوت ظاہری و باطنی مستاصل گشت از زمیں بر آوردن نتوانست - بلکہ از جائے جنبانیدن مجالش نشد - پس صورت واقعہ در جناب ولایت رفع کرد - بمجرد آنکہ گوش واقعہ نیوش اصغا فرمود، پائے مبارک از رکاب کشیدہ از بارگیر عزیمت سفر فرمود آمد و ہمانجا بزیر علم

بنشست و فرمود کہ صدق جدی ای یاران ہمدم و ای رفیقان ہمقدم از امروز جید رسیاح پائے سیاحت کوتاہ کردہ بحکم فرمان لازم الاذعان جد بزرگوار خود ایں جائے برائے اقامت خود اختیار فرمود۔ پس باز سفر کشادند و مصاحبان آنسرور بہر جا استراحت بگزیدند۔ والحق موضعے کہ آنسرور اختیار نمود۔ جائے بود کہ از نجاست گوناگوں چوں کوہ جمع شدہ بود۔ چنانکہ صغیر و کبیر از نجاست و بد بوے و فتن ازاں راہ آمد و رفت نتوانستند۔ ہر چکیہ از حیوانات جیفہ شدے براں گلخن افگندے۔ القصہ از نجاسات تودہ تودہ کردہ آمدہ بود۔

فی الجملہ شاہ ذیجاہ بپیش آں گلخن بنائے خانقاہ افگندہ حکم عالی بر خادمان و معتقدان درگاہ چناں صادر فرمود کہ ہر یک کمر جد و جہد بستہ آں تودہ انجاش ازمیاں بردارند، و ازاں غلاظت بد بوئے ہیچ کراہت در دل نیاوردہ یکبارگی چنداں بکاوند کہ زمیں ہموار برآید۔ و ہیچ نشیب و فراز نماند، و از انبار گلخن صحن گلشن شود۔ پس جمیع از معتقدان صادق برپا شدہ، کمر سعی بستہ تودہ مکروہ دور کردہ زمین یکساں نمودند۔ اتفاقاً درآں میاں تختۂ سنگیں یافتند کہ بالائے قبرے کہنہ سرپوش ساختہ۔ صورت ایں واقعہ در خدمت شاہ ذیجاہ معروض داشتند۔ حضرت شاہ ذیجاہ تبسم کردہ فرمود کہ اری کہ مراد ما از کاؤ کاؤ ایں گلخن۔ پس برخاست و نزدیک قبر رسیدہ حکم فرمود کہ تا آں تختہ از بالائے گور برگیرند، بمجرد کہ از بالائے آں گور تختہ برگرفتند و ما دام نسیم عطریات بہشتی در دماغ حاضراں رسیدن گرفت، قبرے دیدند، چوں روضہ جناں پر از گل، و مردہ یافتند باکفنے تازہ و سفید۔ مردہ نے بلکہ زندہ بر سریر راحت خفتہ باعضائے پاکش ذرہ خاک منصرف نشدہ و بند بندش از نگسستہ۔

پس شاہ ذی جاہ لعزت و حرمت تمام قبر پاکش از خوشبویات معطر کردہ و ہدیہ فاتحہ بروح پر فتوح ایشاں واصل گردانیدہ باز ہمچناں حکم فرمود آں تختہ سرش پوش کنند۔ و مرقد پاکش از برائے یادگار سنگ بست کنند۔ شخصے از خادمان خاص آنحضرت عرضداشت کرد کہ عالم اسرار لاریب و واقف رموزات غیب، امید وارم کہ از کیفیت ایں قبر چگونہ ؟ و کیست و نام و نشانش چیست اطلاع دہی؟ بعد ازاں شاہ ذیجاہ فرمود کہ ایں شخص مدفون

از اولیاء اللہ تعالیٰ ہست و دراین سرزمین صاحب حکم بود۔ چنانچہ کہ طنطنۂ کرامات و دبدبہ مقامات او در اکناف و اطراف این دیار ساری و جاری بود واز تعلیم علم ربانی معلوم او بود، دریں جائے، کہ مدفون ہست، ہنگم حیدر ثانی و قطب فردم بنا روضۂ خانقاہ افگند ایں جائے را جلوہ نما گردانم۔ بعد وفات مدفون از انجاست انو بے حق دانست کہ از نسل حیدر کرار وحضرت غوث ابراہیم نام حیدر نامدار وقطب مدار دریں جا رسیدہ بنائے خانقاہ خود دریں جا افگندہ علم ولایت بمیدان کرامت افراشتہ طبل، مریدی لا تخف اللہ ربی،

عطانی رفعۃ نلت المنال

طبولی فی السماء والارض وقت

وشاؤس السعادت قد بدالی

خواہند نواخت پس ہنر آنست کہ را در خاک و نشان در مزبلہ خاشاک پنہاں کنم وہمسری انوبے اکرم اکمل نمایم۔ بنا بریں مخفی ہست پس حیدر روا دار نیست کہ مرد ایں چنیں بزرگوار در چنیں نجاست و بد مضمر و پنہاں باشد۔ پس ازاں قبر مبارکش را بوجہ احسن رنگ بست ساخت، چنانکہ نشان آں گلخن یکسے مندفع شدہ صحن گلشن بلکہ نمودار روضہ دار السلام شد۔ نامش از زبان گہر بار شہاب الدین اولیاء مشہور گردید۔

مناجات

والے سر ور ممبیر و پیر

والے پاے دہ ولایت ملک گری

اے نجات بخش اسیراں تربت تاریک

والے گزارندۂ فروماندگاں صراط باریک

والے دستگیر افتادگاں درکات جحیم

والے رسانندۂ ما با بدرجات نعیم

ما الیق عذاب گوناگوں

نیست لا شک بر اسم سگ دوں

ہیچ عضوے از تن ناپاکش

نیست کہ لائق عذاب آتش نے

وہولاے وجودش در بوتہ

امتحاں جز از ماغل وغش نے

از اعمال صالحہ چناں بے بہرہ است

منزل اولش کہ عبارت از قبر است

چہ عجب اگر بہ از آتش قہر است

ای جرعہ بخش شراب نعیم

درکام زہر چشاں ماہ حمیم

امید وار چنانم زدو جہ رحمت

بسا ز قبر من جیفہ روضہ رحمت ما
بگور تنگ نباشم اسیر و ہم دلریش
ز روئے لطف طلب کن مرا بخدمت خویش
رسد آں دو ملک نکیر و ہم منکر
زنند نعرہ بمن آں چناں کہ اے مدبر
بدہ جواب فصیحم بگو خدایت کیس
براہ دین بدا ہادی ہدایت کیس
بدہ تو طاقت آں کز سوال ہیبت شاں
ز عجز و ترس نگردم چنانکہ لبسیر زباں
بشاہ عبدالحکیم و بشاہ دین درویش
دہی تو تقویتم ان زماں لحد در پیش

خارقہ دہم

آں عالم اسرار ربانی آں مظہر وجود
امن و آمانی روزے در مسجد جامع بعد از ادائے نماز
جمعہ بحضور حاضران وقت امروز آفتے از آفتہائے
زمانی کہ غالباً آتشے باشد سیاہ و قہرانی کہ ازاں خانما
وغاستہ خراب و سوختہ شود و دمار معیشت از دمار آں
برآورد از حکم یزداں بر سکان شہر آباد آں نامزد است
ولیکن کسے از حاضران و اکابران و حاکم آنجا تفتیش
ایں نکردہ از آنحضرت درخواست امن و اماں نہ
نمودند بلکہ قول معتبر ایشاں بخرافات منسوب ساختند
و اغماض کردند و بتحقیق ندانستند کہ واقعہ
چنیں خواہد انگیخت و حادثہ چنیں روے خواہد
آورد۔ اتفاقاً روغن فروشے بود دراں شہر از
استماع ایں حرف چنیں گفت کہ غالباً شیخ یکے از
مریدان خود رنجیدہ باشد و کسے از ایشاں راہ
نافرمانی آں بزرگوار بقدوم جسارت پیمودہ کہ تا
چنیں حرف نفرت آمیز ازاں سرور صادر شدہ
و یقین ندانست کہ ہر تیر سخنے کہ از کمان زبان صداقت
بیان برآید ہر آئینہ بر ہدف ظہور کارگر شود۔

زبان اہل ولایت چوں سیف قاطع دان
کہ لرزد از دم قہر آب زمین و زماں
چوں از بنام خموشی دمش بدر گردد
کجا مجال فلک پیش او سپر گردد

چوں آں مرد گستاخ ایں بگفت بعد ازاں قدرے
کنجد۔ در جوال انداختہ اش میکرد و روغن میکشید
اتفاقاً در دامن خوانش شعلۂ از آتش قہر بفروخت
و خانمان بے ادب را پاک بسوخت۔ ہمچناں
از خانہ بخانہ و محلہ بمحلہ برسید تاکہ دراں روز نیمہ
شہر با متاع زندگی خراب و سوختہ گردید۔
فی الواقعہ آں روز بسیار امتعہ و سقف خانہا
و ثاقہا در نائرات بتاراج و نالاں رسیدہ

بصفت وھی خاویۃ علیٰ عروشھا موصوف،
شد از عالم آہ وفغاں شور ونفیر مکرہ اثر رسید،
قضارا دریں اثنا جمعہ دویم آمد۔

واقعہ جمعہ ثانیہ

باز آنسرور در جمعہ ثانی بر حکم اذا نودی
للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ در مسجد جامع حاضر شدہ
بعد از ادائے نماز آغاز کرد کہ اے حاضران جماعت از
خدا بادیر شمار حمت بارہموں رحمت مزاحم ومعارض
وقت شما الیست واز قضائے یزدانی ہموں نائرات
سوزانی بر متاع واقمشہ خاندانی نامزدست وچوں دلہائے
غافلاں بصفت قلوبنا غلف موصوف بود، ولیکن
باز ہیچ یکے متنبہ شدہ ارادۂ اعتذار واستغفار پیش گرفتہ
وتنبہ را شعار خود ساختہ پنبۂ اغفال از گوش نکشیدند
وعلاج ایں شعلہا دقہر از اں ابر رحمت بطلبیدند اری

مرد غافل ہمیشہ از غفلت
خوش بسوزد میانۂ آتش
از ہمہ غفلتے کہ میدارد
نبود جستنے جوی از آتش

القصہ بارے انوقت چندے از معتقدان وخادمان
کہ حمایت آنسرور گاہ بگاہ شامل حال ایشاں بود بر خاستہ
زبان تضرع وابتہال کشادہ چنیں گفتند کہ اے واسطہ
امن وامانی وائے دافع بلیات دوجہانی امید داریم
کہ ازیں شعلہائے سوزانی از طفیل حمایت حرمت
تو امتعہ واقمشہ خاندانی آسودہ ومتمتع باشیم،
پس آنسرور سببے کہ واسطہ امن وامان ایشاں
یاں چنیں فرمود، در وقتیکہ شعلہائے نار در ہر
کوے باز آر مشتعل شود آنہانیکہ متمنائے امن
وامانید، وامنیت در دل میدارند بالائے بام
خود استادہ درود اعظم واسم اکبر قادر شیئاً للہ
ورد ساختہ رخت خود از اں ورطہ بدر برد۔ وہیچ
اندیشۂ آں آتش قہر نخورد۔

القصہ چوں آں نائرات قہر ربانی در ہر
وثاق ومنزل سر برگرداں کسانیکہ مامور ورد اسم
قادر شیئاً للہ وردبودہ ہمچناں بر حکم انسرور
جلائے الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ،
ویا قادر شیئاً للہ الامان الامان کشیدہ
بالائے بام خود ایستادند ورخت خود صحیح وسلامت
از اں بدر بودند، اگرچہ منزل ہائے ایشاں در جوار
وثاقہائے کہ مبتلائے بلائے نار بودہ واقع
بود۔ اگرچہ از آسیب بادنائرات وشعلات
آں آتش بر بام عرش ایشاں می رسید، چنانکہ
تودہ تودہ آتش بر بام عرش ایشاں افتادہ

بود۔ چوں حمایت آنسرور شامل بحال ایشان بود،
ہیچ داغے از احراق بآں خلندان نرسید و دود
فنا و فوات ازاں تودہ نیامد۔ سبحان اللہ چوں
ایشاں صدق عقیدتے و خلوص مودتے کہ با آنسرور
می داشتند ثمرہ آں در دنیا بچنیں نوع روے نمود کجا۔
درجہ مردانی کہ از تودہ خالص و عقیدۂ کامل
در سلک ارادت آنسرور جمع شدہ باشند و ہمگی و تمامی
خود را در رضائے مربی خود دریافتہ در دعوۃ المریدیا
لا یری سواہ ثابت باشند۔ و چوں ابراہیم الالائق
و فی دعواء الارادت کہ لیس بصادق از روے
دعوی کذابی دعوی مریداں کہ باین صفت موصوف
باشد میکند۔ سبحان اللہ! کجا مور مسکین و کجا سلیمان
با حشمت تمکیں، کجا قدر آنمرداں و کجا ایں سگ در
بدر گرداں۔ اگرچہ در ارادہ کامل جز بدعوی کاذب
نیست، فاما امید وارست کہ از طفیل گرد نعلین
شریفین ہر دو شاہزادگانِ عالی ابقا اللہ تعالیٰ
بقاء ھما برحکم حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ و آلہ
السلام کہ من تشبہ بقوم فھو منھم
در روز کشاکش یوخذ بالنواصی والاقدام
حشر ادیاں مرداں صاحب مراد شدہ و نائرات
و برزت الجحیم للغاوین را ندائے قلنا یانار کونی
بردا و سلاما علیٰ ابراھیم خواہند داد۔

آمدم بر سر قصہ فی الجملہ آں روز ہم چندیں
خانما بحکم یخربون البیوت از حملات جنود
شعلات خراب و ویران شدند۔ چنانکہ از وثاقہا
و منزلہائے آں موضع جز عشر عشیر باقی نماند، کہ
ناگاہ دریں اثنا جمعہ سوم رسید۔

واقعہ جمعۂ سوم

برحکم عادت معہود بلتتے چند از خادمان
معدود باز آنسرور حاضر شد۔ بعد از ادائے نماز
باز حرف شگرفت انجام آغاز کرد ؎

ایھا الحاضرون دریں کعبہ
باز قہر خدا دریں قصبہ
از تنگ و تاز میکند حملہ
تا بسوزد کہ خانما جملہ

چوں آنسرور ندائے وحشت اثر در داد آنگاہ
حکم آنجا مع اکابران شہر و حاضران جماعت از خواب
غفلت متنبہ شدہ تائب و خائف ترسان و لرزاں
پیش آنسرور بر روئے افتادہ زبان عجز چنیں
نوع بکشاد ؎

چوں توئی باران رحمت لطیف کن بر ما بہار
وقت باریدن ہمیں ہست ای سحاب آبدار

ای کعبه آمانی آمال امیدوارم که از خطرات
زلال جمال با کمال شعلهائے جلال فرونشانی واز
کوثر تلطف وترحم می بکار بری، تا خشک لبان
حرارت فنا وعدم سیراب معیشت امن وآمان گردید

پس شاه ذیجاه چنیں فرمود : اے جاہلان
غافل مگر از خواب نوشیں غفلت اکنوں بیدار
شدید، خوب تقدیر الٰہی بریں گونه برشما جاری بود
آنچه ع شدنی شد ذکر چه خواهد شد

اکنوں چوں انطفائے ایں تاثرات، قہر
می خوابید، پس می باید که موضع ننوڑ، دیہی که در
جوار ایں قصبه واقع است بنام خادمان ما بطرق
جاگیر نوشته بدہید که الحق سبب تسکین زمانهٔ قہر
ایں آتش ربانی تواند بود۔

القصه حاکم ہموں وقت دبیر خود را طلبید
حکم کرد، آں موضع مذکور بر حکم الصاحب حکم نوشته
بدہید۔ چوں دبیر بر حکم حاکم مثال جاگیر نوشته
پیش آں حاکم آورده که موقع شک کنند۔ ناگاه
شخصے فرود ہموں زماں در ہموں مجلس پیش
آں حاکم خبر آورد ع

ای که ہستی دریں جہاں مشہور
از قہنا سوخت موضع ننّور

چوں مرشد کامل با حضار مجلس باصفا
ایں احوال برخواسته بمکس خود بار رفته باز آتش
قہر باہیں شدت در نلنگه بفروخته۔



خلاصہ اردو: نواں خارقہ

ہفت اقلیم کے طول و عرض میں سیر و سیاحت
کرنے والے جہاں گشت حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری
نے اپنے سفر کو موقوف کرتے ہوئے دار السلطنت بیجاپور
عرف نلنگہ و میوڑ کو اپنی رہائش گاہ قرار دیا۔ کیونکہ
آپ کے جد امجد کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ سیر و سیاحت
کے دوران جہاں اور جس منزل پر بھی اقامت گزیں
ہو جائیں، وہاں کی زمین میں اپنا علم خاص نصب
کریں۔ اور جس جگہ میں وہ مضبوطی کے ساتھ دھنس کر
رہ جائے اور زور آور لوگوں کی قوت سے جنبش
نہ کرے تو فرزند کو چاہیئے کہ اس مقام پر سکونت
اختیار کریں۔ اور وہاں اپنی کرامتوں کے علم بلند
کریں اور وہیں ایک خانقاہ کی تعمیر اور اپنی آخری
آرام گاہ کی تعین کرنے کے بعد پھر ملک کے اطراف
و جوانب میں سیاحت کے لئے روانہ ہو جائیں۔
مذکور الصدر شہر (نلنگہ شریف) جو آپ کے

اثنائے سفر میں واقع ہُوا، وہاں عصر کے وقت خرقہ پوش اور اصحاب ولایت جوق در جوق پوری شان اور دبدبہ کے ساتھ پہنچ گئے۔ اور اپنے بابرکت جھنڈے نصب کر دیئے اور انہوں نے وہیں رات بسر کی۔

دوسرے روز علی الصباح آپ سفر کے لئے تیار ہو گئے اور کوچ کے لئے نقارہ بجانے کا حکم صادر فرمایا۔ اور خود اپنا قدم مبارک بابرکت رکاب میں رکھ دیا۔

آپ کا علمبردار جو طبقۂ اولیاء اللہ میں سے تھا، علم کو زمین سے نکالنے لگا اور بہت کچھ چاہا کہ علم کو زمین سے نکال دے، اس کے لئے اپنی ظاہری و باطنی قوت کو پوری طرح صرف کیا۔ لیکن علم کو اپنی جگہ سے جنبش تک نہ دے سکا۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فوراً رکاب سے اپنا پیر نکال لیا، اور سفر کو ملتوی کر دیا۔ اور اس نصب شدہ جھنڈے کے نیچے تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ اور اپنے متعلقین کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے، میرے جد امجد نے سچ کہا اے رزم و بزم کے ساتھیو، آج کے روز حیدر ساج اپنے جد بزرگوار کے حکم کی تعمیل میں اسی جگہ کو اپنی اقامت گاہ قرار دے رہا ہے۔ لہٰذا سفر کا ارادہ ترک کیا جائے۔ چنانچہ آپ کے مصاحبین و رفقا نے اسی جگہ سکونت اختیار کر لی۔ جس جگہ پر آپ نے قیام کیا تھا وہاں ہر قسم کی نجاست و گندگی پہاڑ کے مانند جمع تھی اور اس میں ہر طرح کے مردہ جانور پڑے ہوئے تھے۔ اور اس نجاست کبیرہ و صغیرہ کی بدبو اور باس کی وجہ سے وہاں چلنا پھرنا دشوار تھا۔ اسی نجاست کے ڈھیر اور تودہ کے سامنے آپ نے خانقاہ کی بنیاد رکھنے کے لئے اپنے معتقدوں، اور خادموں کو حکم دیا کہ ہر ایک مستعد ہو کر اس نجاست کے ڈھیر کو ہٹا دیں اور اس غلاظت کی بدبو سے کوئی شخص بھی اپنے دل میں کسی قسم کی کراہت نہ لائیں اور اس تودہ کو اس طرح ہٹا دیں کہ سطح زمین نمودار ہو جائے اور کچھ بھی نشیب و فراز نہ رہنے پائے، اور اس تودۂ نجاست کو صحن گلشن میں بدل دیا جائے۔

چنانچہ تمام سچے معتقد کمربستہ ہو گئے اور نجاست کو پاک و صاف کر دیا۔ جس کے بعد سطح زمین ظاہر ہوئی، اتفاقاً اس کام کے دوران ایک پتھر کی تختی نظر آئی، جو ایک پرانی قبر کے اوپر رکھی ہوئی تھی۔ جب یہ خبر آپ کے گوش گزار کی گئی تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہنے لگے کہ اس نجاست کے تودہ کو ہٹا دینے اور صاف کرانے سے یہی منشاء تھا۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور قبر کے نزدیک پہنچ کر فرمایا۔ اوپر

سے پتھر ہٹا دیا جائے۔ جیسے ہی قبر کے اُوپر سے پتھر
ہٹا جنت کی خوشبوؤں کی مہک حاضرین کے دماغ
میں پہنچنے لگی اور صحیح وسالم قبر نکل آئی، جو پھولوں سے
بھری ہوئی ہے اور سبزہ زار باغ کے مانند ہے۔ جس
میں ایک نعش سفید و تازہ کفن کے ساتھ موجود ہے۔
دیکھنے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ لاش نہیں ہے بلکہ
کوئی زندہ شخص چارپائی پر سو رہا ہے اور اس کے پاک
اعضاء کو مٹی کا ایک ذرہ بھی اپنے تصرف میں نہیں لیا
ہوا ہے اور کفن کی گرہ تک بھی نہیں کھلی ہے۔

اس کے بعد آپ نے بڑی عزت واحترام کے
ساتھ اس قبر کو عطریات سے معطر فرمایا اور ان کی روح
پر فتوح پر فاتحہ کا ہدیہ پیش کیا اور حکم دیا کہ اس پتھر کو
سرہانے رکھ کر بند کر دیا جائے اور برائے یادگار ایک
پتھر قبر کے اوپر نصب کر دیں۔

حضرت کے خادموں میں سے ایک خادم نے
عرض کیا کہ بے شک آپ اسرار ورموزِ غیب سے اچھی
طرح واقف ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبِ قبر کے
نام ونشان سے متعلق اطلاع دیں گے۔

اس کے بعد فرمایا صاحب مزار اولیاء اللہ میں سے
ہے اور اس سرزمین کے اندر صاحب تصرف تھے، اور
ان کے مقام ومرتبہ کا دبدبہ اور ان کی کرامتوں کا شہرہ
اس شہر اور اس کے گرد ونواح میں پھیلا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ معلوم تھا کہ وہ
جہاں مدفون ہیں وہاں حیدر نامدار و قطب مدار پہنچ کر
اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھیں گے اور میدان کرامت میں علم
ولایت کو نصب کرتے ہوئے یہ نعرہ بلند کریں گے:

مریدی لا تخف اللہ ربی
عطانی رفعۃ ثلث المنالی
طبولی فی السماء والارض دقت
وشاؤس السعادت قد بدالی

میرے مرید نہ گھبرا۔ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اللہ نے مجھے
اپنی بخشش وعطا سے ثلث حصہ عطا فرمایا ہے۔ میرا
طبل آسمان وزمین میں بجایا گیا اور میرے لئے سعادت کی
خوشخبری مل چکی ہے۔

کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قبر کو اس خس وخاشاک
اور گندگی ونجاست کی تہ میں پنہاں کیا تاکہ اپنے آپ کو
افضل واکرم نہ دکھائیں۔ اسی بنا پر وہ مخفی رہے لیکن
حیدر نہیں چاہتا کہ ایسے صاحب کمال بزرگوار نجاست
کی تہ میں پوشیدہ رہیں۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے ان کی قبر بہترین طریقہ
سے تعمیر فرمائی گویا وہ جنت کا باغ ہے اور ان کا اسم
گرامی شہاب الدینؒ اولیاء بتلایا۔

مناجات

اے سرور میر و پیر، اے بادشاہ ولایت ملک گیر، تربت تاریک کے قیدیوں کو نجات بخشنے والے، پل صراط پر گذرنے سے عاجز رہنے والوں کو پار کرنے والے — درکاتِ جحیم میں گرے ہوؤں کی دستگیری کرنے والے، اور ہمیں نعمتوں کے درجوں میں پہنچانے والے۔ بے شک ہم عذاب گوناگوں کے لائق اور سگ دوں کے برابر ہیں، ہمارے تنِ ناپاک کا کوئی عضو ایسا نہیں ہے، جو لائق عذابِ آتش نہ ہو۔ ہمارے وجود کا ہیولیٰ امتحان کی بھٹی میں صرف کھوٹ ہی کھوٹ ہے۔ اعمالِ صالحہ سے اس طرح بے بہرہ ہے کہ اسکی منزل اول (قبر) اگر آتشِ قہر سے بھری ہوئی ہو تو کیا عجب ہے۔ دوزخ کے ماءِ حمیم کے چکھنے والوں کے حلق میں شرابِ نعیم کے گھونٹ ڈالنے والے۔ آپ سے امید وار ہوں کہ مجھ مردار کی قبر کو روضۂ رحمت بنا دیں گے۔ میں تنگ قبر میں پھنسا ہوا ہوں۔ اسیر ہوں، دل ریش ہوں۔ از راہِ لطف ہم کو اپنی خدمت میں طلب کیجئے۔ اور مجھے قبر میں جب دو فرشتے منکر و نکیر پوچھیں گے کہ تیرا خدا کون اور ہادی کون ہے تو آپ ان ہیبت ناک سوالوں کا جواب دینے کی طاقت پہنچایئے۔ بحرمت شاہ عبدالکریم وشاہ دیں درویش اس وقت آپ مجھے اپنی طرف سے تقویت پہنچایئے۔

دسواں خارقہ

عالم اسرار ربانی و وجود امن وسلامتی حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری ایک روز جامع مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اہلیان نلسنگہ سے یوں مخاطب ہوئے:-

اے حاضرین وقت! زمانہ اور وقت کی آفتوں ومصیبتوں میں سے کوئی آفت آج کے روز پہنچنے والی ہے، غالبًا وہ آتش سیاہ ہوگی، جو اس قدر زور سے بھڑک اٹھے گی کہ اس سے خانماں خراب اور خستہ ہو جائیں گے۔ اور اس ہلاکت سے معیشت و زندگی کی تباہی وبربادی ظاہر ہوگی اور مکانات اور اسباب مکانات سبھی جل کر خاک ہو جائیں گے، اور یہ آفت ساکنانِ شہر کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ سے طے ہو چکی ہے۔

حاضرین وعمائدین اور حاکم شہر نے حضرت کی ان باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی آپ سے امن وامان اور سلامتی وعافیت کے لئے التجاء و درخواست کی۔ بلکہ آپ کی قابل اعتماد باتوں کو خرافات اور واہیات تصور کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا اور یہ سمجھ لیا کہ ایسا واقعہ اور حادثہ بھی رونما

ہو سکتا ہے؟ حقیقت کو سمجھ نہیں سکے۔ چنانچہ شہر میں ایک روغن فروش نے یہ جب باتیں سنی تو از راہِ طنز و مزاح کہا کہ شاید حضرت اپنے مریدوں میں کسی مرید سے رنجیدہ ہونگے اور کسی مرید نے نافرمانی و عدمِ طاعت کی جسارت کی ہوگی، جس کی وجہ سے یہ نفرت آمیز کلمات ان کی زبان سے نکلے ہیں۔ لیکن یہ یقین نہیں کیا کہ جو تیرِ سخن بھی ان کی کمانِ زبان صداقت بیان سے نکل جائے گی وہ یقیناً ہدف ظہور پہ پہنچ کر رہے گی۔

زبانِ اہلِ ولایت چوں سیف قاطع داں
کہ لرزد از دمِ قہر آب زمین و زماں
چوں از بنامِ خموشی دمش بدر گردد
کجا مجال فلک پیشِ اُو سپر گردد

اہل اللہ کی زبان سیف قاطع ہے جن کے جلال سے زمین و زماں اور کائنات پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، جب ان کی زبان سے کوئی تیرِ سخن نکل جائے تو اس کے مقابلہ میں آسمان بھی سپر نہیں بن سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور صالحین کی زبانوں سے جو بات صادر ہوتی ہے، وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔

اس گستاخ روغن فروش سے جب یہ بات کہی اور اس کے کچھ ہی دیر کے بعد وہ تیل کشید کرنے میں مصروف ہو گیا۔ دفعتاً لکڑی کے کٹھرے میں زور دار آگ کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ اور اس بے ادب کا گھر اور تمام اثاثہ جل کر خاک ہو گیا اور اس طرح یہ آگ ایک گھر سے دوسرا گھر اور ایک محلّہ سے دوسرا محلّہ پہنچتی رہی، حتیٰ کہ نصف شہر کی متاع زندگی اس روز نذرِ آتش ہو گئی۔ اور بے شمار مکانات کا سامان واثاثہ اور گھروں کی چھتیں اس تباہ کن آگ کے شعلوں کی نذر ہو گئیں۔ اور فھی خاویۃ علی عروشہا کی تفسیر ظہور پذیر ہوئی اور آہ و فغاں اور شور و ہنگامہ بلند ہو گیا۔

دیکھتے دیکھتے اسی اثنا میں دوسرا جمعہ آپہنچا۔

دوسرے جمعہ کا واقعہ

آنجناب حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کے حکم کے موافق مسجد جامع میں حاضر ہوئے اور نماز ادا کرنے کے بعد حاضرینِ جماعت سے یوں گویا ہوئے :-

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت نازل ہو، اور یہ رحمت، وقت کی مصیبتوں میں تمہارے لئے معارض و مزاحم ثابت ہو۔ اور اس آتش زدگی کے ذریعہ خاندانوں کی جو تباہی قضائے الٰہی سے مقرر ہو چکی ہے، تمہارے لئے یہ رحمت الٰہی حفاظت کا ذریعہ بن جائے۔

جب غافلوں کے دل قلوبنا غلف کی صفت سے

موصوف رہے تو کسی فرد نے بھی متنبہ و ہوشیار ہو کر آپ سے عذر خواہی و استغفار کا رویہ اختیار نہیں کیا اور نہ ہی کوئی غفلت سے بیدار ہو کر معذرت چاہا۔ اور نہ ہی کسی نے ان شعلوں سے نجات پانے کے لئے آپ سے کوئی فریاد کی۔

مرد غافل ہمیشہ از غفلت
خویش بسوزد میانۂ آتش

غافل شخص ہمیشہ اپنی غفلت سے خود کو آگ میں جلا دیتا ہے، اور اپنی اسی غفلت کی وجہ سے وہ پانی کی تلاش نہیں کرتا۔ حاصل کلام آپ کے چند معتقد اور خادم جن پر آپ کی شفقت و محبت رہی اور جو آپ کے سایۂ عطوفت میں رہے، وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ سے منت و سماجت کرتے ہوئے عرض کرنے لگے۔ "اے وسیلۂ امن و سلامتی اے دافع بلیاتِ دو جہاں، ہم لوگ آپ کی ذاتِ والا صفات سے پر امید ہیں کہ ہمیں آپ کے صدقہ و طفیل سے ان ہلاکت خیز تباہ کن شعلوں سے نجات اور اسباب و اموال کی سلامتی کی نعمت حاصل ہو جائے گی۔

آنجناب جو امن و امان اور سلامتی کا واسطہ اور وسیلہ تھے یوں ارشاد فرمایا، جس گلی اور کوچہ میں آگ کے شعلے مشتعل ہو جائیں تو تم میں سے جو امن و سلامتی کے خواہاں و جویاں ہیں اور اپنے دلوں میں اسکی شمع امید فروزاں کئے ہوئے ہیں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر درود اعظم اور اسم اکبر یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ کا ورد شروع کر کے اپنے سامان و اثاثہ شعلوں کی زد سے محفوظ کر لیں۔ اور اس آگ سے کسی قسم کا خوف نہ کریں۔

القصہ قہر ربانی کی آگ کے شعلے ہر طرف بھڑک رہے تھے اور جو لوگ اسم قادر شیئاً للّٰہ کے ورد پر عامل رہے اور اپنے گھروں کی چھت پر کھڑے ہو کر آپ کے حکم کے مطابق الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللّٰہ اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ، الامان الامان کی صدائیں بلند کرنے لگے تو ان کے مکانات آگ کی زد سے محفوظ رہے۔ اگرچہ کہ ان کے مکانات بھی ان گھروں سے ملے ہوئے تھے، جو آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھے۔ اور تند و تیز ہواؤں کی وجہ سے آگ کے شعلے آسمان کی بلندی کو چھو رہے تھے۔ اور آگ کے انبار گھروں کی چھتوں پر جمع ہو گئے تھے۔ لیکن جن لوگوں کو آپ کی حمایت و نصرت شامل حال رہی انکے خاندانوں اور گھرانوں کو آتشزدگی کا کوئی اثر نہیں پہنچا۔ حتیٰ کہ دھواں کا گذر بھی ان کے گھروں پر سے نہیں ہو سکا۔

سبحان اللّٰہ! آپ کے ساتھ سچی عقیدت و

الفت رکھنے کی وجہ سے ان لوگوں کو دنیا میں یہ فیض پہنچا۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، جو شخص پورے اخلاص سے اور کامل عقیدہ کے ساتھ آپ سے بیعت کا شرف حاصل کرے اور اپنے مرشد و مربی کی رضا و خوشنودی میں خود کو پوری طرح محو اور فنا کر دے، اور اپنی نظریں اپنے شیخ مربی کے علاوہ کسی کی جانب نہ مرکوز کرے تو ایسے سچے عقیدت مند مرید کو حاصل ہونے والے فیوض و برکات کا کیا کہنا؟

کہاں وہ عاجز و مسکین چیونٹی اور کہاں وہ صاحب سطوت و حشمت سلیمانؑ کہاں ان مردانِ کامل کا مقام اعلیٰ اور کہاں یہ مارے مارے دربدر پھرنے والا کتا۔ اگرچہ کہ بیعت و ارادت کے اندر اسکا دعویٰ خالص صدق و صفا سے متصف نہیں ہے۔ تاہم امیدوار ہوں کہ دونوں شاہزادگان عالی کے نعلین شریفین کے غبار کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ اور حدیث نبوی من تشبہ بقوم فھو منھم (جو شخص کسی جماعت سے مشابہت پیدا کرلے، تو وہ اسی میں شامل کیا جائے گا) کے حکم سے روز قیامت میں (جو کہ روز کشاکش ہے اور جس دن لوگوں کے سر اور پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے یوم یوخذ بالنواصی والاقدام) اس کا حشر بھی ان صاحب مراد بزرگوں کے ساتھ ہوگا۔ وبرزت الجحیم للغاوین جس روز جہنم گمراہوں کے سامنے پیش ہوگی ایسے ہولناک روز میں اس گناہ گار ابراہیم کے حق میں بھی یہ ندا بلند ہوگی یا نار کونی بردًا و سلامًا علیٰ ابراھیم اے آگ ابراہیم پر سرد اور سلامتی کا ذریعہ بنجا۔

آمدم برسر مطلب! نیز اس روز بھی گھروں اور مکانات کا اثاثہ بحکم یخربون البیوت آگ کے شعلوں کے حملوں سے اس قدر ویران اور تباہ و برباد ہوگئے کہ اس محلہ میں مکانات کا عشر عشیر حصہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ اسی دوران میں اچانک تیسرا جمعہ آپہنچا۔

تیسرے جمعہ کا واقعہ

حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری اپنی قدیم عادت کے مطابق اپنے مخصوص خادموں اور مریدوں کے ہمراہ جامع مسجد میں حاضر ہوئے اور نماز کے بعد پھر عجیب و غریب اور نادر گفتگو کا آغاز کیا:

ایہا الحاضرون دریں کعبہ
باز قہر خدا دریں قصبہ
از تگ و تاز می کند حملہ
تا بسوزد کہ خانما جملہ

اے حاضرین! اس شہر میں پھر قہر خداوندی کا نزول ہونے والا ہے، اور وہ قہر اس قدر تیز رفتاری سے

رونما ہوگا کہ تمام مکانات اور گھروں کے اسباب
پوری طرح جل کر خاک ہو جائیں گے۔

آپ نے جب یہ وحشت اور دہشت بھری خبر
سنائی تو اس وقت حاکم اور اکابرین و عمائدین اور
حاضرین جماعت خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے اور اپنی
خطا سے نادم ہوکر آپ کے ساتھ عاجزی و انکساری
کا اظہار کرنے لگے اور یوں عرض کیا:۔

چوں توئی باران رحمت لطف کن بر ما بیار
وقت باریدن ہمیں ست ای سحاب آبدار

جب آپ کی ذاتِ گرامی باران رحمت ہے تو ہم
پر لطف و مہربانی کیجئے۔ اے پانی سے لبریز بادل!
برسنے کا وقت یہی ہے۔ یعنی یہ موقعہ و محل اس بات کا
متقاضی ہے کہ آپ اپنی رحمت ہم پر نچھاور کریں۔
اے امیدوں و آرزوؤں کا کعبہ! آپ کی پاک و
صاف اور شیریں عادتوں اور پُر از کمال خصلتوں سے
امید وار ہیں کہ ان مشتعل شعلہائے جلال کو آبِ زلال
جمال کے قطروں سے بجھادیں گے اور لطف و ترحم کے
کوثر سے کام لیتے ہوئے فنا و ہلاکت کی حرارت سے، جو
تشنہ لب ہیں انہیں امن و امان کی زندگی سے سیراب کریں گے۔
آپ نے فرمایا اے جاہلان غافل! تم غفلت کی میٹھی
نیند سے اب بیدار ہوئے ہو۔ خوب! جبکہ تم پر قضاء الٰہی
و مشیت یزدانی کا ظہور و عمل ہو چکا۔

شد نی شد ذکر چہ خواہد شد

جو ہونا تھا وہ ہوگیا اس کا اب کیا ذکر؟ اب جبکہ آتش
قہر کو سرد کرنا چاہتے ہو تو موضع نتوڑ (جو اس شہر کے
قرب و جوار میں واقع ہے) کو ہمارے خادموں کے نام
بطورِ جاگیر لکھ دیں۔ یہ چیز نزول قہر کے وقت
تسکین کا باعث ہوگی۔
حاصل کلام اسی وقت حاکم منشی کو طلب کیا اور
حکم دیا کہ اس موضع کو ان کے نام لکھ کر وہ نوشتہ
انہیں دے دیا جائے۔ چنانچہ حاکم کے حکم کے موافق
جاگیر نامہ لکھ کر حاکم کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ دستاویز
کی توثیق کی جائے۔ اسی وقت ناگاہ ایک شخص حاکم کے
سامنے آیا اور یہ خبر دیا۔

ای کہ ہستی دریں جہان مشہور
از قضا سوخت موضع بنّور

اے وہ ہستی جو دنیا میں مشہور ہے قضائے الٰہی سے بنّور جل گیا۔

مرشدِ کامل ان احوال کو دیکھ کر حاضرین
مجلس سے برخاستہ ہوئے اور اپنے گھر کی طرف چلا گئے
اور پھر اسی شدت کے ساتھ آتش قہر نلسنگہ میں
بھڑک اٹھی۔

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

از: ادارہ

ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی مردان حقیقت میں سے ایک نامی بزرگ تھے۔ خدا نے انہیں علوم ظاہری و باطنی کا جامع کیا تھا۔ علی ہجویری داتا گنج بخش نے فرمایا: "اپنے زمانہ میں علم و عمل میں منفرد تھے۔ زہد و ریاضت نے مقبول النفس و مقتول النفس بنا دیا تھا۔ علم اصول و فروع اور حقائق کے عالم تھے اور ان کا کلام تجرید توحید میں تھا۔ معاملت ظاہری و باطنی کی صحت میں یکتا تھے۔"

کواکب دریہ میں علامہ مناوی نے لکھا: قال التمیمی ھو امام المسلمین فی الفقہ والتصوف والحدیث والکلام (تمیمی نے کہا کہ وہ فقہ اور تصوف اور حدیث و کلام میں مسلمانوں کے امام تھے) ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے: احد رجال الحقیقۃ وھو ممن اجتمع علم الظاھر والباطن (مردان حقیقت میں سے ہیں، وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن میں علم ظاہر و علم باطن جمع تھا) حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا ذکر کیا المحاسبی العارف صاحب التصانیف صدوق فی نفسہ وقد نقموا علیہ بعض تصوفہ وتصانیفہ وہ فی نفسہ سچے ہیں حالانکہ ان کے تصوف اور انکی تصنیفوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ شیخ عبدالفتاح ابو غدۃ نے محاسبی کی کتاب رسالۃ المسترشدین شائع کی تو اس کے مقدمہ میں لکھا کہ وہ امام عارف، علوم حکمت و معرفت میں رطب اللسان، تقویٰ اور تقدس، علم و عمل، معاملات و حالات میں بے نظیر، زہد و عبادت، پند و مواعظ میں بے مثال، فقیہ متکلم، اور خطابت میں فرد تھے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا المحاسبی خیر الامۃ فی علم المعاملۃ ولہ السبق علی جمیع الباحثین عن عیوب النفس وآفات الاعمال ... وکلامہ جدیر بان یحکی علی وجھہ (علم معاملہ میں محاسبی امت میں سب سے بہتر ہیں۔ عیوب نفس اور آفات اعمال سے بحث کرنے والوں میں آپ سب سے مقدم اور سابق ہیں۔ ان کا کلام اس لائق ہے کہ بجنسہ نقل کیا جائے۔ علامہ زاہد کوثری نے بیان کیا ہے:

لقد کان اثر الامام المحاسبی علی الامام غزالی کبیرا ولقد تبطن الغزالی کتاب الرعایۃ فے کتابہ الاحیاء (غزالی پر محاسبی کا بڑا اثر تھا اپنی کتاب احیاء میں کتاب الرعایہ کو داخل کرلیا۔)

محاسبی عبادت و ریاضت، پند و نصیحت اور تصنیف و تالیف میں اپنا وقت گذارتے تھے۔ کوئی لمحہ بیکار نہ رہتے تھے۔ تاج الدین سبکی نے ان کی تالیفات کی تعداد دوسو بتائی ہے۔ آپ کا موضوع اخلاقیات زہد و تصوف، نفس انسانی کے عیوب اور ان کا علاج، ان کے علاوہ خوارج، معتزلہ، روافض اور قدریہ، اور اصول دین و فقہ و احکام میں بھی ان کی کتابیں ہیں۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں: جنید بغدادی فرماتے تھے کہ حارث محاسبی میرے گھر آتے اور مجھ سے فرماتے آؤ ذرا تفریح کو چلیں، میں عرض کرتا آپ وحدت و عزلت سے نکال کر تنہائی کا امن و سکون ختم کرکے، مجھ کو آفات و بلیات میں پھنسانا اور خواہشات میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں، وہ اصرار کرتے اور میں ان کے ساتھ ہولیتا۔

جن امور کا مجھے خطرہ تھا راستہ میں ایسی کوئی بات پیش نہ آتی تھی۔ جب ہم جنگل میں پہنچ کر کسی مناسب جگہ بیٹھ جاتے تو فرماتے مجھ سے سوالات کرو۔ میں عرض کرتا میرے ذہن میں کوئی سوال ہی نہیں، فرماتے جو دل میں آئے پوچھو۔ پھر خود سوالات کی بوچھار کر دیتے۔ میں وہی سوالات ان سے پوچھتا، وہ ان کے برجستہ جوابات دیتے۔ اس کے بعد وہ گھر لوٹتے اور ایک کتاب تیار کرلیتے۔

عربی ادب و بیان کے اعتبار سے بھی محاسبی کا شمار چوٹی کے لکھنے والوں میں ہے۔ فصاحت و بلاغت سلاست و روانی میں ممتاز ہیں۔ بیان موثر اور زبان شیریں ہے۔ کتاب الرعایۃ لحقوق اللہ عزوجل۔ کتاب التوہم۔ اور رسالۃ المسترشدین سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اور اول الذکر کتاب گب میموریل سلسلہ میں بھی مقدمہ کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ ان کی غیر مطبوعہ کتابوں میں، کتاب التفکر والاعتبار، کتاب النصائح۔ شرح المعرفۃ و بذل النصیحۃ۔ الوصایا۔ المسائل فی اعمال القلوب والجوارح قابل ذکر ہیں،

محاسبی کی تالیفات کی خصوصیت تصوف کی وجہ سے ہے، وہ قرآن کریم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال صحابہ اور اعمال سلف سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ صوفیہ کی شطحیات اور فلسفیانہ بحثوں سے تعرض نہیں کرتے، ان کے پیش نظر علم و عمل کی اصلاح، مراقبہ، تطہیر نفس حصول قرب الٰہی کے طریقے تھے۔ خود بھی اچھے مکان میں رہتے تھے اور نفیس لباس پہنتے تھے۔ ابو نصر سراج طوسی

نے لکھا ہے کان للحارث دار حسنة وثیاب نظاف لیکن زہد کا یہ عالم تھا کہ مرتے دم ایک درم پاس نہ تھا۔ ان کے باپ ستّر ہزار درہم ترکہ چھوڑ گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اس ترکہ کے لینے سے اس بنا پر انکار کیا کہ ان کے باپ قدری تھے اور وہ قدریوں کو مجوس ھٰذہ الامۃ سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح روایتوں سے یہ ثابت تھا کہ اختلاف مذہب کی حالت میں ورثہ نہیں مل سکتا۔ جس وقت انہوں نے اتنی کثیر رقم سے انکار کیا اس وقت وہ تہی دست تھے۔

جنید بغدادی نے بیان کیا کہ ایک دن محاسبی ان کے مکان پر سے گذر رہے تھے تو جنید نے ان کے چہرہ پر بھوک اور فاقہ کشی کی علامتیں پائیں۔ یہ دیکھ کر انہوں نے محاسبی کو کھانے کے لئے بلایا۔ وہ آئے تو اتفاقاً جنید کے چچا نے اس دن مختلف کھانے اور میوے بھیجے تھے۔ وہ ان کے سامنے رکھے گئے۔ محاسبی نے ایک لقمہ لیا، وہ چباتے ہی رہے نگل نہ سکے۔ پھر وہ اُٹھ کر چلے گئے اور جاتے ہوئے دہلیز کے باہر اس کو تھوک دیا۔ اس بات سے جنید کو رنج ہوا۔ جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو جنید نے حارث سے شکایت کی کہ پہلے تو دعوت قبول کر کے مجھے خوش کیا اور پھر کھانا چھوڑ کر مجھے ناخوش کیا تو حارث نے فرمایا کہ مشتبہ کھانا مجھ سے نگلا نہیں جاتا۔ چنانچہ میں نے وہ لقمہ دہلیز کے باہر تھوک دیا۔ اگر تم مجھے پاکیزہ کھانا کھلاؤ تو ضرور کھاؤنگا۔ چنانچہ جنید نے انہیں روٹی اور چٹنی کھلائی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب کبھی ان کے سامنے مشتبہ کھانا پیش کیا جاتا اور وہ کھانا چاہتے تو ان کی انگلیوں کو پسینہ آجاتا تھا۔ اور بقول بعض ان کی انگلیاں پھرکنے لگتیں۔

معاملات تصوف میں ان کی روش کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن ابو حمزہ صوفی جو ان کے مریدین میں سے تھے ان کے گھر آئے، حارث کے پاس ایک بکری تھی۔ وہ ممیائی تو ابو حمزہ کو وجد آگیا (کشف المحجوب میں بکری کے بجائے مرغ کا ذکر ہے جس کے بانگ دینے پر ابو حمزہ صوفی بغدادی کو وجد آگیا) اس پر حارث برہم ہو گئے اور کہا یہ حرکت نازیبا ہے اس پر توبہ کرو، ورنہ میں بکری کو ذبح کردونگا۔

وفیات الاعیان میں ابن خلکان نے آپ کی تاریخ وفات ۲۴۳ھ لکھی ہے۔ تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ خطیب اور ابن السبکی نے امام ابو ثور سے نقل کیا ہے کہ میں حارث کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے فرمایا اگر سکرات میں مجھ کو اچھا منظر نظر آیا تو میں ہنسوں گا ورنہ چہرے پر برے آثار ظاہر ہوں گے۔ ابو ثور کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہنسے اور وفات پا گئے۔ ان کے اساتذہ میں یزید بن ہارون اور ان کے طبقے کے محدثین تھے جن سے

انہوں نے روایت کی۔ ان کے تلامذہ میں قابل ذکر ابو العباس بن مسروق، جنید، احمد بن قاسم اور سمٰعیل بن اسحاق سراج قابل ذکر ہیں۔

حارث محاسبی کے ناقدین میں امام احمد حنبل اور محدث ابو ذرعہ تھے۔

خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے۔ سمٰعیل بن اسحٰق سراج کہتے تھے۔ امام احمد حنبل نے ایک روز مجھ سے کہا کہ میں نے سنا ہے حارث محاسبی تم سے اکثر ملتے رہتے ہیں۔ ایک روز تم انہیں اور ان کے تلامذہ کو اپنے گھر پر بلاؤ اور مجھے ایسی جگہ بٹھاؤ، جہاں سے میں ان کی باتیں سن سکوں۔ چنانچہ میں حارث کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اور ان کے تلامذہ کو رات کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ میرے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے ان کی دعوت کا تم پر زیادہ بوجھ پڑے گا۔ اس لئے تم کھانے میں صرف چٹنی اور روٹی دیا کرو۔ میں نے امام احمد کو اطلاع دی۔ وہ آئے اور میں نے مکان کے ایک حصہ میں بٹھا دیا، جہاں سے وہ ہماری باتیں سن سکیں۔ حارث اور ان کے تلامذہ آئے کھانے کے بعد نماز پڑھی اور کچھ وقت خاموش بیٹھے رہے۔ ایک تلمیذ نے حارث سے ایک سوال کیا جس کے جواب میں وہ تقریر کرنے لگے۔ ان کی تقریر خاموشی سے سنتے رہے۔ لیکن کچھ دیر کے بعد ان کی تقریر کا یہ اثر ہونے لگا کہ تلامذہ میں سے اکثر رونے لگے۔ میں کچھ دیر کے بعد امام احمد کے پاس گیا تو دیکھا وہ بھی ہوش میں نہیں، زار زار رو رہے تھے۔ میں واپس آ گیا۔ جب مجلس ختم ہوئی اور حارث اور ان کے تلامذہ رخصت ہو گئے تو پھر امام احمد کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے ان کے جیسے لوگوں کو کبھی دیکھا ہو، اور نہ حقائق و معارف میں ایسی تقریر سنی۔ اب میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ تمہارا ان کی صحبت میں رہنا اچھا نہیں ہے۔

امام احمد کے ان جملوں میں حارث کے کمال و فضل کا اعتراف ہے لیکن اس اعتراف کمال کے باوجود سمٰعیل بن اسحٰق سراج کو ان کی صحبت سے روکنے کی توجیہ تاج السبکی نے یہ بیان کی ہے کہ سمٰعیل سراج محاسبی کے مقام سے فروتر تھے اس لئے امام احمد نے ان کی صحبت سے منع فرمایا۔ نیز محاسبی کی راہ بہت کٹھن تھی۔ ہر شخص سے ممکن نہیں کہ اس پر چل سکے اس لئے خطرہ تھا کہ وہ اس کا صحیح حق ادا نہ کر سکیں گے۔

محاسبی سے امام احمد کی مخالفت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ حارث نے علم کلام میں کتابیں لکھیں، خوارج معتزلہ قدریہ اور روافض اور دیگر گمراہ فرقوں کا رد لکھا۔ امام احمد کا گمان تھا کہ جب کسی فرقہ کا رد لکھا جاتا ہے تو مصنف پہلے اس گمراہ فرقے کے دلائل و شبہات و اعتراضات کا بیان کرتا اور ان کا جواب لکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ مخالف کے شبہات و اعتراضات کو جس قوت اور زور بیان کے

کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، خود اس فرقہ کا کوئی ترجمان
نہ بیان کرسکتا ہو۔ اور ممکن ہے کہ جواب میں وہ زورِ بیان
نہ ہو، اور استدلال میں ضعف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے
تشفی نہ ہو۔ ایسی صورتوں میں شبہات کا ازالہ اور اعتراضات
کا جواب شافی تو کجا ان کا اثر ہو جاتا اور عقیدے میں خلل
پیدا ہو جاتا ہے۔

اس موقعہ پر یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ علم کلام میں
دلائل سمعیہ کے ساتھ دلائل عقلیہ سے عقائد کا اثبات
کیا جاتا ہے۔ اس علم کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ علوم
یونان کے جب عربی زبان میں ترجمے ہونے لگے تو یونانی
فلسفہ کی کتابوں کے ترجمے ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ فلسفیانہ طرز استدلال کا رواج عام ہونے لگا۔ اور
لوگ عقائد دینیہ پر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے غور و فکر کرنے لگے،
اور ملاحدہ اور زنادقہ اس سے فائدہ اٹھا کر اسلامی عقائد
کی صحت میں شبہات پیدا کرنے لگے۔ ٹھیک اسی طرح جیسا مغربی
علوم کے رواج پانے کے بعد انیسویں صدی کے وسط سے
اسلامی عقائد پر نہ صرف غیر مسلم بلکہ خود بعض اپنے تئیں
مسلمان کہلانے والے بھی جدید علوم کی تحقیقات کے نقطۂ
نظر سے اعتراضات کرنے لگے۔

ممکن ہے امام احمد کا بجائے خود خیال صحیح ہو لیکن
جواب نہ لکھنا اور رد نہ کرنا اس وقت مفید ہوسکتا ہے
جب معترض اور مشکک عامی ہو اور فتنہ پھیل جانے کا
خوف نہ ہو۔ لیکن جب عام لوگ بھی گمراہ ہونے لگیں اور علماء
خاموش ہو رہیں تو اس وقت ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

کا مصداق صحیح ثابت ہوگا۔

حارث نے اپنے گرد و پیش کے احوال پر نظر کی تو دیکھا کہ
دولت کی فراوانی نے جہاں فسق و بدعملی کی راہیں کھول
دی ہیں، علمی مشغلوں نے لوگوں کو دینی عقائد اور معاملات
میں غور و فکر کرنے، اپنے نتائج فکر کو شائع کرنے، مناظروں
اور مباحثوں میں ہمیشہ احقاق حق کے لئے نہیں بلکہ اپنے
علمی تفوق و برتری کو ثابت کرنے کے لئے طریق وسط کو چھوڑ
کر مبالغہ کی راہ اختیار کرنے پر آمادہ کر دیا، اس کا اثر یہ ہوا
کہ امت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ مختلف فرقے اور گروہ نمودار
ہونے لگے۔ جب تک جہاد کی روح مسلمانوں میں کارفرما رہی
انہیں معاملات دینیہ میں موشگافیوں کی نہ ضرورت تھی، نہ
فرصت۔ ما انا علیہ واصحابی پر قانع تھے اور اسی
بنا پر وہ اہل السنۃ والجماعۃ کہلاتے تھے۔

جب ان مختلف فرقوں نے سر اٹھایا تو علماء اہل السنۃ
میں سے بعض نے صرف اس کو کافی سمجھا کہ صحیح عقیدہ کا بیان
کر دیں اور مخالفین کے اعتراضات و تشکیکات سے تعرض

نہ کریں، اور نہ ان کے جواب کے درپے ہوں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے مسئلہ خلق قرآن کا فتنہ برپا ہوا تو اسی قدر کہنے پر اکتفاء کیا کہ القرآن کلام اللہ و کلام اللہ صفة من صفات اللہ اور جب خلفاء عباسیہ میں سے معتصم اور واثق نے امام احمد سے اپنے مذہب کی ہمنوائی طلب کی تو صرف یہی کہا اعطونی شیئا من کتاب اللہ او سنة رسوله حتی اقول به، اس طریق پر ثابت قدمی کی پاداش میں آپ نے قید و بند اور حکومت کی تعزیر اور سختیوں کو برداشت کیا اور اسی وجہ سے دعوت و عزیمت میں ان کا مقام بہت بلند سمجھا گیا۔ لیکن اہل سنت کے بعض دوسرے علماء نے معتزلہ اور فلسفیوں سے مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں انہیں کے ہتیار استعمال کئے اور دلائل عقلیہ اور فلسفیانہ طرز استدلال سے اہل سنت کے عقائد کا اثبات کیا۔ ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی اس طریق کے پیش رو تھے۔ اور ان ضرورتوں اور کوششوں نے علم کلام کو مدوّن کیا۔

حارث محاسبی کے پیش نظر اصلاح عقیدہ اور صلاح عمل کا کام تھا۔ جب عقائد میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو سالکین کی صلاح کے لئے عقیدہ کی اصلاح اہم چیز ہو جاتی ہے۔ جب تک عقیدہ صحیح نہ ہوگا اصلاح کا کوئی مفید ثمرہ حاصل نہ ہوگا۔ حارث نے اصلاح عقیدہ اور پھر اصلاح عمل کے لئے علم کلام میں تصنیفات کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کو اس کا ذاتی تجربہ بھی تھا کیونکہ ان کے والد قدری تھے۔

انوار افظائیؒ بے بلور میں حضرت قرنیؒ کے ملفوظات کے ضمن میں لکھا ہے: "پہلے طالب علم کو لازم ہے کہ وہ عقیدۂ صحیحہ اہل سنت و جماعت پر پوری طرح عامل ہو، اور اس پر اسکو محکم عقیدہ بھی ہو۔ (صفحہ ۴)

حضرت ذوقیؒ کے ملفوظات کے ضمن میں لکھا ہے: فرمایا طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ پہلے عقائد کی تصحیح کرے اور شریعت مطہرہ پر بالالتزام عامل رہے۔ اس لئے کہ بغیر تصحیح عقائد شرعیہ کے کشف الہٰی دشوار تر ہے (صفحہ ۵۸)

حضرت قطبؒ ویلور کے ملفوظات کے ضمن میں لکھا ہے: فرماتے ہیں کہ سالک کو یہ لازم ہے کہ عقائد اہل سنت والجماعت کو متکلمین کی کتابیں دیکھ کر اختیار کرلے اور اپنے عقائد درست رکھے" (صفحہ ۱۰۹)۔

حضرت قطبؒ ویلور نے اپنی کتاب جواهر السلوك میں لکھا ہے: "تصحیح عقائد حقۂ اہل سنت و جماعت در حق سالک اہم و اقدم امور ضروری است" (صفحہ ۱۳۷)

محدثین عموماً اہل تصوف و متکلمین کے مخالف تھے، ان میں محدث ابو زرعہ خاص طور پر حارث پر سخت کڑی تنقید کرتے تھے۔ جب ان کے سامنے

کتاب الرعایۃ پیش کی گئی تو فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ تم کو مالک، ثوری، اوزاعی، اور لیث کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اہل تصوف جن احادیث سے استدلال کرتے تھے ان میں سے اکثر محدثین کی نظر میں بے اصل، یا ضعیف یا موضوع تھے۔ اس زمانے میں جب محدثین کا دور دورہ تھا وہ جب اپنے طور وطریق سے کسی کو ہٹا ہوا دیکھتے تو اس پر سخت کڑی تنقیدیں کرتے تھے۔ حارث پر ان کی تنقیدوں کا ایسا اثر ہوا کہ اخیر دنوں میں وہ عزلت گزیں ہو گئے اور جب وفات پائی تو جنازہ کی نماز پر صرف چار شخص پہونچے۔ فقہا بھی ان کے طعن وتنقید کا نشانہ تھے۔ معجم الادباء میں یاقوت حموی نے امام شافعی کے تذکرے میں لکھا ہے: مصعب بن زبیر کہتے ہیں کہ میرے والد اور امام شافعی کبھی کبھی شعر خوانی کیا کرتے تھے۔ ایک دن امام شافعی نے ہذیل کے اشعار سنائے اور پھر فرمایا کسی اہلحدیث سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ کیونکہ وہ اسکو برداشت نہیں کر سکتے۔ امام شافعی کو ان محدثین سے یہ اندیشہ تھا تو پھر اس بات سے کوئی تعجب کیوں ہو کہ محدثین نے امام ابو حنیفہ کا نام ذکر کرنے سے حتی الامکان پرہیز کیا۔ اور اگر ذکر ہی کرنا پڑا تو کسی نے بعض الناس کہکر اشارہ کر دیا۔

حارث کو محاسبی اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ ان کے طریق سلوک میں محاسبۂ نفس کی بڑی اہمیت تھی۔ ان کے پیرو بھی اس لئے محاسبیہ کہلائے۔

ایک مرتبہ ان سے عقل کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا عقل ایک نور خالص ہے جو تجربہ سے زیادہ ہوتا اور علم وحلم سے قوت پاتا ہے۔ کہا کرتے تھے کہ تین باتیں گویا ہم لوگوں میں سے جاتی رہیں۔ اول کشادہ روئی جس کے ساتھ احتیاط بھی شامل ہو۔ دوم خوش گفتاری جس کے ساتھ صفت امانت بھی ہو۔ سوم برادرانہ برتاؤ جس کے ساتھ وفاداری بھی ہو۔ وہ فرماتے تھے اس امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن کو آخرت کی فکر دنیا سے غافل نہ کر دے اور نہ دنیا کی طمع آخرت سے غافل کر دے۔ ایک بار فرمایا جو اپنے باطن کو اخلاص سے سدھا رلیتا ہے، اللہ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنت سے آراستہ فرما دیتا ہے۔ ایک بار فرمایا: دنیا کا خیال رہتے ہوئے اس سے کنارہ کش رہنا زاہدوں کا طریقہ ہے، اور دنیا کو نسیاً منسیاً کر دینا عارفوں کا مقام ہے۔

صحابۂ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بعد ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جنہوں نے تعمق اور تشدد میں پڑ کر احتیاط اور قہر نفس کے وہ معنی قرار دے دئے تھے جو شریعت کے مقصد سے مغائر تھے۔ یہ لوگ گویا حکیم کی دوا استعمال کرتے تھے۔

مگر مقدار اور وزن دوا، مزاج کی کیفیت، موسم کی رعایت وغیرہ کو فضول سمجھتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ انسان کی راہ میں رسم و عادت اور نفس اور نفس کے تقاضے بڑے موانع ہیں، اس لئے ان کو بالکل مٹا دینا چاہیئے۔ یہ قرار دیکر طعام لذیذ، لباس نرم اور تعلقات زناشوئی کو یکلخت ترک کر دیا تھا صرف اسی قدر طعام پر اکتفاء کر لیا تھا جس سے سانس باقی رہے جب جاہ و مال کو فراموش کرنے کے لئے انسانی آبادیوں کو چھوڑ کر سنسان پہاڑیوں اور جنگلوں میں بسیرا کر لیا تھا جس کا بعض اوقات خوفناک نتیجہ ہوتا تھا۔ ان کو گویا اپنے بنی نوع سے کوئی علاقہ باقی نہ رہا۔ یہ ایک عامیانہ قسم کا تصوف تھا جس میں نہ ریاضت کا کوئی اندازہ تھا اور نہ اول و آخر راہ میں کوئی امتیاز باقی رہا۔ سب سے پہلے حارث محاسبی نے اس طریقہ پر نظر ڈالی۔ نفس انسانی کی محرکات اور اعمال اور ان سے پیدا ہونے والے مفاسد کی تحلیل و تجزیہ تشخیص اور علاج کی طرف توجہ کی۔ تطہیر نفس اور اصلاح اعمال کے متعلق چند قاعدے مرتب کئے۔ تاہم ایک مخلوط اور غیر واضح جیسی کیفیت رہی۔

ان کے بعد جنید بغدادی نے اس طریقہ کو زیادہ درست اور مضبوط کیا اور سلوک کی بنیاد لطائف خمسہ نفس، قلب، عقل، روح اور سر پر ڈالی گئی۔ جسم انسان میں ہر ایک لطیفہ کے لئے ایک مقام اسکی خاصیت اور طریقہ تہذیب مقرر کیا۔ چنانچہ نفس و قلب و عقل کی تہذیب کا نام اصطلاحاً طریقت اور روح اور سر کی تہذیب کا نام معرفت رکھا۔ ابوطالب مکی صاحب قوت القلوب جن کا صوفیا میں وہی مقام ہے جو فقہا میں امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ انہوں نے بھی جنید کے طریقے کو پسند کیا۔ اسی بنا پر جنید کا سید الطائفہ لقب ہوا۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی نے آٹھ اصطلاحیں اور اضافہ کیں اور وہ یہ ہیں۔ ہوش در دم۔ نظر بر قدم سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یاد کرد۔ بازگشت نگاہداشت۔ یادداشت۔ ان کے علاوہ خواجہ نقشبند احرار سے تین اصطلاحیں وقوف زمانی وقوف قلبی اور وقوف عددی مروی ہیں۔

یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ طریقۂ سلوک جس پر صوفیا چلتے رہے ہیں اور کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں اسکی بنیاد حارث محاسبی نے ڈالی تھی۔ زہد و سلوک میں ان کی متعدد کتابیں جن میں جنید کے ساتھ اکثر مسائل میں جو گفت گو ہوتی رہی وہ مفصل درج ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کے طفیل طریق سلوک الی اللہ پر چلنے میں استقامت عطا فرمائے۔

آمین ——!



از افضل العلماء مولوی سید مصطفیٰ قادری عرف خسرو پاشاہ (اناہسور) مدرس دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور۔

قدوۃ السالکین حضرت مولٰنا مولوی الحاج الحافظ سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المعروف بہ حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ کی گراں بہا کتاب "فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب" سے ایک باب کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں حضرت قدس سرہٗ نے غیر مجتہد کے لئے تقلید کی ضرورت اور چاروں مذاہب کے مبنی بر حق ہونے کا خیال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک شافعی، مذہب حنفیہ کی تقلید اور ایک حنفی مذہب شافعیہ کی تقلید کن کن صورتوں میں کرسکتا ہے؟ اور ان کے علاوہ تلفیق بین المذاہب پر بھی فاضلانہ بحث کی ہے۔

جو خود مجتہد نہیں اس کے لئے بجز تقلید کے کوئی چارہ نہیں۔ ایک مجتہد کے طریق کو اختیار کر لینے کے بعد اس کے اجتہاد کے خلاف عمل کرنے کا اسے کوئی حق نہیں۔ شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شارح سفر السعادۃ نے لکھا ہے:

مذاہب حق اور منزل مقصود تک پہنچنے کے طریقے اور خانۂ دین میں داخل ہونے کے چار دروازے ہیں، جو شخص ان راستوں میں سے کوئی راستہ اور ان دروازوں میں سے کوئی ایک دروازہ اختیار کر لے، تو اس کے لئے دوسری راہ پر چلنا یا دوسرا دروازہ اختیار کرنا عبث اور لایعنی ہے اور کارخانۂ عمل کو درہم برہم کرنا ہے۔

اگر ورع و پرہیزگاری اور احتیاط کے طریق پر چلنا چاہتا ہے تو اپنے اختیار کردہ مذہب کی روایتوں میں سے جس روایت کی دلیل بہتر اور قوی ہو اور جس کا فائدہ اعم و اتم ہو اور جس میں احتیاط اکثر و زائد ہو تو اختیار کرے۔ سہل انگاری، طلب رخصت اور حیلہ اندوزی کی راہ پر نہ چلے، یہی متاخرین کا طریقہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ طریقہ زیادہ مضبوط اور محکم ہے۔

کہا جاتا ہے کہ متقدمین کا طریقہ اس کے خلاف تھا وہ کسی ایک مذہب کے تعین اور کسی ایک مجتہد کی اتباع کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ اور عوام کی راہ یہ تھی کہ وہ ان مجتہدین میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتے تھے۔ لیکن یہ ضروری نہ تھا کہ صرف اسی کی پیروی کریں، اور دوسروں کا انکار کریں۔

علمائے متاخرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ نفس
کی شہوت، خواہشات کی پیروی اور ہر مذہب کی سہولتوں
اور رخصتوں کی طلب کی وجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر
دوسرے مذہب کو اختیار نہ کیا جائے۔

ہاں! یہ تبدیلیٔ مذہب اس صورت میں جائز
ہے جبکہ دوسرے مجتہد کے حق پہ ہونے کا اعتقاد راجح ہو۔
اور اس کو افضل جانے، یا دوسرے مذہب میں احتیاط
اور ورع کا امکان زیادہ ہو۔ یا کسی مشکل واقعہ، یا
حرج عظیم میں مبتلا ہو جائے، جس سے چھٹکارا دوسرے
مذہب کی طرف رجوع کرنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس
جماعت کی دلیل یہ ہے کہ تمام مذاہب کتاب وسنت ہی سے
احتجاج کرتے ہیں، اور سبھی ائمہ مقتدایان دین ہیں۔ پھر
ایک مذہب یا ایک امام کی تعین وتخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی
ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون،
اگر تم کسی بات کو نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے سوال کرو۔

اور حدیث اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم
اھتدیتم میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے
جن کی بھی پیروی کرو ہدایت پاؤگے، سے بھی یہی مراد
ہے۔ متاخرین کی یہ جماعت دیگر علماء کو بھی صحابہ کے
حکم میں شمار کرتی ہے۔ یہ مذہب بظاہر زیادہ منصفانہ
اور سریع الفہم نظر آتا ہے۔ لیکن پچھلے زمانہ کے علماء کا
فیصلہ اور امت کے لئے انکی مصلحت بینی کا تقاضہ تعین
وتخصیص مذہب ہی ہے۔ دین ودنیا کے امور اسی سے باضابطہ
اور مربوط ہوتے ہیں۔

پہلے پہل ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس مذہب یا جس
امام کے اجتہاد کو چاہے پسند کرکے اختیار کرلے۔ لیکن
کسی مذہب یا ایک امام کے اجتہاد کو اختیار کرلینے کے
بعد، دوسرے مذہب یا دوسرے امام کے اجتہاد پہ عمل
کرنے میں اعمال واحوال میں تشعب وتفرق اور سوء ظن
کا امکان ہے۔

یہی متاخرین علماء کا فیصلہ ہے جو پسندیدہ ہے،
اور اسی میں خیر وبھلائی ہے۔ امام غزالیؒ نے کیمیائے
سعادت کے رکن دوم کے اصل نہم میں لکھا ہے کہ کسی
شافعی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اگر کوئی حنفی کسی عورت سے
بغیر اس کی ولی کی اجازت وعلم نکاح کرے یا کھجور کی
نبیذ پیئے تو اس پہ اعتراض کرے۔ لیکن اگر کوئی شافعی
بغیر ولی کی اجازت کے کسی عورت سے نکاح کرے، یا
کھجور کی نبیذ پی لے تو اس کو منع کرنا جائز ہے۔ کیونکہ
خود اپنے اختیار کردہ مذہب کی مخالفت وخلاف
ورزی کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ علماء کا
اسی پہ اتفاق ہے کہ جو مجتہد خود اپنے اجتہاد کے خلاف
عمل کرے یا مقلد اپنے اختیار کردہ مذہب کے خلاف عمل

کرے تو وہ گناہ و معصیت کا مرتکب ہے اور درحقیقت یہ حرام ہے۔

اگر کوئی شخص قبلہ کے معاملہ میں کسی جہت کو اپنے اجتہاد سے متعین کر لے اور پھر اس کی طرف پیٹھ کر کے نماز ادا کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اگرچہ کہ لوگ اس کو صواب پر سمجھیں۔ اور یہ جو کہا ہے، کہ ہر مسئلہ میں ہر شخص جس مذہب کو چاہے اختیار کرے بڑی بیہودہ بات ہے۔ اس پر اعتماد نہ کیا جائے، بلکہ ہر شخص پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے ظن غالب ہی پر عمل کرے۔ جب اس کا ظن غالب شافعی کے افضل ہونے پر ہے تو ان کی مخالفت کرنا صرف شہوت کی وجہ سے ہوگا۔ امام غزالی کا یہ قول تعین مذہب کے وجوب پر مبنی ہے، جیسا کہ علمائے متاخرین کا خیال ہے۔

شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی نے بادشاہ بخاری کے چھٹے سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے۔ اگر کوئی حنفی المذہب بعض احکام میں مذہب شافعی کے مطابق عمل کر رہا ہے تو اس کا یہ کرنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اسکی نظر میں کتاب و سنت کے دلائل اس مسئلہ میں مذہب شافعی کو ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی مشکل آپڑی ہے، کہ جس سے چھٹکارا صرف مذہب شافعی پر عمل کرنے سے ہو سکتا ہے مثلاً اس ملک میں پانی کے احکام، یا زوج مفقود الخبر کے مسائل۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب تقویٰ ہے اور وہ اپنے ہر عمل میں احتیاط کو اختیار کرنا چاہتا ہے، اور اس اختیار کو مذہب شافعی میں زیادہ پاتا ہو جیسے، صدقۂ فطر وغیرہ کے دینے میں یا طاؤس (مور) کا گوشت نہ کھانے میں۔

مگر ان تینوں شرطوں کے علاوہ ایک اور شرط بھی یہ ہے کہ تلفیق کی صورت نہ ہونے پائے، یعنی دو مذہبوں کو ترکیب دینے کی صورت میں کسی ایسی چیز کا ہونا متحقق ہونا جو دونوں مذاہب کے اندر ناجائز ٹھہرے۔ مثلاً احناف کے نزدیک فصد ناقض وضو ہے اور امام شافعی کے پاس امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی فصد کو ناقض وضو جانتا ہو، پھر وضو کے بعد فصد لے، اور دوبارہ وضو کئے بغیر امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھے تو دونو مذاہب میں اس کی نماز نہیں ہوئی۔

مذہب حنفی کی رُو سے وضو باطل اور قرأۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی وجہ سے شافعی مسلک کی رُو سے نماز باطل۔ ان وجوہ ثلاثہ کے سوا کسی اور صورت

میں مذہب حنفی کی اقتداء کو چھوڑ کر شافعی کی اقتدا کرنا، یا اس کے برعکس شافعی مذہب کی اقتدا چھوڑ کر حنفی مذہب کی اقتدا کرنا، مکروہ بلکہ حرام ہے۔ ان کا یہ قول بھی عدم وجوب تعین مذہب پر مبنی ہے اس کو متاخرین کی دوسری جماعت نے اختیار کیا ہے۔

ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کا اختیار کرنا چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ مدراسی نے ایک فتویٰ میں لکھا ہے، کہ پہلی شرط یہ ہے کہ مذہب اول پر عیب وطعن نہ کرے، دوسری شرط یہ ہے کہ تلاعب وعبث پر نہ محمول ہو۔ یہ دونوں شرطیں اجماعی ہیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ہر مذہب کی رخصتوں اور آسانیوں کو جمع کر کے اس کو اپنا ایک علیحدہ مذہب نہیں بنانا چاہیئے۔ بہت سے علماء نے اس کا ذکر کیا ہے، اور بعض علماء نے اس کو موجب اثم وفسق قرار دیا ہے۔

سلطان العلماء عزالدین ابن عبدالسلام کا کہنا ہے کہ مقلد کے لئے مختلف مذاہب کی رخصتوں پر عمل کرنا جائز ہے، اس کا انکار کرنا جہالت کا باعث ہوگا۔ محقق کمال الدین ابن ہمام کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کونسی عقلی ونقلی دلیل اس کو اس چیز سے منع کرتی ہے کہ رخصتوں کو تلاش کر کے عمل کرے

تبیع مجتہد متبوع کے قول سے متعلق ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے تخفیف کو پسند فرماتے تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگ بلا کسی تقلید کے ہر چیز اور ہر مسئلہ کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ دوسرے مذہب کے مسئلہ کو اختیار کرنے میں دو قول کے درمیان تلفیق نہ کرے۔ جس سے ایک تیسرا مذہب نکلتا ہو، اور دونوں مذاہب کے امام اس کے قائل نہ ہوں۔ اگرچہ کہ تلفیق کے جواز وعدم جواز میں بہت قیل وقال ہے۔ لیکن محققین نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ تلفیق ناجائز ہے جو قضیۂ واحد میں واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی کے نزدیک مس امرأۃ یعنی نامحرم عورت کو چھونا ناقض وضو ہے۔ اور خون کے نکلنے سے احناف کے پاس وضو ناقض ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام اعظم کی تقلید کرتے ہوئے عورت کو چھوے اور پھر امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے خون نکلنے پر وضو کا اعادہ نہ کرے اور اسی وضو سے نماز پڑھ لے تو دونوں امام کے نزدیک اسکی نماز باطل ہو جائیگی۔ اگر تلفیق دو قضیوں میں ہو تو جائز ہے۔ مثلاً کسی نے وضو میں امام شافعی کی تقلید سے سر کے تھوڑے حصہ کا مسح کیا اور امام ابوحنیفہ کی تقلید سے عین قبلہ نہیں بلکہ جہت قبلہ نماز پڑھی تو اس صورت میں نماز ہو گی کیونکہ کسی نے اس کے وضو کے ناقض ہونے پر اتفاق نہیں کیا اور بعض علماء نے اس قسم کی تلفیق سے بھی منع کیا ہے، لیکن

جمہور کے نزدیک منع مذکور کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

زبدۃ المتاخرین شیخ عبدالعظیم نے جو مکہ مکرمہ میں مفتی حنفیہ تھے، اپنے ایک رسالہ "القول السدید" میں تلفیق اول کو بھی جائز قرار دیتے ہوئے اس کے وجوہ کو روایۃً و درایۃً مفصل بیان کیا ہے۔

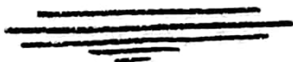
شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی "شرح سفر السعادۃ" میں فرماتے ہیں، صحیح احادیث میں جو کچھ آیا ہے اس پر بسروچشم عمل کرنا موجب سعادت دین و دنیا ہے۔ مگر اس پچھلے دور میں یہ طریقہ کارگر اور مفید نہیں ہے کیونکہ مجتہدان دین نے احادیث و آثار سے تتبع کرتے ہوئے ناسخ کو منسوخ سے اور صحیح کو سقیم سے جدا کیا اور اسکی تحقیق و تاویل کی اوران کے درمیان تطبیق و توفیق بھی دی اور پھر اسکو مذہب قرار دیا۔ عام مسلمانوں کو بلکہ اس زمانہ کے علماء میں بھی اس کی قوت و طاقت کہاں کہ وہ اس مشکل کام کو سرانجام دے سکیں۔ اب ان کو بھی سوائے مجتہدین کی پیروی اوران کی متابعت کے، کوئی چارہ نہیں ہے۔

صحت اور خطا کی ذمہ داری مجتہدین پر ہے۔ یہ کام محدثین، متقدمین کے لئے آسان تھا۔ حقیقت میں بغیر قیاس و اجتہاد کے کام بھی نہیں چل سکتا۔

مجتہد کا جو بھی کام ہوتا ہے، وہ حقیقت میں کتاب و سنت ہی سے ہوتا ہے۔ البتہ بعض وقت مقصود کی راہ میں خطا و صواب دونوں کا امکان ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ المجتهد يخطي ويصيب مجتہد سے خطا اور صواب ہوتی ہے، لیکن طلب حق میں امکان بھر کوشش کرنے کی وجہ سے مجتہد کو خطا و صواب دونوں، صورتوں میں اجر و ثواب ہے۔

اور شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی اس باب میں آگے فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین اور اکابر سلف کی تصحیح و تنقید پر اعتماد کرنا چاہیئے اوران آئمہ مجتہدین پر ان علمائے محدثین کے قول کی بناء پر الزام لگانا تحکم و مکابرہ اور اپنی بڑائی جتانا ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد
لله رب العالمين۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل متفرقہ پر ایک اہم فتویٰ

بسرا علاقہ کرناٹک سے ایک علم دوست خاتون نے مسائل متفرقہ پر فتوے طلب کیا تھا جس کے جواب کی نقل ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

ادارہ

۱۔ اولیاء اللہ کے مزاروں کے پاس جا کر مراد اور مقصد پورا ہونے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

۲۔ اپنے مرشد کو خواب میں دیکھنے کی آرزو ہو تو کیا عمل کرنا ہوگا؟

۳۔ حاجت براری کے لئے کونسا عمل اور وظیفہ مفید ہوگا؟

۴۔ کیا مسکین اور فقیر دونوں مترادف لفظ ہیں؟

۵۔ کیا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہار کے نام قربانی دی جاسکتی ہے؟

۶۔ کیا کسی شخص متوفی کی جانب سے قربانی اور حج کیا جاسکتا ہے؟

۷۔ ہمارے شہر میں کتاب "زین المجالس" خواتین کے حلقہ میں پڑھی اور سنی جاتی ہے جس کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ وہ نذر آتش کرنے کے قابل ہے اور حضور غوث پاک کے نام گیارہویں شریف ناجائز ہے۔ کیا یہ خیال درست ہے؟

۸۔ اسم اعظم کیا ہے؟

۹۔ میت کے لئے صدقہ و خیرات اور تلاوت قرآن کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب

۱۔ اولیائے کرام سے مراد مانگنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ دعا اور طلب حاجت اللہ رب العزۃ سے کرے اور اس بندۂ مقرب و مکرم کی روحانیت کو واسطہ اور وسیلہ بنائے اور اور اس طرح کہئے کہ خداوندا اپنے اس محبوب مقرب بندہ کی برکت سے کہ جسکو تو نے اپنے لطف و کرم سے نوازا ہے میری حاجت پوری فرما۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خود اسی مقرب بارگاہ بندہ کو خطاب کرے اور کہئے کہ اے مقرب بارگاہِ الٰہی آپ اللہ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرا مقصود و مطلوب مجھے عطا کرے۔ اور میری حاجت پوری فرمائے۔ اولیائے کاملین کی ارواح سے استمداد و استعانت کے متعلق مشائخ کرام کے واقعات اس قدر کثیر ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

(فصل الخطاب بین الخطاء والثواب مؤلف قدوۃ السالکین حضرت قطب ویلور)

۲۔ اپنا دلی تعلق اپنے پیر و مرشد سے بہت مخلصانہ اور مضبوط رکھے۔ پیر و مرشد کے لئے تسلیم و انقیاد کا پورا جذبہ دل میں ہو اور یہ سمجھے کہ مجھے جو کچھ فیض پہنچ سکتا ہے میرے پیر و مرشد ہی کے ذریعہ سے مل سکتا ہے۔ اس یقین اور جذبہ کے ساتھ اپنے پیر و مرشد کی صورت کا خیال دل میں جمائے اور اللہ کا ذکر برابر

کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد دلی جلد پورا ہوگا۔

(ملخص از فصل الخطاب)

۳۔ اپنی حاجت براری کے لئے سب سے آسان عمل یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار سبحان اللہ، اور ۳۴ بار اللہ اکبر اور ایک مرتبہ یہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔

اس کا نام تسبیح فاطمی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔ اور اسی تسبیح کی برکت سے ان کے ہر کام پورے ہوتے تھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نمازِ نفل قضائے حاجت کی نیت سے پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے:- اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیّك محمّد نبی الرّحمة یا رسول الله انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی ھذه لتقضی لی حاجتی، جب فی حاجتی ھذه کے لفظ پر پہنچے تو اپنی ضرورت و حاجت اور مراد کا خیال کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد کامیابی ہوگی۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

۴۔ مسکین اور فقیر میں فرق ہے مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے لوگوں سے سوال کا محتاج ہو ایسے شخص کے لئے سوال کرنا حلال اور جائز ہے۔ فقیر اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ ہو، مگر بقدرِ نصاب نہ ہو، ایسے شخص کے لئے سوال ناجائز ہے۔ کیونکہ بلا ضرورت و مجبوری، سوال حرام ہے۔

(عالمگیری)

۵۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔ یہ حضور علیہ السلام کا اپنی امت پر خاص لطف و کرم تھا۔ کہ اس موقعہ پر بھی آپ نے اپنی امت کو فراموش نہ فرمایا۔ تو جو لوگ صاحب استطاعت ہیں اگر وہ حضور علیہ السلام کی طرف سے قربانی کریں تو یہ انکی بڑی سعادت مندی و خوش نصیبی ہے اور بڑے ثواب و فضیلت کا باعث ہے۔

۶۔ وفات پانے والوں میں ہر مومن اور مسلمان کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے۔ خواہ وہ اپنے اعزہ و اقربا ہوں، یا اولیاء و ائمہ ہوں۔ اس طرح ان کی طرف سے حج بدل بھی کرایا جا سکتا ہے۔ لیکن حج بدل کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر حج بدل کرنے والا وارث کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہو تو اس صورت میں جسکی طرف سے حج بدل کیا جائے اس کا حکم ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ حج کے مصارف اسی کے مال سے ہوں۔ اور اگر حج بدل کرنے والا خود وارث ہے تو مورث کے حکم کے بغیر اپنے مال سے بھی حج بدل کر سکتا ہے۔

(رد المحتار)

۷۔ کتاب زین المجالس کے اشعار میں نے جا بجا سے دیکھا اس میں انہیں حالات و واقعات کو نظم کیا گیا ہے، جو عام طور سے مصنفین نثر میں بیان کرتے ہیں۔ واقعات صحیح و مستند ہیں۔ صرف نظم میں ہونے کی وجہ سے اس کا پڑھنا ناجائز نہیں ہوگا۔ جن اشعار میں بزرگان دین کے فضائل و مناقب کا ذکر ہو اس کا پڑھنا ثواب اور خیر و برکت کا باعث ہے۔ اسکو پڑھنے سے منع کرنا اور جلانے کا حکم بدبختی اور بدنصیبی کی علامت ہے۔

حضور علیہ السلام سے اشعار کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ھو الکلام حسنه حسن وقبیحه قبیح، فالحسن منه ما کان من المواعظ والحکم وذکر آلاء الله

ونعماته ونعت الصالحین وصفة المتقین فسماعته حلال ٔ وما کان من ھجو وسخف فسماعته حرام۔

کلام کے حسن وقبح کا انحصار اس کی اچھائی اور برائی پر ہے۔ حسن کلام میں پند وموعظت، حکمتیں، خدا کی نعمتیں، صالحین کی مدح وتوصیف اور ان کی صفات کا بیان ہو تو وہ اچھا ہے۔ اور اس کا سننا حلال ہے۔ اور جس کلام میں سخف وبے ہودگی اور ہجو ومذمت ہو تو اس کا سننا حرام ہے۔

حضور غوث پاک کی گیارھویں ہو یا کسی اور بزرگ ولی کی فاتحہ ہو، یہ سب ایصال ثواب میں داخل ہے۔ ہر نیک کام کا ثواب دوسرے کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ اس کا ثبوت حدیث سے بھی ہے۔ فقہ اور عقائد کی کتابوں میں بھی اسکی تصریح موجود ہے۔ جس کھانے پر حضرات امامین علیہما السلام کی نیاز کی جائے اس پر فاتحہ، قل درود پڑھا جائے، وہ تبرک ہے۔ اس کا کھانا درست ہے۔ اس قسم کے کھانے سے طعن وانکار، مسائل دینیہ سے جہل کی وجہ سے ہے۔ اور کمال شوخی وبیہودگی اور تعزیرے لیے ادبی میں داخل ہے۔

(فصل الخطاب بین الخطاء والصواب)

۸ اسم اعظم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے جیسے شب قدر کی تعیین میں علماء کے اقوال مختلف ہیں لیکن اکثر علماء کا قول ہے کہ اسم اعظم آیت کریمہ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم میں موجود ہے۔

۹ ہر ایک عبادت بدنی اور مالی کا ثواب میت کو بخشا جا سکتا ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صوماً او صدقة اوغیرها عند اهل السنة والجماعة۔

اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جامع البرکات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ عبادت مالیہ کے ثواب پہنچنے میں سب کا اتفاق ہے۔ لیکن عبادت بدنیہ مثلاً نماز، تلاوت قرآن اس کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

روض الریاحین میں ذکر ہے کہ شیخ عز الدین ابن عبد السلام کی وفات کے بعد لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں حکم کرتے تھے کہ قرأت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ پہنچتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب ہم کو پہنچاؤ۔

(فصل الخطاب بین الخطاء والصواب)

الجواب صحیح شرح دستخط

اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطبؒ ویلور۔

مولانا مولوی سید حمید اشرف کچھوچھوی استاذ دار العلوم لطیفیہ

مولانا مولوی محمد طیب الدین اشرفی مونگیری " "

مولانا مولوی عبد الواحد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ " "

مولانا مولوی علوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ " "

سنہ ۱۳۸۸ ہجری

بارگاہِ حضرت عبداللطیف رح

از
سید عین الحق ایڈوکیٹ
منظر سیمابی مظفرپور (بہار)

قیام ویلور کے دوران مجھے خانوادۂ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ یہ خاندانِ اہل بیت گذشتہ کئی صدیوں سے رشد وہدایت اور دعوت کا فریضہ انجام دیتے آرہا ہے۔ حضرت قربیؒ حضرت ذوقیؒ حضرت محویؒ حضرت قطبِ ویلور اور دیگر اکابرین خاندان کی تصنیفات کا ایک گراں قدر ذخیرہ دارالعلوم لطیفیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس سے اس خانوادہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ مجھے حضرت قربیؒ، حضرت محویؒ کی بعض تصانیف کے اردو ترجموں کے مطالعہ کا موقعہ ملا، اور حضرات سجادگان سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا، جن کے حسن اخلاق نے مجھے کافی متاثر کیا اور ان ہی تاثرات کا نتیجہ ہے کہ ترکِ شعر کے باوجود چند اشعار موزوں ہوئے جنہیں ناظرین "اللطیف" کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔

—منظر سیمابی مظفرپوری

(۱)

بارگاہ حضرتِ عبداللطیف
مرکزِ روحانیت، دینِ حنیف
ہر در و دیوار ہے مصروفِ ذکر
یالطیفُ یالطیفُ یالطیفُ

(۲)

یہ کس کے دم سے ہے علم وعمل کی ارزانی
فروغِ دین کا جذبہ، مذاقِ روحانی
بہ فیض حضرتِ عبداللطیف اے منظر
دکن ہنوز ہے اک سرزمینِ روحانی

نازشِ ویلور ہے اک کاروانِ کوبہ کو
جس کی گردِ شوق نے بخشا اسے ذوقِ نمو
جس کا میرِ کارواں عبداللطیفؒ نیک خو
قلزمِ عرفان جس کا کوزۂ آبِ وضو
دورِ ہجرت جس کا بیجاپور سے ویلور تک
خوابِ پیغمبرؐ تھا اک زنجیرِ پائے جستجو
جس کے دم سے زمین ہے سرزمیں اقطابؒ کی
جس کے اہلِ بیت سے، اہلِ دکن کی آبرو
محویؒ و ذوقیؒ کے اندازِ نگارش کی قسم
محو حیرت عقل ہے، سکتہ میں ذوقِ گفتگو
آج بھی روحِ سلف حضراتِ سجّادہ میں ہے
نیک سیرت، نیک دل، مہماں نواز و صلح جو
قابلِ صد عزّت و اکرام ہے حضرت مکاںؒ [1]
کہ رگِ اہلِ مکاں میں ہے پیمبرؐ کا لہو

---

[1] اس خانوادہ کا احاطہ حضرت مکاںؒ سے موسوم و مشہور ہے۔

آداب النبی و فیضان رسول صلی اللہ علیہ وسلم



مہرِ عظمت بر فلک رخشندہ باد
در جہاں نامِ محمدؐ زندہ باد

اللّٰھم صلّ علی محمدٍ وعلی آل محمدٍ معدن الجود والکرم منبع العلم والحلم وبارک وسلم۔

سرور کائنات شفیع المذنبین حیات النبی رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری و باطنی میں تمام کائنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنا چاہے تو اپنے عمامۂ مبارک کو حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سر مبارک پہ رکھا۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر چار سال کی تھی۔ جوں ہی یہ عمامہ آپ کے سر پہ رکھا گیا تو آپ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا مشاہدہ کرنے لگیں اور ان کے درمیان کے تمام احوال و مناظر آپ پر منکشف ہونے لگے۔ بعدِ فراغتِ وضو جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کو آپؓ کے سر سے اٹھالیا تو فوراً یہ چیزیں جو نظر آنے لگیں تھیں حضرت فاطمہؓ کی نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تا قیام قیامت تمام حالات کا مشاہدہ فرماتے رہیں گے اور اپنے فیضانِ کرم کو جاری و ساری رکھیں گے۔

آداب النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایک واقعہ پیش ناظرین ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، آپ مدینۂ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ خلیفہ بغداد منصور مدینۂ منورہ آیا۔ اور مسجد نبویؐ میں جا کر حضرت امام مالکؒ سے ملاقات کیا اور گفت گو میں مشغول ہوا۔ دوران گفتگو خلیفہ کی آواز بلند سے

بلند تر ہوتی چلی گئی تو حضرت امام مالکؒ نے خلیفہ کو ڈانٹ کر کہا، اے امیر المومنین کیا آپ آداب النبیؐ سے واقف نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرما رہا ہے، یاایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تم اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی ہیں۔ آپ کی حیات ظاہری ہو، یا حیات باطنی میں، ہم کو یہی آداب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ خلیفہ یہ ڈانٹ پاکر دبی آواز میں گفتگو کرنے لگا۔ اور آپ سے اس مسئلہ کا حل طلب کیا، کہ میں جب دُعا مانگوں تو اپنے چہرہ کا رُخ روضۂ اطہر کی طرف رکھوں یا کعبۃ اللہ کی طرف؟

آپ نے فرمایا، کیا کوئی شخص حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنے چہرہ کو پھیر لے اور دعا کی مقبولیت کی امید رکھے؟ یہ ہرگز ممکن نہیں، اے منصور! اپنے چہرہ کا رخ روضۂ اقدس کی طرف کرکے دُعا مانگو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شفیع بناؤ، کیونکہ جو دُعا آپؐ کے وسیلہ سے مانگی جاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس دعا کو مقبول ومستجاب فرماتا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ دربار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کے آداب کی کیا ہی عمدہ مثال پیش فرمائی ہے۔

ایک روز صبح میں بعد نماز فجر صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے لپٹے ہوئے تھے، اس اثنا میں حاکم مدینہ مروان کا گذر وہاں سے ہُوا۔ اس نے دیکھا کہ کوئی شخص قبر انورؐ سے لپٹے ہوئے ہے، تو وہ قریب آیا اور ان کی گردن پکڑ کر اٹھایا اور کہنے لگا، تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟

حضرت ابوایوب انصاری اس کی طرف دیکھ کر ڈانٹ کر کہنے لگے کہ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں مٹی اور پتھر سے چمٹا ہوا ہوں، میں حضور اکرمؐ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ اے مروان! جب اہل لوگ حاکم بنتے ہیں تو کچھ کہنا نہیں ہے، اور جب نااہل حاکم بنتے ہیں تو رونا پڑتا ہے۔ اسی لئے دربار نبوتؐ میں فریاد کر رہا ہوں ـــــ

مروان ان گرم جملوں کو سن کر وہاں سے خاموش چلا گیا۔

یہ وہ مقام ہے کہ جب عشق رسولؐ میں فنا فی الرسول ہو جاتے ہیں تو یہ مرتبۂ بلند پاتے ہیں۔ اور جب بھی چاہیں دربار رسولؐ میں حاضری دیتے ہیں۔

عشق رسولؐ کی نادر مثال، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص ونظر کرم کی بے نظیر روایات افادۂ ناظرین کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

حافظ ابوالعباس سراج خراسانی کو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے بے پناہ محبت والفت تھی۔ اور اسی عشق و محبت کے صلہ میں آپ نے بارہ ہزار قرآن کریم ختم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا اور حضور علیہ السلام کی طرف سے بارہ ہزار قربانیاں دی۔ ایک روز شب میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ ننانوے (۹۹) سیڑھیاں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہیں اور آپ نے تمام زینوں پر چڑھا۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ آپ کی عمر شریف ننانوے سال ہو گی۔ آپ کثرت سے نوافل ادا فرماتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کثرت سے کرتے تھے اور درس و تدریس آپ کا معمول تھا۔ اس عاشق رسول ؐ نے ننانوے سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حضرت یزید بن ہارون واسطی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ یہ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کسی اور کو حافظ الحدیث نہیں پایا گیا۔ آپ بھی کثرت سے نوافل ادا فرماتے تھے اور اپنے استاد محترم حضرت ابو حنیفہ کی طرح ایک شب میں چار سو رکعت نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے اور کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے اور یہ شغف تلاوت ماہ رمضان میں اور بھی زیادہ ہو جاتا تھا۔ اور آپ دن میں ایک قرآن کریم مکمل کرتے اور شب میں ایک قرآن کریم ختم کرتے۔ آپ منصب درس و تدریس پر فائز تھے۔ آپ کی آنکھیں نہایت حسین و خوبصورت تھیں ہمیشہ آپ پر خشیت الٰہی کا غلبہ رہا۔ چنانچہ اسی خوف الٰہی میں روتے روتے آشوب چشم کی شکایت پیدا ہو گئی۔ جسکی وجہ سے آنکھوں کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بینائی بھی جاتی رہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض بصیرت عطا فرمائی۔ آپ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔

حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں پر برابر اپنا فیضان کرم پہنچاتے رہتے ہیں۔ حضرت ابو الحسن خرقانی کے پاس ایک طالب علم حدیث پڑھنے کے لئے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے کن سے حدیث پڑھی ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے بالراست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پڑھی ہے۔ یہ طالب علم آپ کی بات کا یقین نہ کرتے ہوئے گھر واپس چلا گیا۔ شب میں خواب دیکھا کہ حضور ؐ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں 'ابو الحسن سچ کہتے ہیں' انہوں نے براہ راست حدیث مجھ سے پڑھی ہے۔ پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے حدیث پڑھنے لگا۔

درس حدیث کے دوران کہیں کہیں حضرت ابو الحسن خرقانی فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ طالب علم کے پوچھنے

پر فرماتے کہ جب تم حدیث پڑھتے ہو تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھتا ہوں۔ جب آپ کے چہرہ پر شکن نمایاں ہوتی ہے تو میں محسوس کر لیتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

ایک محدث اپنے شاگردوں کو درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک روز ایک ولی بھی حلقۂ درس میں شریک ہو کر حدیثوں کی سماعت کرنے لگے۔ درس کے دوران محدث نے جب ایک حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ محدث نے تعجب سے پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے جواب میں کہا اس حدیث کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرما رہے ہیں۔ اگر آپ حقیقت حال سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو اوپر دیکھیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئیں گے۔ چنانچہ یہ محدث نے اپنی نگاہیں اوپر کیں تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوپر بالاخانہ پر جلوہ افروز ہیں۔

آپ فرط مسرت سے جھوم اٹھے اور اس حدیث کی عدم صحت کا پتہ چلا۔ بتایا جاتا ہے کہ ایسے موقع پر ایک ولی ہی کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو سکتی ہے۔

استاذ حدیث امام غزالیؒ کے پاس ایک روز ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ ایک گندمی رنگ کا طالب علم میری حدیثوں کی طلب میں ان کے پاس آئے گا، اسے پوری توجہ و انہماک کے ساتھ پڑھائیں۔

امام غزالی اس پیام کو سن کر تھوڑی دیر کے لئے محو حیرت رہے اور فوراً ارشاد نبویؐ کی تعمیل کے لئے مستعد ہو گئے۔ چنانچہ ایک گندمی رنگ کا طالب العلم (ابن عساکر) آپ کے پاس آ پہونچا اور حدیث کے درس میں شریک ہو گیا۔ آپ اس طالب علم پر توجہ خاص فرماتے تھے۔ اور پورے ذوق و شوق کے ساتھ حدیث پڑھاتے تھے اور جب تک وہ طالب علم نہیں اٹھتا آپ درس برابر دیتے رہتے۔ آگے چل کر ابن عساکر بہت بڑے عالم اور جلالتِ علم کے مالک بن گئے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جو آپ کے وسعتِ علم اور تبحرّ علمی کا ثبوت دیتی ہیں۔ آپ کے اندر عبادت و ریاضت کا ذوق زیادہ تھا۔ کثرت سے نوافل ادا فرماتے تھے، اور قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ ایک طویل عمر پانے کے بعد اس عاشق رسولؐ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت رابعہ بصری زاہدہ و عابدہ اور نہایت متقی و پرہیزگار خاتون تھیں اور فنا فی الرسول کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز تھیں۔ آپ کو نبی کریمؐ کے ساتھ سچا عشق تھا۔ دن اور رات میں ایک ہزار نفل نمازیں ادا فرماتیں اور یہ ہدیہ بارگاہِ رسالتؐ میں پیش فرماتی تھیں۔

فرماتی تھیں کہ یہ نمازیں میں نے نہ جنت کی طلب میں اور نہ دوزخ کے خوف سے ادا کیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر پڑھا کرتی تھی، کیونکہ جو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

اور اسی میں میری بخشائش ہے۔

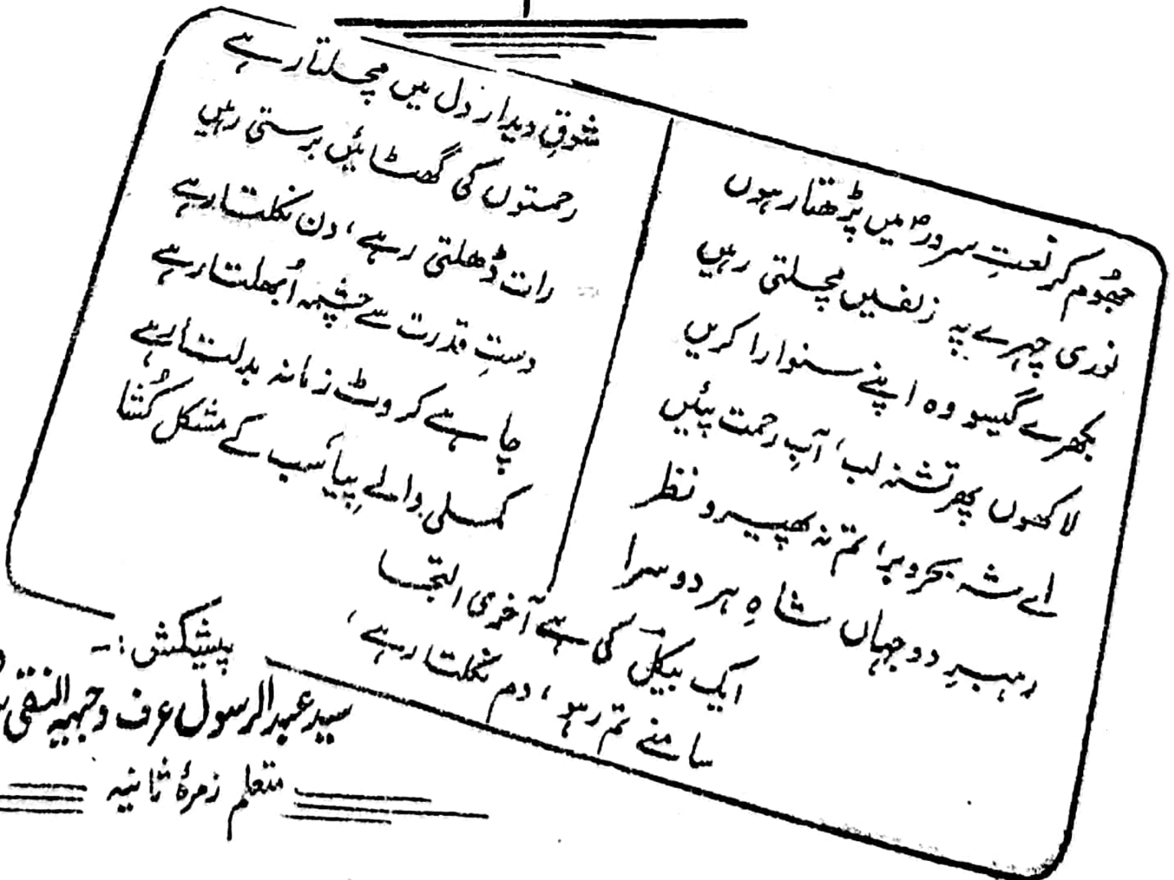
اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت والفت کا جذبہ عطا فرمائے اور سید المرسلین شفیع المذنبین حیات النبی رحمۃ للعالمین کا فیضان کرم ہم تمام مسلمانوں پر یکساں رہے۔

آمین ثم آمین

بجاہ سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں۔
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔



جھوم کر نعتِ سرورؐ میں پڑھتا رہوں
شوقِ دیدار دل میں مچلتا رہے

نوری چہرے پہ زلفیں مچلتی رہیں
رحمتوں کی گھٹائیں برستی رہیں

بکھرے گیسو وہ اپنے سنوارا کریں
رات ڈھلتی رہے، دن نکلتا رہے

لاکھوں پھر تشنہ لب، آپ رحمت پئیں
دستِ قدرت سے چشمہ اُبلتا رہے

اے شہ بحر و بر، تم نہ پھیرو نظر
چاہے کروٹ زمانہ بدلتا رہے

رہبرِ دوجہاں شاہِ ہر دوسرا
کملی والے بیاں سب کے مشکل کشا

ایک بیکل کی ہے آخری التجا
سامنے تم رہو، دم نکلتا رہے

پیشکش:-
سید عبدالرسول عرف وجیہ النقی سقاف
متعلم زمرۂ ثانیہ

ایک قصۂ زواج

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی نظر میں

فلسفۂ مہر

از
سید عطاء اللہ عرف الیاس پاشا
سلیم
متعلم مولوی فاضل
(سال اول)

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے قاصد نے کہا: افسوس ہے ای ابو محمد' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے ہاتھوں آپ کا خون ہوگا' امیرالمومنین تمہارے دشمن ہیں' وہ تمہارے قتل پہ تلے ہوئے ہیں' اگر آپ ان کی بات نہیں مانیں گے تو ان سے کوئی مفر نہ ہوگا ــــ ادھر اسمٰعیل بن ہشام مدینہ کے گورنر ہیں' اگر وہ تم پہ رحم بھی کریں تو وہ تمہیں گرفتار کرکے دمشق بھیج دیں گے اور وہاں امیرالمومنین تمہاری جان لینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ان کی تلوار زہر آلود اور ان کا جلاد سخت خونخوار ہے۔

ای ابو محمد آپ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے علماء اور زاہدوں میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ امیرالمومنین کو اس بات کا علم ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے کہ اگر تم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اگر آپ اپنے اوپر رحم نہیں کرتے تو کم از کم امت پر رحم کرو۔ اگر آپ امیرالمومنین کی بات کا انکار کرکے ہلاک ہو جائیں تو فقہ کا زوال ہوگا۔ مکۂ مکرمہ کے فقیہ عطاء' یمن کے فقیہ طاؤس۔ یمامہ کے یحییٰ بن یحییٰ اکثم۔ بصرہ کے حسن بصری۔ کوفہ کے ابراہیم نخعی۔ شام کے مکحول اور خراسان کے عطاء خراسانی ہیں۔ (یہ سب موالی تھے) لوگ خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ کا فقیہ بنایا۔ آپ عرب ہیں، اور قریشی ہیں۔ یہ رسول کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی برکت ہے کہ آپ مدینۂ منورہ کے فقیہ ہیں۔ لوگ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ آپ نے تیس ۳۰ مرتبہ حج کیا ہے مسجد نبوی میں چالیس سال سے آپ کی نمازیں امام کی تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہو رہی ہیں' اور آپ نے صف اول میں نماز ادا کرنے کا اہتمام کیا۔

ای ابو محمد! میں آپ کو اس وقت نصیحت کرنے میں کوئی فریب نہیں دے رہا ہوں۔ مجھے آپ سے اخلاص ہے اور میری رائے مخلصانہ ہے۔ میں اپنے لئے جو بات پسند کرتا ہوں' وہی آپ کے لئے بھی پسند کرتا ہوں۔ خلیفہ عبدالملک

بن مروان کی طبیعت اور روش سے آپ بھی واقف ہیں۔ انہیں یہ قدرت ہے کہ آپ کو ایسے کام پر مجبور کریں جو آپ کو ناپسند ہو۔

اے ابو محمد! انہوں نے آپ سے اس وقت جو مطالبہ کیا وہ محض آپ کے درجات کو بلند اور آپ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کرنے کے لئے ہے۔ وہ آپ کی لخت جگر دختر سے اپنے ولی عہد ولید بن عبدالملک کا نکاح چاہتے ہیں، اگر آپ ان کا مطالبہ قبول کرلیں تو آپ کی عزت بڑھیگی اور مال و دولت میں حصۂ وافر ملیگا۔ اور یقیناً ان امور سے آپ کے زہد و تقویٰ میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اگر آپ نے ان کا مطالبہ قبول نہیں کیا تو وہ آپ سے خفا ہوں گے اور کون جانے ان کی خفگی کیا رنگ لائے گی۔ ممکن ہے آپ کے ساتھ اہل مدینۂ منورہ بھی مصیبتوں کا شکار ہوں گے۔ امیرالمومنین نرم مزاج بھی ہیں اور سخت بھی ہیں۔ میں دونوں چیزیں آپ کے سامنے عرض کئے دیتا ہوں۔ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔ میرا مشورہ قبول کریں تو امن و سلامتی، عزت و حرمت کا سامان مہیا ہے اور اگر رد کردیں تو پھر امن و عافیت کی کوئی ضمانت نہ ہوگی۔

ابو محمد سعید بن المسیبؒ خلیفہ کے قاصد کی تقریر خاموشی سے سنتے رہے۔ ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ ان پر اس تقریر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ نہ ان پر خوف چھایا، نہ وہ مرعوب ہوئے، خوشی کی کوئی بات نہ تھی۔ قاصد کو کبھی یہ گمان ہوتا کہ میری ترغیب کام کر جائے گی لیکن شیخ کے ورع اور تقویٰ کا خیال آتا تو دنیوی جاہ و عزت مال و دولت کی پیشکش ٹھکرا دئے جانے کا خوف ہوتا۔ کبھی یہ گمان ہوتا کہ شاید میری دھمکیاں مفیدِ مطلب ہوں گی، جان سب لوگوں کو پیاری ہی ہوتی ہے لیکن شیخ کی دین میں استقامت اور ثبات کے متعدد واقعات معلوم تھے۔ دنیا کی عظیم ترین سلطنت کے مطلق العنان فرماں روا کا جبر و قہر بھی شیخ کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن قاصد کی نظر میں امید کی ایک ہلکی کرن باقی تھی۔ یہ لڑکی کے مستقبل کا معاملہ تھا۔ قاصد شیخ کے جواب کا منتظر تھا۔

شیخ نے فرمایا: ای فلاں میں نے تیری باتیں سنیں اور تو نے دیکھا کہ تیری باتوں اور تیرے پیغام کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ ہم جانتے ہیں دنیا، ساری کی ساری اللہ کی نظر میں ایک مچھر کے برابر بھی نہیں ہے۔ دیکھ تو کیا چیز ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔ سوچ اور سمجھ کہ دنیا کی ساری چیزوں میں تیری پیش کش کی کیا وقعت ہے۔ کتنے مچھر کے پروں کو میرے سامنے پیش کر کے مجھے دھوکا دے گا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار تیس ہزار درہم کی گرانقدر پیش کی گئی تھی۔ مگر میں نے

یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ بنی مروان سے میری کوئی حاجت نہیں، یہاں تک کہ میں اللہ سے جا ملوں۔ اللہ ہی میرے اور بنی مروان کے درمیان فیصلہ کرے۔ کیا آج کے دن اس سے بھی بہت زیادہ مال و دولت کا لالچ دلا کر مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

خدا کی قسم عبدالملک نے میری لڑکی کو اپنے لڑکے کے لئے پسند نہیں کیا ہے۔ یہ اسکی ایک سیاسی چال ہے، وہ مجھ سے اپنا رشتہ جوڑ کر اپنی امارت کو مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ پہ خلافت کی بیعت کر لوں۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ عبدالملک ہمارے نزدیک حق پہ نہیں ہے۔ وہ صداقت سے دُور ہے اور تو اے قاصد میری لڑکی کا رشتہ جوڑنے کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ اس لئے آیا ہے کہ میں عبدالملک کے لئے تجھ سے بیعت کروں۔

قاصد نے کہا اے شیخ بیعت کی بات چھوڑ دیجئے۔ بھلا یہ بتلائیے کہ ولیعہد سے بہتر آپ کی لڑکی کے لئے کون شوہر ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی لڑکی کے ذمہ دار ہیں اور اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے گا۔

"فارس بنی مروان" آپ کی لڑکی سے منگنی کرنا چاہتا ہے۔ وہ امیرالمؤمنین عبدالملک بن مروان کا لڑکا ہے، اور ولی عہد بھی۔ اس میں بہت ساری خوبیاں ہیں۔ پھر بھلا اس منگنی سے کیسے انکار کروگے؟

شیخ نے کہا اس میں شک نہیں کہ میں اپنی لڑکی کا ذمہ دار ہوں، اسکی بھلائی اور بُرائی کے لئے مسئول ہوں۔ اسی ذمہ داری کی وجہ سے ولیعہد سے منگنی کرنے کی طمع نہیں کرتا۔ تو کیا جانے کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں مجھ سے کیا سوال کرے گا۔ عبدالملک بن مروان اور ان کے لڑکے اور ان کی طرح دنیا میں ہزاروں اوباش فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے لوگوں پہ ظلم و ستم کئے، دنیا میں فساد پھیلایا، حقوق العباد کو ضائع کیا۔ ان کے سروں پہ گناہوں کا انبار ہے جس کو وہ اٹھا نہیں سکتے۔ اسی خوف اور اندیشے سے میں منگنی کے اس مطالبہ کو رَد کرتا ہوں۔

دوسرے دن سعید بن المسیبؒ حسب عادت مسجد نبوی میں حدیث کا درس دے رہے تھے حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے کہا اے شیخ میں ایک لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں مگر اس کا ولی مجھ سے بہت زیادہ مہر کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس کی مجھ میں استطاعت نہیں۔ آپ یہ بتلائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا زیادہ سے زیادہ کیا مہر تھا اور آپ کی صاحبزادیوں کا کیا مہر تھا؟ شیخ نے جواب دیا:

یہ بات ہمیں پہنچی ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ، مہر میں زیادتی کو منع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم سے زیادہ نہ اپنی ازواج مطہرات کا مہر رکھا نہ اپنی لڑکیوں کا۔ اگر مہر کی زیادتی میں کوئی خوبی یا فضیلت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فضیلت کو اختیار کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ اچھی عورتیں وہ ہیں جو خوبرو اور کم مہر والیاں ہیں۔

سائل نے کہا اے شیخ خوبصورت عورت کم مہر پہ کیسے راضی ہوگی۔ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے وہ زیادہ مہر طلب کرے گی اور لوگ بھی زیادہ مہر دینے پہ آمادہ ہوں گے۔ شیخ نے کہا غور کر تو کیسی بات کہتا ہے۔ کیا لوگ اس معاملہ میں ایک دوسرے پہ سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ کیا عورت ایسی چیز ہے کہ لوگ محض اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے اسکی طمع کرنے لگیں گے۔ کیا عورت کوئی بے جان، بے حس، بے شعور فضائل و مکارم سے عاری کوئی چیز ہے۔ کیا مال ہی اسکی قیمت ہے۔ خیر والی عورتیں وہ ہیں جو خوبصورت بھی ہوں، خوب سیرت بھی ہوں، اچھے اخلاق بھی ان کی خوبصورتی میں داخل ہیں۔ ان کی عقل بھی ان کے لئے خوبصورتی ہے۔ اگر ایسی عورت کسی کی زوجہ ہو تو وہ اس کے لئے سراسر خیر ہی خیر ہے۔ اگر کوئی صرف ظاہری رنگ، یا ناک نقشہ دیکھ کر فیصلہ کرے اور اس کے اخلاق و کردار اور سیرت کو نہ دیکھے تو اس کے لئے نقصان اور خرابی کی بات ہوگی۔

صرف ظاہری حسن والی عورتیں، شریر عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں سے نہایت کم مہر پہ، دس درہم اور گھر کے کچھ سامان پہ نکاح کیا۔ سامان کیا تھا۔ ہاتھ کی چکی، پانی کا گھڑا، تکیہ وغیرہ ولیمہ بھی کیا تو کبھی دو مد جو سے، کبھی دو مد کھجور سے اور کبھی دو مد آٹے سے۔ بات یہ نہیں تھی کہ حضور تہی دست یا تنگ دست تھے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ امت کے لئے ایک نمونۂ عمل چھوڑ جائیں۔ عورت اور مرد ایک دوسرے کی کمی پورا کرنے والے ہیں۔ ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ اصل اور اہم امر تو دونوں کے باہمی معاملات ہیں۔ عورت کا زیادہ سے زیادہ قیمتی یا ارزاں جہیز لے جانا دونوں برابر ہیں۔ مرد کا زیادہ مہر دینا یا کم مہر دینا اصل نہیں ہے۔ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنا اور خوش اسلوبی کا برتاؤ جس کو قرآن نے معروف سے تعبیر کیا، اصل ہے جس سے دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے حسنہ بنتی ہے۔

زیادہ مہر دینے سے کسی کی قوت مردانگی کا اظہار نہیں ہوتا۔ تلوار کا ہاتھ میں رکھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے

کہ وہ بہادر ہے۔ بزدل اور ڈرپوک بھی اپنے گھر میں سو تلواریں رکھ سکتا ہے۔ اصل مردانگی جسمانی طاقت ہمت دلیری اور بے خوف بہادری ہے، چاہے اس کے پاس تلوار ہو یا نہ ہو۔ مہر کا بھی یہی معاملہ ہے۔ سو تلواریں رکھنا ہمت وقوت کو بڑھا نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ لوگ دھوکہ کھا جائیں کہ اس کے پاس سو تلواریں ہیں۔ مہر کا زیادہ ادا کرنا یا زیادہ مقرر کرنا آدمی کی مردانگی اور فضیلت کی دلیل نہیں ہے۔ اگر عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ خیر اور بھلائی کیا ہے اور کس میں ہے تو وہ کم مہر پر بھی راضی ہو جائیں گی۔

سائل نے کہا: اے شیخ آپ کے پاس اسکی کوئی دلیل یا حدیث ہے۔ شیخ نے کہا قال اللہ تعالیٰ: خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا وہ اسکی زوجہ ہے جب تک وہ اس کو پسند کرے، جب وہ اس کے مال کی طرف نظر کرے، یا اس کے مال کو پسند کرے تو اسکی زوجہ نہیں ہے۔ وہ اس کی زوجہ ہے جب تک وہ اس کی موافقت کرے، وہ اسکی زوجہ نہیں جب وہ اس کی مخالفت کرے۔ دونوں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ایک جان (النفس واحدۃ) اور دو قالب ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس عورت کی دینداری اور امانتداری ظاہر ہو اس سے نکاح کرو، ورنہ فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے اور فساد برپا ہو گا۔

سب سے اہم اور ضروری چیز دین کا لحاظ ہے، اس کے بعد امانت داری۔ امانت داری ہی سے ساری بھلائیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ عورت مرد کے حق میں امانتدار ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اگر عورت صرف زیادہ مہر کی طلبگار ہو اور دونوں میں خیر کا معاملہ نہ ہو تو دونوں کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نکاح میں مہر ایک ضروری چیز ہے۔ مردوں اور عورتوں کا اختلاط اور اتحاد، مہر اور دین اور امانت کی بنیاد پر ہے نہ کہ صرف مہر کی بنیاد پر۔ کیا عورت نہیں جانتی کہ مرد کے گھر جا کر اسکو کن حالات سے سابقہ پڑے گا۔ گھر کا سارا مال اور سارا اثاثہ اس کے مالکانہ تصرف میں نہیں ہے؟ وہ بچوں کی ماں ہے تو مال کی محافظ بھی ہے۔

وہ لوگ جو گناہوں کی گندگیوں میں مبتلا ہیں اللہ سے اعراض اور روگردانی کرنے والے ہیں۔ وہ آپس میں کیسے محبت کریں گے۔ محبت کی بنیاد اخلاص اور خیر خواہی پر ہے۔ خود غرضی اور ہوی النفس کی پیروی میں محبت کہاں؟ محبت میں تو اپنے نفس اور اپنے خواہشات کو دوسرے کی خاطر ترک کر دینا ہے۔

اگر مال ہی زندگی کا مقصد ہو تو نہ باپ اپنی محبت میں سچا ہوتا ہے نہ ماں اپنی محبت میں سچی ہوتی ہے۔ نہ کوئی بیٹا

اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے والا ہوتا ہے' نہ بیوی اپنے شوہر سے وفاداری کرتی ہے اور نہ مرد اپنی بیوی سے مودت ورحمت کا برتاؤ کرتا ہے' نہ اس کے واجبی حقوق ادا کرتا ہے۔ غرض ایک دوسرے کے لئے فتنہ' اور ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اپنی بیوی کی وجہ سے' اپنی اولاد کی وجہ سے ہلاک ہوگا۔ اس پر اتنا بوجھ پڑے گا کہ وہ برداشت نہ کرسکے گا۔ دین بھی تباہ' اور دنیا بھی برباد ہوگی۔"

اتنے میں مؤذن نے اذان دی۔ اور شیخ نے اپنا درس تمام کیا۔

نماز سے فارغ ہوکر شیخ اپنے گھر گئے۔ اپنی بیٹی کو دیکھا۔ اس نے کہا میں اس وقت یہ آیت پڑھ رہی تھی ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اس آیت میں دنیا کی جس بھلائی کا ذکر ہے وہ کونسی بھلائی ہے۔ شیخ نے فرمایا' دنیا کی بھلائی کا ذکر آخرت کی بھلائی کے ساتھ کیا گیا ہے' اس سے مراد صالح زوجہ ہے۔

کچھ دیر بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ دروازے پر پہونچے تو عبداللہ بن ابی وداعہ کو دیکھا۔ وہ آپ کی مجلس درس میں شریک ہونے والوں میں سے تھے لیکن کئی دنوں سے غائب رہے۔ شیخ نے ان کو گھر میں بلایا۔ خیریت دریافت کی اور پھر سوال کیا کہ بہت دنوں سے کیوں غائب رہے۔ انہوں نے کہا: میری بیوی وفات پاگئیں۔ اس کی وجہ سے مشغولیت رہی۔ شیخ نے کہا' تم نے ہمیں خبر کیوں نہیں دی' ہم بھی جنازے میں شریک ہوتے؟ اس کے بعد کچھ دیر دنیا کی حقیقت اور آخرت کی زندگی پر گفتگو رہی۔ پھر عبداللہ بن ابی وداعہ نے رخصت طلب کی۔ شیخ نے کہا کیا تم نے پھر نکاح کرلیا؟ عبداللہ بن وداعہ نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ میری حیثیت ہی کیا ہے کہ میں دوسرا نکاح کرلوں؟ میرے پاس مال ہی کیا ہے؟ صرف چند درہم کون اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کردیگا؟۔

شیخ نے کہا: ہم کردیں گے۔

شیخ کے یہ کلمات "ہم کردیں گے" عبداللہ بن ابی وداعہ کے کان میں گونجنے لگے۔ ان کے کان میں ہر طرف سے یہی صدا آرہی تھی: "ہم کردیں گے' ان کے دیگر حواس کچھ دیر کے لئے معطل ہوگئے۔ یا یہ بات ہوئی کہ وہ اپنے تمام حواس سے یہی کلمات سن رہے تھے۔ یہ اس قدر غیر متوقع بات تھی کہ جب حیرت واستعجاب کا عالم دور ہوا تو شیخ سے کہا کیا تم سچ مچ ایسا کروگے۔ اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردوگے۔ تو شیخ نے انہیں یقین دلایا کہ وہ واقعی اپنی لڑکی کا نکاح

ان سے کردیں گے۔ اور پھر کہا جاؤ اور لوگوں کو بلا لاؤ۔ جب لوگ آئے تو خطبۂ نکاح پڑھا اور تین دراہم مہر پہ نکاح کردیا۔ (سعید بن مسیب کی رائے میں اقل مہر دس درہم نہیں بلکہ شافعی مذہب کی طرح جس چیز کی کچھ بھی قیمت ہو' وہ مہر ہوسکتی ہے)۔

یہ وہی لڑکی تھی جس سے اپنے ولی عہد کا نکاح کرانے کے لئے خلیفہ عبدالملک منگنی کرنا چاہتا تھا۔ اور جس کا مہر اس کے وزن کے برابر سونا بھی ہوسکتا تھا۔ قرآن کریم کی حافظ' سنتِ نبوی سے واقف تھی' شوہر کے حقوق اور اپنے واجبات کا پورا پورا علم تھا۔ مسائل پہ کافی عبور تھا۔ جب بھی کوئی مسئلہ دریافت کرو' تو جواب مل جائے۔ کیوں نہ ہو سعید بن المسیب جلیل القدر تابعی' مدینۂ منورہ کے سب سے بڑے فقیہ اور عالم کی بیٹی ؓ اور ان کی تربیت یافتہ تھیں۔

نکاح ہوگیا اور عبداللہ بن ابی وداعہ اپنے گھر آئے' رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا کروں' کس سے قرض لوں۔ بیوی کو گھر لانے کا کیا انتظام کروں۔ ان کو دنیا انسانوں سے خالی نظر آرہی تھی۔ اب شیخ کے کلمات "ہم کردیں گے" کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس دن ان کا روزہ تھا۔ مغرب کی نماز پڑھی۔ چراغ سلگایا۔ روٹی اور تیل لے کر کھانے بیٹھ گئے۔ اتنے میں دروازہ سے آواز آئی' پوچھا کون ہے؟ جواب ملا کہ سعید۔ مگر سعید بن مسیب کا خیال نہیں آیا۔ چالیس سال سے ان کا کہیں آنا جانا نہیں تھا۔ مسجد کے سوا کہیں جاتے آتے نہ تھے۔ پھر ان کا خیال کیسے آتا۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سعید بن المسیب ؓ کھڑے ہیں اور اپنے ساتھ اپنی لڑکی کو لائے ہیں۔ عبداللہ بن وداعہ کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی' کہنے لگے آپ نے مجھے بلوا لیا ہوتا۔

شیخ نے کہا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ آپ کا نکاح ہوچکا ہے۔ تنہا رات گزارنا مناسب نہیں' یہ کہہ کر اپنی لڑکی کو اندر بھیج دیا اور خود واپس چلے گئے۔ بے چاری شرم کے مارے بیٹھ گئی۔ ابن ابی وداعہ نے روٹی اور تیل کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ اس کی نظر اس پہ نہ پڑے۔ پھر گھر کی چھت پہ چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی کہ لوگو میرا نکاح ہوگیا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب نے اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کردیا اور وہ خود اس کو اس وقت پہونچا گئے ہیں۔ لوگوں کو بھی تعجب ہوا۔ کہا کیا سچ مچ سعید بن المسیب ؓ نے اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کردیا؟ کیا وہ اس وقت تمہارے گھر میں ہے؟ ابن ابی وداعہ نے کہا' ہاں ہاں وہ خود پہونچا گئے ہیں۔ پھر تو اطراف کی عورتیں جمع ہونے لگیں' یہاں تک کہ گھر بھر گیا۔ سب نے عبداللہ بن وداعہ کو مبارکباد دیاں اور دعائیں دیں۔ ان کی ماں بھی کہیں گئی ہوئی تھیں' وہ بھی خبر سن کر آگئیں۔

تعمیر حیات صـ ۲۴ ملاحظہ ہو۔

اگر ہمیں خود دکھانا ہوتا تو مچھلی کیوں نکلتی

محمد فاروق اعظم۔ متعلم لطیفیہ یادگیری
مولوی فاضل (سال دوم)

(بشر حافی رحمہ اللہ)

احمد بن مسکین الفقیہ البغدادی نے بیان کیا کہ میں ۲۳۵ھ میں بلخ پہنچا۔ اس وقت بلخ کے عالم خراسان کے شیخ ابو عبد الرحمٰن الزاہد صاحب مواعظ و حکمت تھے۔ ان کا قلب ان کی زبان کا ساتھی، ان کا نفس ان کے قلب کا ہمعنان اور فلک الاعلیٰ ان کے نفس کا رفیق تھا۔ گویا انہیں فلک اعلیٰ سے القا ہوتا تھا، ان کو اہل بلخ لقمان ہٰذہ الامۃ کہتے تھے، اس لئے کہ وعظ اور زہد میں ان کے نکتے اور حکمتیں اور ان کا بہت سا کلام محفوظ کیا تھا۔ مثلاً ان کا یہ قول کہ جو ہمارے طریق میں داخل ہو اس کو چاہئے کہ موت کی یہ خصلتیں اپنے اوپر لازم کرلے۔ موت ابیض۔ موت اسود موت احمر اور موت اخضر (سفید اور سیاہ اور سرخ و سبز موت) سفید موت بھوک، سیاہ موت تحمل مشقات اور اذیت، سرخ موت، نفس کی مخالفت، اور سبز موت، مختلف ٹکڑوں کے پیوند کا لباس کہنہ پہننا ہے۔ میں نے ایک روز ان کے ساتھی اور تلمیذ ابی تراب سے اس کلام کی تاویل میں بحث کی۔ میں نے کہا کہ موت اخضر مرقع میں سبزی کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ سبز موت کہا گیا ہو۔ مگر سفید و سرخ و سیاہ کہنے کی وجہ کیا ہے؟ ان کی توجیہہ مجھے پسند نہیں آئی اور ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو ابو تراب نے مجھ سے کہا کہ تمہارے پاس کیا توجیہہ ہے تو میں نے کہا کہ بھوک نفس کی شہوتوں کو مٹا کر نفس کو پاک اور سفید چھوڑ جاتی ہے، یہ سفید موت ہے۔ احتمال مشقات کے باعث لوگوں کی نظر میں چہرہ سیاہ دکھائی دیتا ہے۔ اسی لئے اس کو سیاہ موت کہا گیا ہے۔ مخالفت نفس، نفس میں آتش زدگی کے مانند ہے۔ اسی وجہ سے وہ سرخ موت ہے۔

احمد بن مسکین نے کہا، کہ ایک دن میں مسجد بلخ میں تھا اور جب لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس انتظار میں تھی کہ لقمان الامۃ آئیں تو ان کو سنیں۔ لیکن وہ کسی کار ضروری میں مشغولیت کی وجہ سے نہ آسکے۔ لوگ کہنے

لگے کہ شیخ کے آنے تک کون انہیں نصیحت کرے گا۔

ابوتراب نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے احمد بن حنبل کو دیکھا، بشر حافی کو دیکھا اور فلاں فلاں کی صحبت تم کو حاصل رہی ہے پس تم کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں سے ان بزرگوں کے متعلق بیان کرو۔ یہ لوگ نبوۃ کے بقایا ہیں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اس ستون کے پاس لے گئے، جہاں امام خراسان بیٹھ کر وعظ کرتے تھے۔ اور وہاں مجھے بٹھا دیا۔ اور خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئے۔

لوگوں نے مجھے دیکھا اور کہا البغدادی، البغدادی یہ تو بغدادی ہے بغدادی۔

میں نے اپنے دل میں کہا قسم ہے خدا کی، موت احمر، موت اخضر اور موت اسود میں کوئی نصیحت و موعظت نہیں۔ اگر عزرائیل قوس قزح کے تمام رنگوں کا لباس بھی پہن لے تو ان رنگوں کا شعور اس کے معنی بگاڑ دے گا۔ ضروری بات تو وہ ہے جس کا کہنا ضروری ہے جو کلام متکلم کے نفس سے ابھر کر نہ آئے اس میں کوئی موعظت نہیں۔ اس کلام پر عمل ہو، اور یہ کلام اوروں کے نفوس میں کلام نہ رہے بلکہ عمل ہو جائے وعظ سامع کے لیئے تالیف قلب نہیں ہے بلکہ ایک نفس سے دوسرے کا ملنا ہے۔ اس وقت کلام دو نفسوں کے درمیان قرابت و اتصال ہے۔ میں نے ۲۱۹ھ میں ایک خواب دیکھا تھا جس کا تعلق بغداد کے ایک پرانے قصہ سے تھا تو میں نے لوگوں کے سامنے وہ قصہ بیان کیا۔

۲۱۹ھ میں افلاس و تنگدستی کی آزمائش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میرا سارا مال ختم ہو گیا اور میرا گھر قحط زدہ ہو گیا۔ حاجت مسکنت تنگی جمع ہو گئیں۔ اگر ایک صحرا چھوٹا ہوتے ہوتے چند ہاتھ کے طول و عرض کا ہو جائے تو باب البصرہ بغداد میں میرے گھر کے اس وقت کا نقشہ پیش کرے گا۔ ایک ایسا صحراوی دن بھی آیا گویا کہ سورج بادلوں کے درمیان نہیں بلکہ ایک صحرا کے درمیان طلوع ہوا اور بغداد میں میرے گھر پہ سے اس طرح گذرا جیسے صحرا میں ایک ہرے درخت پہ لٹکے ہوئے سوکھے پتے پر سے گذرے، ہمارے پاس کوئی شئے نہ تھی جو کسی آدمی کے حلق سے اترے کیونکہ گھر میں بجز مٹی اور گھر کے پتھر اور لکڑی کے کچھ نہ تھا۔ میری بیوی تھی اور اس سے میرا ایک چھوٹا بچہ، ہم نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پہ پتھر باندھ رکھے تھے۔ اس وقت یہ تمنا ہوئی، کہ کاش ہم دیمک ہوتے تو لکڑی کو اپنی غذا بناتے، بچہ کی بھوک، ماں کو اپنی بھوک سے زیادہ المناک بناتی تھی۔ اور میں ان کے ساتھ گویا ایسا تھا جس کے تین پیٹ ہوں اور تینوں خالی۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب ہم لکڑی اور

پتھر نہیں کھا سکتے تو ان کی قیمت ہی کھائیں۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ گھر بیچ دوں اور گھر سے نکل جاؤں اگرچہ گھر سے نکلنا اپنے چمڑے سے نکلنے کے برابر تھا جو موت کے بعد ممکن ہے۔ میں نے وہ رات گذاری اور میرا حال اس مجروح کا سا تھا جو میدان جنگ سے اٹھا کر لایا جاتا ہے، جس کی ہر کروٹ تلوار اور سنان کا عمل کرتی ہے، ابھی اندھیرا ہی تھا کہ میں فجر کی نماز کے لئے نکلا مسجد تو زمین پہ ہوتی ہے لیکن اس میں بھی آسمان ہوتا ہے ع

بہر زمیں کہ رسیدیم آسمان پیداست

مجھے خیال ہوا کہ گویا میں ایک ساعت زمین سے نکل گیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اللہ سے دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند کئے اور میری زبان سے یہ دعا نکلی اللھم اعوذبك ان یکون فقری فی دینی اسألك القوة علی الطاعة والرضا یا ارحم الراحمین پھر مسجد ہی میں بیٹھا رہا لیکن حیرت کی کیفیت طاری رہی مسجد میں اس طرح بیٹھا رہا کہ گویا میں دنیا میں نہیں ہوں۔ اور زمانے کے احکام مجھ پہ جاری نہیں ہوتے تا کہ اپنی حالت پر غور کروں۔ جب سورج کچھ بلند اور روشن ہوا تو زندگی کی حقیقت سامنے آئی۔ میں گھر فروخت کرنے کی تدبیریں کرتے ہوئے مسجد سے نکلا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ کدھر جا رہا ہوں۔ تھوڑی دور گیا تھا، کہ

ابو النصر الصیاد (جسکو میں مدت سے جانتا تھا) ملا میں نے کہا اے ابو نصر! میں گھر فروخت کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں، حالت بُری ہے اور تنگدستی نے محتاج کر دیا ہے، مجھے کچھ قرض دو جس سے میں آج کی زندگی کا سامان کر سکوں۔ گھر بیچ کر تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ تو اس نے کہا کہ یہ دستر اپنے گھر لے جاؤ اور میں تمہارے پیچھے ہی آؤں گا اور مجھے وہ دستر جس میں دو روٹیاں جن کے درمیان حلوہ تھا دیا اور کہا واللہ شیخ کی برکت ہے۔ تو میں نے پوچھا کون شیخ اور قصہ کیا ہے۔

ابو النصر صیاد نے کہا کہ کل میں اس مسجد کے دروازے پہ کھڑا تھا اور لوگ جمعہ کی نماز پڑھ کر جا رہے تھے بشر حافی مجھ پہ سے گذرے اور کہا کیا بات ہے کہ میں تم کو اسوقت یہاں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا گھر میں نہ روٹی ہے نہ آٹا نہ درم اور نہ کوئی ایسی چیز جس کو بیچوں تو فرمایا اللہ امتحان ہے اس سے اعانت طلب کی جاتی ہے۔ اپنا جال لیکر خندق تک آؤ۔ تو میں جال لے کر ان کے ساتھ چلا۔ جب ہم خندق تک پہنچے تو مجھ سے فرمایا، وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جال ڈال دو۔ تو میں نے بسم اللہ کہہ کر خندق میں ڈال دیا اور اس میں کوئی وزنی چیز پھنس گئی، اور

میں کھینچنے لگا لیکن مجھ سے کھینچا نہیں گیا تو میں نے
ان سے کہا کہ میری مدد کیجیے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں جال
ٹوٹ نہ جائے، تو پھر آپ آئے اور میرے ساتھ اس
کو کھینچا۔ تو ایک اتنی بڑی مچھلی نکلی کہ اس سے پہلے
میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مجھ سے فرمایا کہ اس کو لے
جا کر فروخت کر دو اور اسکی قیمت سے اپنے اہل و عیال
کی ضروری چیزیں خرید لو۔

میں وہ مچھلی لے کر نکلا تو ایک آدمی ملا جس نے
اس مچھلی کو خرید لیا اور میں نے اپنے اہل و عیال کی حاجت
کی چیزیں خرید لیں۔ جب میں اور میرے گھر والے
کھانے سے فارغ ہوئے تو مجھے شیخ بشر حافی یاد
آئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کی خدمت میں کوئی
ہدیہ پیش کروں۔ پھر میں نے دو روٹیاں لیں، اور
ان کے درمیان حلوہ رکھا اور ان کے گھر پہنچ کر
دروازہ کھٹکھٹایا، تو پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا
ابونصر تو فرمایا دروازہ کھولو اور جو تم اپنے ساتھ
لائے ہو اس کو دہلیز پر رکھ کر اندر آؤ۔ میں اندر
گیا اور جو کچھ کہ کیا تمام احوال سنایا تو آپ نے
فرمایا الحمد للہ علی ذالک میں نے کہا میں نے اپنے
گھر والوں کے لئے کھانا تیار کیا اور کھایا اور میرے
ساتھ دو روٹیاں ہیں جن میں حلوہ ہے۔ تو فرمایا اے

ابونصر! اگر ہمیں خود کھانا ہوتا تو مچھلی کیوں نکلتی۔
جاؤ تم اور تمہارے گھر والے کھاؤ۔

احمد بن مسکین نے کہا کہ میری بھوک کا یہ حال تھا
کہ اگر ایک روٹی بھی ملتی تو میں اس کو آسمان سے
نازل ہونے والا مائدہ سمجھتا۔ مگر شیخ کے مچھلی کے متعلق کلمے
نے مجھ کو اس کے معانی سے ایسا سیر کر دیا جو دنیا کی سیری نہیں بلکہ
وہ جنت کے پھلوں میں سے ایک پھل تھا۔ اور میں اس
کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر دہراتا تھا اور سوچتا تھا۔
کہ شہوتیں انسان پر کیا کیا بلائیں لاتی ہیں۔ مجھے
یقین ہوا کہ ہم پر بلائیں اس وجہ سے آتی ہیں کہ ہم دنیا
کی طول و عرض یا وسعت کی گنتی کے چند کلمات سے
تفسیر کرتے ہیں۔ پھر ان الفاظ شہوت میں سے کوئی
لفظ نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو نفس میں معصیت
اور گناہوں کے تمام معانی متمکن ہو جاتے ہیں، اور
ان معانی کے شیاطین ہمارے دلوں پر منڈلانے لگتے
ہیں اور ہم ان شیاطین سے تربیت پا کر پہلے تو ان کی
خدمت کرتے ہیں اور پھر ان کے شریک عمل ہو جاتے
ہیں اور ہمیں اس زندگی میں برائی کے قرار گاہوں
میں داخل کر دیتے ہیں اور پے در پے گرداب، اور
ہلاکتوں میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ یہ شیاطین مکھیوں،
مچھروں اور اس جیسے حشرات کے مانند ہیں جو منڈلاتے

رہتے ہیں، جہاں ان کو اپنی طرف مائل کرنے والی بو ہو، اگر کسی نفس میں وہ بو نہیں پاتے تو وہ وہاں سے بکھر جاتے ہیں اور وہاں جمع نہیں ہوتے۔ اگر ایک کے بعد دوسرا وہاں آئے بھی تو وہاں قرار نہیں کرتا۔ اگر ہم اپنے نفسوں سے ان کلمات کو دور کریں جنہوں نے دنیا کے منظر کو جو اس کی اصل خلقت ہے ہمارے حق میں بگاڑ دیا ہے، تو ہمارے نفوس میں دنیا کی دوسری شکل ہوگی اور یہ شکل حسین و جمیل ہوگی اور ہمارے اعمال بھی زیادہ حسین اور زیادہ، پاکیزہ اعمال ہوں گے۔

شیخ کی نظر میں کلمہ تلذذ کے کوئی معنی نہیں تھے

انہوں نے اپنے نفس سے ایک لفظ کو دور کرکے تمام برائیوں اور شر و فساد کے معنی کو دھتکار دیا۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس میں کسی معشوق کو جگہ دے تو اس کے حق میں ساری دنیا صرف ایک چھوٹے حجرے میں بند ہو گی۔ جس میں بجز اس معشوق کے کوئی نہیں جس کی کمند میں وہ اور وہ اس کی کمند میں گرفتار ہو۔ میں نے اپنے شیخ احمد بن حنبل کے درس میں یہ حدیث سنی تھی لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السموات اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب پر نہ منڈلاتے تو وہ ملکوت السموات کا مشاہدہ کرتے۔ قسم ہے اللہ کی میں نے مچھلی کے متعلق شیخ کے کلمہ ہی سے اس حدیث کا مفہوم سمجھا اور ایک عامی ماہی گیر نے مجھے اس کلمہ کی تعلیم دی۔ شیاطین معانی کی طرف کھینچے جاتے ہیں اور ان معانی کو وہ لفظ پیدا کرتا ہے جو دل میں ایسے متمکن ہوتا ہے جیسے غرض، یا طمع یا شہوت، مثلاً جب دل شہوات سے بلند تر ہو جاتا ہے، تو وہ ان الفاظ میں وہ مفہوم نہیں پاتا جو اس کو اندھا بناتے ہیں اور حقائق پر نظر کرنے سے روکتے ہیں۔ جب یہ حقائق منکشف ہوتے ہیں تو عالم ملکوت اس پر منکشف ہوتا ہے، اس کے بعد اگر کسی ایک لذت میں پڑ جائے (اگرچہ وہ دو روٹیاں اور حلوہ ہی کیوں نہ ہو) اشیاء اس پر غالب آجاتے ہیں اور وہ محجوب ہو جاتا ہے اور پھر شیاطین کے درمیان یا ان کے ماتحت داخل ہو جاتا ہے اور لذت کے اندھے پن سے اندھا ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں پر ایسے پردے پڑ جاتے ہیں جیسے بینائی پر نابینائی کے پردے۔ میں ہمیشہ ہمارے شیخ احمد بن حنبل کے صبر سے متعجب رہا۔ معتصم کے سامنے ان پر اتنے کوڑے لگائے جاتے تھے کہ وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ لیکن اپنی رائے انہوں نے نہیں بدلی۔ مچھلی کے متعلق اس کلمے سے میں نے اب یہ جان لیا کہ انہوں نے اپنے نفس میں "مار" کے معنی نہیں سمجھے (مار کو مار نہیں سمجھا) اور نہ اپنے نفس میں صبر کے معنی آدمیوں کے صبر کے لئے، اگر وہ کوڑے لگائے جانے کی حالت میں انسانوں جیسا صبر کرتے تو

وہ فریاد کرنے پر مجبور ہو جاتے اور اپنی رائے بدل دیتے اور انسانوں کی طرح مار کھاتے تو دکھ درد محسوس کرتے لیکن وہ اپنے نفس میں اثبات سنت اور بقاء دین کے معنی لئے ہوئے تھے اور یہ کہ وہ تمام امت ہیں۔ احمد بن حنبل نہیں۔ اگر وہ بدل جاتے تو لوگ بھی بدل جاتے۔ اگر وہ بدعت کی راہ اختیار کرتے تو لوگ بھی بدعت کی راہ اختیار کر لیتے۔ درحقیقت ان کا صبر ایک پوری امت کا صبر تھا۔ ایک شخص واحد کا صبر نہیں۔ ان کو کوڑوں سے مارا جاتا تھا۔ اور ان کا نفس مار کے معنی سے بہت بلند تھا۔ اگر ان کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا یا آروں سے چیرا جاتا تو ایسا کرنے والے ان پر قابو نہ پا سکتے تھے۔ ان کا جسم صرف ایک لباس کی طرح تھا اور وہ خود صرف ایک فکر ایک خیال تھے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے فضائل کو فضائل نہیں سمجھتے ہیں، جو اللہ نے ان کو ودلیعت کی ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ ان فضائل کے معانی دنیا میں باقی رہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے ان کی امتوں میں کاشت ہوتی اور اس کاشت کا جزو ان کی طبیعت کے کوئی مالک نہیں اور معتصم جو ہمارے شیخ کی رائے میں تبدیلی کا مطالبہ کرتا تھا وہ ایسا احمق تھا جو سیب کے درخت سے سیب کے عوض اخروٹ طلب کرتا

تھا۔ احمد بن مسکین نے کہا کہ انہوں نے وہ دو روٹیاں لے لیں اور اپنے جی میں یہ کہنے لگے کہ اس دنیا پر اللہ کی لعنت، اللہ کے پاس اس کی بے قدری کا یہ حال ہے کہ دنیا میں انسان جس طرح اپنی جوتی پہنتا ہے، اگر انسان کو ملائکہ کی نظر میسر آ جائے اور مخلوق اس کے سامنے سے گذرے اور وہ لوگوں کے چہروں پر نظر کریگا تو کیچڑ اور گندگی پائے گا جیسا کہ جوتیوں میں، بلکہ اس سے بھی زیادہ گندہ اور بدتر اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان حسین و جمیل صورتوں کو جو مردوں اور عورتوں کو اپنا گرویدہ کر لیتی ہے صرف پرانی جوتیوں کی طرح دیکھے گا۔

لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ ان روٹیوں میں شیخ کا کوئی راز ہے اور میں نے ان کو اپنے ہاتھ میں کسی خیر کثیر کے دو وثیقے سمجھے۔ میں نے علی برکۃ اللہ کہا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک بچہ تھا میں نے اس کو دیکھا تو اس نے مجھے کہا کہ بچہ یتیم ہے بھوکا ہے۔ وہ بھوک پر صبر نہیں کر سکتا۔ تو اس کو کچھ کھلا دے اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔ تو اس بچہ نے مجھ پہ نظر ڈالی۔ میں اس نظر کو بھول نہیں سکتا۔ میں نے اس ایک نظر میں اللہ کی عبادت کرنے والے ہزار تارک دنیا عابدوں کا عجز و خشوع پایا۔ بلکہ میں یہ گمان نہیں کر سکتا کہ ہزار عابدوں میں بھی ایسی ایک نظر یا نگاہ لوگ دیکھ سکیں گے،

جیسے ایک بھوکے یتیم بچہ کی آنکھ میں ہوتی ہے' جو رحم کا سائل ہو' اور اس غم وہم کی شدت کو اگر مائیں اور باپ یتیم بچوں کے چہروں پہ دیکھیں تو انہیں مقدسین کے یہ چہرے نظر آئیں گے کیونکہ وہ انسانی شر و فساد کے ارتکاب سے عاجز ہیں اور ان کا تعلق صرف اللہ اور قلب انسانی سے ہے ۔ ان میں سے ہر ایک کا چہرہ ایسا نظر آتا ہے کہ گویا وہ پکار رہا ہے ' اے میرے اللہ ' اے میرے اللہ ۔

احمد مسکین نے کہا مجھے ایسا خیال ہوا کہ زمین پر جنت اُتر آئی ہے تاکہ وہ اپنے تئیں اس شخص کے ہاتھوں فروخت کر دے جو اس بچہ اور ماں کا پیٹ بھر دے ۔ لوگ اندھے ہیں اور انہیں جنت نظر نہیں آتی ' گویا وہ اس جنت پر سے گذر رہے ہیں جیسے قصر شاہی پر سے گدھا ۔ اگر اس گدھے سے پوچھا جائے تو وہ قصر شاہی کے مقابلہ میں اپنا ٹھکانہ بتائے گا مجھے اپنی بیوی اور اپنا بچہ یاد آیا ۔ کل سے وہ دونوں بھوکے تھے لیکن اس وقت میرے دل میں بیوی اور بچہ کا مفہوم نہ تھا بلکہ میرے دل میں یہ محتاج عورت اور اس کا بچہ تھا ۔ میں اپنے دل سے ان دونوں کا خیال دُور کر دیا اور کہا یہ لو لیجا کر اپنے بچہ کو کھلا ۔ قسم خدا کی میرے پاس نہ کوئی درم ہے یا دینار اور میرے گھر میں وہ لوگ ہیں جنکو اس طعام کی زیادہ حاجت ہے ۔ اگر یہ فقر و افلاس نہ ہوتا تو میں اس قدر دیتا کہ تمہاری حالت سُدھر جاتی ۔" تو پھر اسکی آنکھوں میں آنسو اُبھر آئے اور بچہ کا چہرہ چمک اٹھا ۔ اپنی حالت پہ میرا دل بھر آیا لیکن آنسوؤں کو میں آنسو نہیں سمجھا ' اور نہ مسکراہٹ کو مسکراہٹ ' مگر میں اپنے دل میں کہنے لگا ' اگر مجھے کھانا نہ ملے تو پیٹ پہ پتھر باندھوں ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چھ دن پتھر باندھے ۔ ابن عمرؓ بھی پتھر باندھا کرتے تھے اور فلاں فلاں جن کے نام ہمیں یاد ہیں اور جن کی حدیثیں ہم روایت کرتے ہیں ۔ پھر میں مضمحل ہو کر اس طرح چلنے لگا کہ گویا میں شیخ کا قول بھول گیا ۔ اگر ہمیں خود کھانا ہوتا تو مچھلی کیوں نکلتی' اب مجھے یہ قول یاد آگیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس میں غور و تامل کر کے اپنے نفس کو بہلانے لگا خیال کیا اگر میں تین کا پیٹ بھرتا تو پانچ فضائل سے محروم ہو جاتا (۱) اپنا اور (۲) اپنی بیوی (۳) اپنے بچہ کی بھوک (۴) یہ عورت اور (۵) اس کے بچہ کو پیٹ بھر کھلانا ۔ یہ دنیا فضیلت کی محتاج ہے اور یہ عمل بھی اس کا محتاج تھا کہ یوں ہی ہو جیسا کہ تو نے کیا ۔ اس سے معاملہ درست ہوتا ہے ۔

اب سورج آسمان پر کچھ بلند ہوا تھا تو میں ایک طرف چلنے لگا پھر ایک دیوار کے پاس اس فکر و خیال میں بیٹھا کہ گھر کو فروخت کر دوں ' مگر کون خریدے گا ۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ابو نصر صیاد وہاں سے گذرا ۔ ایسا

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خوشی کے مارے اڑا جا رہا ہے۔ اور مجھے دیکھ کر میری طرف لپکا۔ اور کہا یا ابا محمدؐ یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ تمہارے گھر میں تو خیر و برکت و دولت آئی ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! اے ابا نصر یہ مچھلی کہاں سے نکلی۔ اس نے کہا میں تمہارے گھر کے راستہ میں تھا اور میرے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں تھیں جو میں تمہارے گھر والوں کے لئے لایا تھا۔ اور چند دراہم بھی جو میں نے تمہارے لئے قرض لئے تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں سے تمہارے والد یا اس کے کسی اہل کا پتہ دریافت کر رہا ہے اور اس کے ساتھ بہت کچھ مال اور سامان تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں پتہ بتلاؤں گا۔ پھر میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس کے احوال دریافت کرنے لگا کہ تمہارے والد سے اس کا کیا علاقہ تھا تو اس نے کہا کہ وہ بصرہ کا ایک تاجر ہے اور تیس سال پہلے تمہارے والد نے اس کے پاس تجارتی مال ودیعت کیا تھا پھر وہ مفلس ہو گیا اور سارا مال ضائع ہو گیا۔ پھر وہ بصرہ چھوڑ کر خراسان چلا گیا تو وہاں تجارت سے اس کی حالت سدھر گئی اور وہ دولتمند ہو گیا۔ اور اس کی خوش بختی نے اس کو دولت سے مالا مال کر دیا۔ چنانچہ پھر وہ بصرہ آیا اور چاہا کہ وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو جائے۔ اس لئے وہ مال لایا ہے کہ تمہارے حوالے کر دے۔ اس مال میں تیس سال کی مدت میں جو نفع ہوا وہ موجود ہے اور اس کے علاوہ تحف و ہدایا بھی ہیں ــــ احمد بن مسکین نے کہا کہ جب میں اپنے گھر آیا تو مال کثیر پایا اور اس مال سے افلاس دور ہوا اور میں خوشحال ہو گیا۔

میں نے کہا کہ شیخ نے سچ کہا: "اگر ہمیں خود یہ کھانا ہوتا تو مچھلی کیوں نکلتی"۔ اگر وہ آدمی ابو نصر سے اس راستہ میں آج کے دن دوپہری ساعت میں ملتا تو وہ مجھے نہ پاتا۔ میرے والد گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے جنہیں خود ان کی زندگی میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب انہیں مرے ہوئے بیس سال گذر گئے۔ اب انہیں کون جانتا۔ میں نے قسم کھائی اس نعمت پر کہ میری شکر گزاری اللہ کو معلوم ہو مجھے بجز اس کے اور کوئی فکر نہ تھی کہ اس محتاج عورت اور اس کے بچہ کی تلاش کروں۔ چنانچہ میں نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور ان کی ضروریات کی کفایت کا انتظام کیا۔ پھر میں نے اس مال سے تجارت کی اور نیکی و صدقات سے اس مال میں اضافہ کیا۔ مال بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ میں غنی اور دولت مند ہو گیا۔ اس حالت سے میرا نفس عجب و کبر میں مبتلا ہو گیا اور مجھے خوشی ہوئی کہ میں نے ملائکہ کے دفاتر کو اپنی نیکیوں سے بھر دیا اور یہ امید ہونے لگی کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے زمرۂ صالحین میں شمار کر دے، ایک رات میں سویا خواب میں دیکھا کہ قیامت کا دن ہے۔

اور لوگ ایک دوسرے پر گر پڑ رہے ہیں، اور انسان ضعیف پر ہول عظیم مسلط ہے۔ اس سے ہر اس امر کا سوال کیا جا رہا ہے جس میں اس کائنات میں سے کسی چیز کو بھی چھوا ہو، یا اس کا اسکے ساتھ کیسا ہی علاقہ رہا ہو، ہر بات کی پرسش ہو رہی ہے اور ایک منادی سے یہ کہتے ہوئے سنا، اے گروہ بنی آدم چوپایوں نے اللہ کی شکر گذاری میں سجدے کئے کہ ان کو آدمی نہیں بنایا اور میں نے دیکھا کہ لوگوں کی پیٹھ چوڑی ہو گئی ہے اور وہ اس پر بھاری بوجھ لادے ہوئے ہیں۔

ایک فاسق اپنی پیٹھ پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ برائیوں کے ایک پہاڑ کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اعلان ہوا۔ اور میزان کھڑی کر دی گئی اور میرے اعمال تولنے کے لئے مجھے لایا گیا۔ میری برائیاں ایک پلڑے میں رکھی گئیں اور میری نیکیوں کے دفاتر دوسرے پلڑے میں۔ پھر میرے گناہوں کا پلڑہ بلند ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روئی کے گھٹے کے مقابل میں ایک چھوٹے پہاڑ کا وزن کیا جاتا ہے۔ پھر میں نے جو نیکیاں کی تھیں ایک کے بعد ایک ڈالی گئیں لیکن ہر نیکی کی تہ میں نفس کی شہوتوں میں ایک شہوت مخفی تھی، جیسے ریا، غرور، لوگوں کی مدح و ثنا کی چاہت وغیرہ۔ کوئی چیز میرے لئے سالم نہ رہی اور میرے پاس کوئی حجت بھی نہ رہی اور حجت تو وہی ہے جو میزان ظاہر کرتی ہے، اور میزان نے تو یہ بتا دیا کہ میں نیکیوں سے خالی ہوں۔

پھر آواز آئی کیا اس میں کوئی نیکی باقی ہے۔ تو کہا گیا کہ ہاں یہ باقی ہے۔ میں نے غور سے دیکھا کہ کونسی نیکی باقی رہی ہے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو روٹیاں ہیں جو میں نے اس عورت اور بچہ کو دی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں ہلاک ہو گیا، تو میں نے کئی بار سو سو دینار بخشے تھے۔ لیکن ان سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اب ان روٹیوں سے کیا ہوگا۔

میں نے ترازو میں ان روٹیوں کو دیکھا تو ان کے ساتھ اوپر۔ کوئی چیز لٹکی ہوئی تھی جو ابر کے ٹکڑے کی طرح آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ نہ وہ زمین میں ہے اور نہ آسمان میں۔ وہ روٹیاں ترازو میں رکھی گئیں، تو کسی کہنے والے نے کہا کہ ان دو روٹیوں کا آدھا ثواب ابو نصر صیاد کے حصہ میں گیا، تو مجھے اپنے بے یار و مددگار ہونے اور ہلاک ہو جانے کا یقین ہو گیا۔ اگر میرے دو ٹکڑے کر دئے جاتے تو میرے لئے آسان اور سہل ہوتا۔ لیکن میں نے اس قدر ضرور دیکھا کہ نیکیوں کا پلڑا ایک درجہ نیچا ہوا ہے۔ تو پھر میں نے ایک آواز سنی۔ کیا کوئی اور نیکی بھی باقی ہے۔ تو کہا گیا صرف یہ باقی ہے۔ تو میں نے دیکھنا چاہا کہ کونسی چیز باقی رہ گئی ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ میری بیوی اور میرے بچہ کا ایک روز کا فاقہ میزان پر رکھا جا رہا ہے جس کی وجہ

سے ایک پلڑا بلند ہونے لگا اور دوسرا نیچے ہونے لگا۔ یہاں تک کہ دونوں پلڑے مساوی ہوگئے۔
اس وقت میں نجات اور ہلاکت کے درمیان رہا نہ نجات ہی یقینی تھی اور نہ ہلاکت۔ تو پھر ایک آواز سنی "کیا کوئی اور چیز بھی باقی ہے تو جواب دیا گیا" یہ باقی ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مسکین عورت کے آنسو تھے۔ جو اس نے اس وقت بہائے جبکہ میں نے اپنی بیوی اور بچہ پر ترجیح دی تھی۔ اس کی آنکھوں کے ڈبڈبائے آنسو میزان پر رکھے گئے تو وہ مثل فوارے بن گئے اور اس طرح جوش زن ہوئے کہ سمندر کی موجوں کی صورت ہوگئی اور ان موجوں سے وہ بڑی مچھلی نکلی، تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ مچھلی ان آنسوؤں کی روح ہے اور موجیں بڑھتی ہی گئیں یہاں تک کہ نیکیوں کا پلڑا غالب آگیا۔
پھر میں نے یہ آواز سنی، وہ نجات پاگیا تو مجھ سے ایک چیخ نکلی اور میں بیدار ہوگیا۔ میری زبان پر شیخ کا یہ جملہ تھا:۔
"اگر ہمیں خود کھانا ہوتا تو مچھلی کیوں نکلتی"

بسلسلۂ بقیہ مضمون صفحہ ۱۸۹

ایک مہینہ گزر گیا نہ میں نے حضرت سعیدؒ سے ملاقات کی، نہ وہ ملاقات کے لئے آئے۔ ایک مہینہ کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب مجلس درس ختم ہوگئی تو مجھے پاس بلایا۔ خیریت معلوم کی، پوچھا لڑکی کو کیسا پایا۔ تو کہا دوست سن کر خوش ہوں اور دشمن جلیں۔
حضرت سعید کی نظر میں امیرالمؤمنین کے ولی عہد کے قصر اور ابن ابی وداعہ کے حجرہ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ان کی نگاہ میں تو وہاں مصائب ہی مصائب تھے اور یہاں محبت ہی محبت تھی۔ وہ جانتے تھے کہ خلیفہ کے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔ مال کے ساتھ اگر دینداری نہ ہو تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ دینداری کے ساتھ اگر مال نہ بھی ہو تو آخرت کی فیروزمندی اور سعادت ہے اور صرف مال فتنہ، ابتلاء اور آزمائش ہے۔



امام شافعی ائمہ متبوعین میں سے ہیں، جن کے پیرو امام ابو حنیفہ کے متبعین کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ آپ ۱۵۰ھ میں بمقام غزۃ ملک شام میں پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد جب ان کی عمر دو سال کی تھی ان کی والدہ ان کو مکہ مکرمہ لے آئیں، جو ان کا آبائی وطن تھا۔

آپ ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف تھے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔ شافع کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ شافع کے والد السائب بھی بدر کی لڑائی کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ پس شافع صحابی بن صحابی تھے۔ اسی لئے امام شافعی ان کی طرف منسوب تھے۔ اس لئے کہ لفظ آسان بھی تھا اور اس میں نیک فال بھی تھی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب تھیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔ ائمہ اربعہ میں صرف آپ ہی قرشی اور مطلبی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم نسب تھے۔

ما فيه الاسيد من سيد
حاز المكارم والتقى والجودا

اس میں صرف سید بن سید ہیں۔ جو فضائل اور تقویٰ اور جود و سخا کے جامع تھے۔ آپ کا قد اونچا تھا اور گردن لانبی۔ چہرہ زیادہ پُر گوشت نہ تھا۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ داڑھی میں مہندی کا گہرا سرخ خضاب لگاتے تھے۔ خوش آواز اور خوش وضع تھے۔ خوبرو بھی تھے اور خوش خلق بھی۔ تیز زبان اور طویل اللسان بھی تھے۔ اپنی زبان سے اپنی ناک چھو سکتے تھے۔ لیکن صحت اچھی نہ تھی۔ بواسیر کے مرض کے شکار تھے۔ آخر اسی مرض سے ۲۰۵ھ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔ جبکہ آپ کی عمر صرف پچپن برس تھی۔ ائمہ اربعہ میں سے صرف آپ ہی نے کم عمر پائی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ سات سال کی عمر میں قرآن کریم کا حفظ تمام کیا تو مسجد میں علماء کی صحبت میں جانے لگا۔ ان کی صحبت میں حدیث اور مسائل حفظ کئے۔ ہمارا مکان مکہ میں شعب خیف میں تھا۔ ہمارے پاس مال نہ تھا۔ کاغذ مول نہیں لے سکتا تھا تو ہڈیاں جمع کرتا اور ان پہ لکھا کرتا تھا۔ دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالک حفظ کرلی مسلم

بن خالد سے جو سرخ و سپید تھے لیکن زنجی مشہور تھے فقہ سیکھی۔ پندرہ سال کی عمر میں اجتہادِ مطلق کی سند اور فتویٰ دینے کی اجازت حاصل کر لی۔ ابن الجوزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے مسلم بن خالد زنجی، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ سے علم حاصل کیا۔ اسمٰعیل بن علیہ، عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی، اور محمد بن الحسن الشیبانی وغیرہم سے حدیث سنی۔ شافعی خود بھی شاعر تھے۔ اور حافظ شعر بھی۔ امام الادب واللغۃ الاصمعی نے مکہ میں آپ سے دیوان الھذلیین اور دیوان شنفری کی قرأت کی۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے نو دنوں میں مؤطا امام مالک حفظ کر لی اور امام مالک کو اپنے حفظ سے سنا بھی دیا۔

یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ ایک دن آپ امام مالک کے حضور میں بیٹھے تھے کہ ایک قمریوں کا تاجر آیا اور امام مالک سے کہا میں نے آج ایک قمری فروخت کی تو خریدار نے یہ کہہ کر قمری واپس کر دی کہ تیری قمری نہیں بولتی تو میں نے قسم کھائی کہ میری بیوی کو طلاق ہو گی اگر یہ قمری بولنے سے ساکت ہو جائے۔ امام مالک نے فرمایا تیری بیوی کی طلاق ہو گئی اور اب تیرے لئے کوئی مفر نہیں۔ امام شافعی نے اس سے پوچھا کہ تیری قمری بولتی زیادہ ہے، یا خاموش زیادہ رہتی ہے۔ اس نے کہا بولتی زیادہ ہے تو شافعی نے اس سے کہا کہ تیری طلاق نہیں ہوئی۔ امام مالک نے سنا تو کہا یہ کیونکر۔ شافعی نے کہا آپ نے مجھ سے حدیث بیان کی عن الزھری عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن عن ام سلمۃ کہ فاطمہ بنت قیس نے کہا یا رسول اللہ، ابوجہم اور معاویہ دونوں نے مجھے نکاح کا پیام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاویہ فقیر ہیں اور ابوجہم اپنے کاندھے سے کبھی لاٹھی دور نہیں کرتے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ابوجہم کھاتے بھی تھے اور سوتے بھی تھے۔ استراحت بھی کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مجاز کہا تھا اور عرب دو کاموں میں سے جس کام پر زیادہ وقت صرف ہوتا اس کام کو ہمیشگی کی طرف منسوب کر دیتے۔ چونکہ قمری اکثر بولتی تھی اور خاموشی کی مدت کم تھی تو اکثر بولنے کو ہمیشہ بولنے سے تعبیر کیا۔ امام مالک کو اس استدلال سے تعجب ہوا۔ فرمانے لگے وقت آگیا ہے کہ تم فتویٰ دینے لگو۔

امام شافعی کے راوی ربیع بن سلیمان ناقل ہیں کہ امام شافعی ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ اور ماہِ رمضان میں ساٹھ ختم کرتے تھے۔ ربیع نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے

سُنا کہ جب میں ایک بار یمن میں تھا تو خواب دیکھا کہ میں حرم مکہ کے مطاف میں بیٹھا ہوں، اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تشریف لائے۔ میں تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا اور سلام کیا تو آپ نے مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور اپنی انگشتری نکال کے میری انگلی میں ڈال دی۔ جب میں نے صبح خواب کی تعبیر کرنے والے سے بیان کیا تو اس نے کہا اے ابو عبداللہ تم کو خوشخبری ہو۔ مسجد حرام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا دوزخ سے نجات ان کا مصافحہ کرنا یوم حساب میں امان اور ان کا انگشتری پہنانا تو آپ کا نام وہاں تک پہنچیگا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ، کا نام پہنچا ہے۔

امام ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ امام احمد حنبل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے سرے پر ایسے شخص کو لوگوں کے لئے بھیجتا ہے جو انہیں سنت کی تعلیم دیتا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر کذب کی نفی کرتا ہے۔ ہم نے غور کر کے دیکھا تو یہ پایا کہ پہلے سو سال کے سرے پر عمر بن عبدالعزیز ہیں تو دوسرے سو سال کے سرے پر امام شافعی ہیں۔ امام احمد یہ بھی کہتے تھے، کہ امام شافعی ہی سے میں نے حدیث میں ناسخ و منسوخ کا علم حاصل کیا۔ وہ امام شافعی کی بہت تعظیم کرتے۔ ان کا اکثر ذکر کرتے اور ان کی مدح و ثنا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کی ایک لڑکی جو بہت صالحہ تھی قائم اللیل اور صائم النہار بھی امام شافعی کو دیکھنے کی بہت مشتاق تھی۔ اتفاقاً ایک رات امام شافعی امام احمد کے گھر مہمان تھے۔ جب نماز عشا اور کھانے سے فارغ ہوئے تو امام احمد اپنی نماز اور اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ لیکن امام شافعی اپنی پیٹھ پر لیٹ گئے۔ امام احمد کی لڑکی نے امام شافعی کو فجر تک دیکھا تو اسی حال میں پایا۔ وہ اپنے والد سے کہنے لگی کہ میں نے آپ کو ہمیشہ شافعی کی تعظیم کرتے ہوئے پایا لیکن میں نے اس رات ان کو دیکھا نہ نماز ہے نہ اوراد و اذکار ہیں۔ باپ بیٹی میں یہ گفتگو ہو رہی تھی اتنے میں امام شافعی آ گئے۔ امام احمد نے ان سے پوچھا کہ رات کیسے گذری، تو فرمایا ایسی اچھی مبارک، اور زیادہ مفید رات میں نے نہیں دیکھی تو پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا میں نے پیٹھ پر لیٹے لیٹے مسلمانوں کے فائدے کے لئے سو مسئلے مرتب کر لئے۔ اس کے بعد امام شافعی روانہ ہو گئے، تو امام احمد نے اپنی بیٹی سے فرمایا آج رات میں انہوں نے لیٹے لیٹے جو علم حاصل کیا وہ افضل ہے شب بیداری میں میری نمازوں کے عمل سے۔

جب پہلی مرتبہ کوفہ آئے اور ایک مسجد میں قیام کیا۔ امام محمد بن الحسن اور امام ابی یوسف سے ملاقات ہوئی تو شافعی کو حقیر سمجھا۔ محمد بن الحسن نے پوچھا کیا تم حرم کے رہنے والے ہو تو کہا ہاں۔ کہا تم عرب ہو یا موالی تو کہا عرب

کہا کس کی اولاد ہو، کہا مُطّلب کی۔ پھر سوال کیا کیا
تم نے مالک کو دیکھا ہے تو کہا میں انہیں کے پاس سے آ رہا ہوں۔
دریافت کیا کیا تم نے مؤطا پڑھی ہے؟ تو جواب دیا، مجھے
حفظ ہے۔ یہ بات ان پر گراں گذری۔ کاغذ منگوایا اور
فقہ کے تمام ابواب میں سے ایک ایک مسئلہ لکھا اور دو مسئلوں
کے درمیان جواب کے لئے جگہ چھوڑ دی اور مجھ سے کہا
کہ مؤطا سے ان کا جواب لکھو۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے نص کتاب اللہ سے
پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پھر اجماع
مسلمین سے ان تمام مسائل کا جواب لکھا۔ محمد بن الحسن نے
ان کو غور سے دیکھا اور پھر اپنے غلام سے کہا اپنے اس سید کو
اپنے ساتھ لے چل اور مجھ سے کہا کہ میں ان کے غلام کے
ساتھ ان کے گھر جاؤں میں جانے کے لئے نکلا۔ غلام نے
کہا میرے مالک نے حکم دیا ہے کہ آپ کو رہائش گاہ تک
سواری پہ لے جاؤں۔ پھر وہ ایک خچر لایا جس پہ مرزکش
زین تھی، لیکن میرے کپڑے بوسیدہ تھے۔ کوفہ کی گلیوں
میں سے ہوتے ہوئے محمد بن الحسن کی رہائش گاہ پہنچے۔
تو دروازوں، چوکھٹوں کو سونے چاندی کے نقوش سے
آراستہ پایا۔ مجھے اہل حجاز کی تنگی اور تنگدستی یاد آ گئی۔
مجھے رونا آیا۔ خیال کیا کہ اہل عراق تو اپنی چھتوں کو
سونے چاندی سے نقش کرتے ہیں اور اہل حجاز کھجور
کی گٹھلیاں چوستے اور دھوپ میں خشک کیا ہوا
گوشت کھاتے ہیں۔ محمد بن الحسن آئے اور مجھے روتا ہوا پایا،
تو فرمایا یہ جو کچھ تم دیکھتے ہو حقیقت میں یہ سب حلال کمائی
ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فرض کا اس مال میں مجھ سے مطالبہ نہ ہوگا۔
میں ہر سال اس مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ دوست خوش
ہوتے اور دشمن جلتے ہیں۔ پھر امام شافعی کو ایک ہزار درہم
کی مالیت کا خلعت پہنایا۔ پھر وہ اپنے کتب خانے میں گئے،
اور امام ابوحنیفہ کی تالیف "الکتاب الاوسط" مجھے دی میں
نے رات ہی میں ساری کتاب حفظ کر لی۔ محمد بن الحسن کوفہ
کے مشہور مفتی تھے۔

ایک دن میں ان کی داہنی جانب بیٹھا تھا۔ ایک سائل نے
ان سے سوال کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا کہ ابوحنیفہ نے
یہی کہا ہے۔ میں نے محمد بن الحسن سے کہا آپ کو وہم ہوا ہے۔
اس شخص کے سوال کا یہ جواب ہے۔ یہ مسئلہ فلاں کتاب میں
فلاں مسئلہ کے بعد اور فلاں مسئلہ کے پہلے مذکور ہے۔ کتاب
منگوائی گئی جیسا میں نے کہا تھا ویسا ہی کتاب میں پایا۔
محمد بن الحسن نے اپنے پہلے جواب سے رجوع کر کے وہی جواب
دیا جو میں نے بیان کیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے
کوئی کتاب نہیں دی۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے چند دنوں کے بعد
رخصت طلب کی تو کہنے لگے میں اپنے کسی مہمان کو چلے جانے

کی رخصت نہیں دیتا۔ پھر اپنے تمام مال میں شرکت کی
پیشکش کی۔ میں نے کہا یہ میرا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ میں
سفر کرنا چاہتا ہوں، تو اپنے خزانہ میں جو کچھ نقد تھا منگوایا
اور وہ سب مجھے دیا۔ میں نے تین ہزار درہم پائے۔
اس کے بعد بلاد عراق، فارس اور عجم میں گھومتا
اور علماء سے ملاقاتیں کرتا رہا یہاں تک کہ میری عمر اکیس
سال ہوئی۔ ہارون رشید کا زمانہ تھا اور میں بغداد آیا۔
جب میں بغداد میں داخل ہوا تو ایک آدمی میرے
ساتھ ہو لیا۔ مجھ سے لطف وانس کی باتیں کیں، مجھ سے
میرا نام نسب اور دیگر احوال دریافت کئے۔ میں نے جواب
دیا تو ایک تختی پہ لکھ لیا۔ مجھے اس پر حیرت ہوئی۔ پھر وہ
چلا گیا۔ میں ایک مسجد میں گیا۔ آدھی رات گذری تھی کہ سپاہی
مسجد میں آئے اور ہر ایک کو غور سے دیکھنے لگے۔ جب میرے
پاس آئے تو کہا امیر المومنین تمہیں یاد کرتے ہیں۔ میں بلا
تامل اٹھ کھڑا ہوا۔ جب خلیفہ کا سامنا ہوا تو میں نے سلام
کیا۔ جواب دینے کے بعد فرمایا تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ہاشمی
ہو۔ میں نے کہا اے امیر المومنین کتاب اللہ نے تمام زعم باطل
قرار دیئے ہیں۔ فرمایا اپنا نسب بیان کرو۔ میں نے آدم
علیہ السلام تک اپنا نسب پہونچایا تو یہ کہا یہ فصاحت اور
بلاغت صرف آل مطلب کا حق ہے۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو
کہ میں تمہیں مسلمانوں کا قاضی بناؤں سنت رسول اور
اجماع امت کے مطابق میرے اور اپنے احکام نافذ کرو اور
اس طرح میرے شریک ہو۔ میں نے جواب دیا اے امیر المومنین
اگر آپ مجھ سے فرمائیں کہ آپ کی نعمت کے معاوضہ میں صبح
دروازۂ عدالت کھولوں اور شام بند کر دوں تو میں ہرگز
ایسا نہ کروں۔ مجھ سے کہا کہ کچھ مال دینا قبول کروں، تو
میں نے کہا مال دنیا جلد فنا ہو جانے والا ہے۔ پھر حکم دیا
کہ مجھے ہزار دینار دئے جائیں۔ میں جب قصر خلیفہ سے
نکلنے لگا تو غلاموں اور خادموں نے گھیر لیا۔ مجھے جو کچھ ملا
ہے اس میں سے انہیں دوں۔ مروت کا تقاضا تھا کہ میں
انہیں بھی شریک کروں۔ چنانچہ میں نے تقسیم کیا اور میرا حصہ
بھی اسی قدر تھا جتنا دوسروں کا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ قصر خلیفہ سے اسی مسجد میں
واپس آیا جہاں ٹھہرا تھا۔ فجر کی نماز میں ایک نوجوان نے
امامت کی۔ قرأت اچھی تھی مگر اس سے سہو ہوا اور وہ
سہو کا تدارک کرنا نہیں جانتا تھا۔ سلام کے بعد میں نے
اس سے کہا کہ تو نے اپنی اور ہماری نماز فاسد کر دی، نماز
کا اعادہ کر۔ بعد نماز میں نے اس سے کہا کہ کاغذ لائے۔
میں باب السہو فی الصلوٰۃ کے مسائل لکھ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ
نے میرے سینے کو کھول دیا اور میں نے اسکے لئے چالیس
اجزاء میں ایک کتاب لکھ کر اسی کی طرف منسوب کی۔
یہی کتاب زعفران ہے جو میں نے تین سال کی مدت

میں عراق میں تالیف کی، اسی کتاب میں امام شافعی کے وہ اقوال وآراء ہیں جن کو قدیم کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں بارہا محمد بن الحسن اور ابو یوسف سے مباحثے ہوتے رہے۔

ایک بار ہارون رشید کے دربار میں امام محمد بن الحسن اور امام ابو یوسف نے بطور امتحان امام شافعی سے سوالات پوچھے۔ دو آدمیوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیام دیا۔ وہ عورت محرم نہ تھی، ایک کے لئے حلال اور دوسرے کے لئے حرام تھی۔ تو امام شافعی نے جواب دیا۔ ان میں سے ایک کی پہلے سے چار بیویاں تھیں اس لئے اس کے لئے یہ پانچویں حرام ہوی۔ پھر سوال کیا ان دو مسلمانوں کے متعلق کیا کہتے ہو، جنہوں نے شراب پی، ایک کے لئے حد واجب ہوی اور دوسرے کے لئے حد واجب نہ ہوی۔ جواب دیا ان میں سے ایک عمر بالغ تھا اس کے لئے حد واجب ہے دوسرا نابالغ تھا اس کے لئے حد واجب نہ ہوی۔ پھر سوال کیا ان پانچوں شخصوں کے متعلق کیا کہتے ہو جنہوں نے زنا کیا ان میں سے ایک پر قتل واجب ہوا۔ دوسرے پر سنگساری تیسرے پر حد، چوتھے پر آدھی حد اور پانچویں پر کوئی چیز واجب نہ ہوی۔ جواب دیا پہلا مشرک تھا جس نے مسلمہ سے زنا کیا اس پر قتل واجب ہوا۔ دوسرا شادی شدہ (محصن) تھا اس پر رجم (سنگساری) واجب ہوا۔ تیسرا غیر شادی شدہ تھا اس پر سو کوڑوں کی حد واجب ہوی۔ چوتھا غلام تھا اس کے لئے آدھی حد مقرر ہے۔ پانچواں لڑکا مجنون ہے جس پر کوئی چیز واجب نہیں۔

سوال کیا ایک مرد نے اپنی بیوی کو ایک بند تھیلی دی اور کہا اگر بغیر کھولنے یا کاٹنے یا پھاڑنے کے اس کو خالی نہ کرے تو تجھے طلاق ہے۔ پھر عورت نے وہ تھیلی خالی کردی اور طلاق بھی نہیں ہوی۔ تو جواب میں کہا کہ تھیلی میں شکر تھی یا نمک تھا۔ اس نے اس تھیلی کو پانی میں ڈال دیا۔ نمک یا شکر گھل گئی۔

پھر سوال کیا کہ وہ کون جماعت ہے جس نے غیر اللہ کو سجدہ کیا اور وہ سجدہ کرنے میں مطیعین میں تھی۔ جواب دیا جماعت ملائکہ نے آدمؑ کو بحکم خدا سجدہ کیا۔

پھر سوال کیا اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو جس نے با جماعت نماز پڑھی۔ جب دہنی طرف سلام کیا تو اسکی بیوی کو طلاق ہوگئی، بائیں طرف سلام کیا تو نماز باطل ہوگئی۔ آسمان کی طرف دیکھا تو اس پر ہزار درہم واجب ہوگئے۔ جواب دیا جب اس شخص نے دہنی طرف سلام کیا تو اس آدمی کو دیکھا جس کی بیوی سے اس نے اسکی غیر حاضری میں نکاح کیا اور تا حال صحبت نہیں کی تھی، اب وہ آدمی سفر سے واپس آیا تو اس شخص پر واجب ہے کہ اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے۔ بائیں جانب سلام کیا تو اپنے کپڑوں میں خون

دیکھا تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔ آسمان پر نظر کی تو ہلال دیکھا اس پر ہزار درہم ایک مہینہ کی مدت تک کے لئے قرض تھے۔ ہلال دیکھتے ہی قرض کا ادا کرنا واجب ہو گیا۔ پھر سوال کیا: اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو، جس نے ایک لڑکی کو دیکھا اور اس کو پیار کیا اور کہا میں اپنے باپ پر فدا ہوں جو اس کا جد (دادا) ہے۔ میرا بھائی اس کا چچا ہے اور میں اس کی ماں کا شوہر ہوں۔ تو اس لڑکی کا اس سے کیا رشتہ ہے؟

جواب دیا وہ اس کی بیٹی ہے۔ پھر سوال کیا اس عورت کے متعلق کیا کہتے ہو جس نے ایک لڑکے کو دیکھ کر پیار کیا اور کہا میں اپنی ماں کے قربان جس سے اس کی ماں پیدا ہوئی۔ میرے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کا باپ میری ساس کا بیٹا ہے اور میں اس کے باپ کی بیوی ہوں۔ جواب دیا وہ اس لڑکے کی ماں ہے۔

جب محمد بن الحسن اور ابو یوسف نے اپنے سوالات تمام کئے۔ تو اب امام شافعی نے محمد بن الحسن سے کہا ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اپنے بیٹے کا نکاح اس عورت کی ماں سے کیا۔ ماں اور بیٹی دونوں کے لڑکے پیدا ہوئے ان دونوں لڑکوں میں کیا رشتہ داری ہے۔ محمد بن الحسن جواب نہ دے سکے۔ ہارون رشید نے شافعی سے کہا تمہیں اسکی شرح کرو۔ تو امام شافعی نے کہا اے امیر المومنین ماں کا بیٹا ماموں ہے بیٹی کے بیٹے کا، اور بیٹی کا بیٹا چچا ہے ماں کے بیٹے کا۔ رشید اس جواب سے خوش ہوا۔

پھر امام شافعی۔ ابو یوسف کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ایک آدمی چھ سو درہم چھوڑ کر مرا۔ اس کے وارثوں میں ایک بہن بھی ہے جس کو صرف ایک درہم ملا۔ صورت مسئلہ بیان کرو۔ ابو یوسف جواب نہ دے سکے تو ہارون نے شافعی سے کہا تمہیں بیان کرو۔ تو کہا اے امیر المومنین یہ شخص جو چھ سو درہم چھوڑ کر مرا اسکی دو بیٹیاں ہیں جنکا دو تہائی حصہ چار سو درہم ہیں۔ اسکی ماں بھی ہے جس کا چھٹواں حصہ ایک سو درہم ہے۔ اسکی بیوی بھی ہے جس کا آٹھواں حصہ پچھتر درہم ہیں۔ اور نیز اس کے بارہ بھائی ہیں جن میں سے ہر ایک کا حصہ دو درہم ہے اور ایک بہن کا حصہ ایک درہم ہے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھے نجران میں والی صدقات بنا کر بھیجا۔ جب وہاں حج کے بعد حجاج واپس آئے تو میں نے ان سے حجاز کے احوال، اور امام مالک کی خیر و عافیت دریافت کی تو ایک شخص نے کہا امام مالک کے احوال شرح و بسط کے ساتھ کہوں یا مختصر۔ میں نے کہا اختصار میں بلاغت ہے کہا فی صحة جسم وله ثلاثمائة جارية يبيت عند الجاريه ليلة فلا يعود اليها الى سنة فقد اختصرت لك خبره۔

(تندرست ہیں اور ان کی تین سو کنیزیں ہیں۔ ایک کنیز کے
ساتھ ایک رات گزارتے ہیں اور پھر ایک سال تک اس کے
پاس نہیں جاتے۔ میں نے ان کی خبر مختصراً بیان کی) امام
شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ جسطرح میں نے
ان کو فقر و تنگدستی کے حال میں دیکھا ہے ان کی دولت و
ثروت کی حالت میں بھی انہیں دیکھوں۔

چنانچہ مختلف علاقوں میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک
دن عصر کی نماز کے بعد مدینۂ منورہ پہونچے۔ مسجد نبویؐ میں
نماز عصر پڑھی۔ دیکھا کہ ایک لوہے کی کرسی ہے جس پہ مصر
کا مخملی تکیہ رکھا ہوا ہے اسپر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
نقش کیا گیا تھا اور اس کرسی کے اطراف چارسو سے کچھ
زاید دفتر رکھے ہوئے تھے۔

شافعی فرماتے ہیں اتنے میں مالک بن انس آئے
اور چارسو سے کچھ زاید لوگ ان کو گھیرے ہوئے تھے۔
اور چار آدمی ان کا دامن اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے عطر
کی خوشبو سے مسجد دہک اٹھی۔ حاضرین مسجد ان کی تعظیم کے
لئے کھڑے ہوگئے۔ اور وہ کرسی پہ بیٹھ گئے۔ جراحتِ
عمد کے متعلق ایک سوال پوچھا۔ ابھی کسی نے کچھ نہ کہا تھا
کہ میں نے ایک آدمی سے جو میرے قریب تھا یہ کہا تو اس
کا یہ جواب دے۔ اس نے میرا بتلایا ہوا جواب دیا۔
امام مالک نے گویا اس کو نہیں سنا اپنے تلامذہ سے پوچھا
تو انہوں نے کچھ اور جواب دیا۔ اسپر امام مالک نے کہا
تمہارا جواب غلط ہے اور اس آدمی کا جواب صحیح ہے۔ وہ
آدمی اس سے بہت خوش ہوا۔ اور جب امام مالک نے دوسرا
سوال کیا تو مجھ سے جواب طلب کیا۔ میں نے بتایا کہ اس کا
یہ جواب ہے۔ اس نے وہ جواب دُہرایا۔ امام مالک نے اپنے
تلامذہ سے پوچھا اور ان کے جواب کو غلط اور اس آدمی کے
جواب کو صحیح بتایا۔ جب تین مرتبہ ایسا ہوا تو امام مالک نے
اس آدمی کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کیا تو نے مؤطا پڑھی
ہے، کیا تو نے ابن جریج سے علم حاصل کیا؟ کیا تو نے جعفر
بن محمد الصادق سے علم حاصل کیا؟ ہر سوال کے جواب
میں کہا نہیں، تو پوچھا یہ علم کہاں سے حاصل ہوا۔ اس نے
کہا ایک شخص میرے قریب کھڑا تھا وہ مجھے جواب بتلاتا تھا
اور میں وہی جواب دہرا دیتا تھا۔ تو کہا تو اپنے اس ساتھی
کو یہاں بھیجدے۔

شافعی فرماتے ہیں کہ میں گیا اور امام مالک کے سامنے
بیٹھا۔ وہ مجھے غور سے دیکھنے لگے آخر کہا کیا تم شافعی
ہو، میں نے کہا ہاں۔ مجھے اپنے سینے سے لگالیا۔ پھر کرسی
سے اُترے اور کہا اس باب کے مسائل پورے کرو۔ یہاں
تک کہ ہم اپنے گھر جائیں جو میری طرف منسوب ہے لیکن
تمہارا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے چارسو مسائل سنائے۔

اور پھر بالترتیب ان کے جوابات دئے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہُوا۔

نمازِ مغرب کے بعد گھر پہونچے تو دوسرا ہی نقشہ پایا۔ مجھے رونا آیا تو پوچھا کیوں روتے ہو۔ گویا ای اباعبداللہ تم کو یہ اندیشہ ہُوا کہ میں نے دین بیچ کر دنیا خریدی ہے۔ کہا ہاں یہی بات ہے کہا خوش ہو تم کو اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہ سب کچھ اطراف بلاد سے ہدایا آتے ہیں' یہ خراسان کے اور یہ مصر کے ہدایا ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور صدقہ رد کر دیتے تھے۔ ان ہدایا کی کچھ تفصیل بیان کی۔ خراسان کا رق (پتلے چمڑے کا لباس) مصر کے قباطی (مخملی لباس) اور ایسے غلام ہیں جو ابھی بالغ نہیں ہُوئے۔ یہ سب میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہیں۔ ان صندوقوں میں پانچ ہزار دینار ہیں۔ جن کی ہر سال میں زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ ان میں سے نصف آپ کے لئے ہدیہ ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے کہا کہ آپ کے بھی وارث ہیں اور میرے بھی وارث ہیں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اسکی باقاعدہ دستاویز ہو جائے اور اس پر ہماری مہریں ہو جائیں۔ اگر میری موت آجائے تو وہ مال میرے وارثوں کا ہوگا۔ آپ کے وارثوں کا نہیں۔ اگر آپ کی موت آجائے تو یہ مال میرا ہوگا آپ کے وارثوں کا نہیں۔

امام مالک مسکرائے اور کہا کہ تم نے اپنے علم پر عمل کرنا چاہا۔ میں نے کہا کہ علم کے استعمال کا اس سے بہتر موقع کہاں؟

جب صبح ہوی اور نمازِ فجر کے بعد گھر آئے تو دیکھا کہ گھر پہ نہایت عمدہ خراسان کے گھوڑے اور مصر کے خچر ہیں۔ میں نے کہا ان سے بہتر سواریاں میں نے نہیں دیکھیں۔ فرمایا' یہ سب میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہیں۔ میں نے کہا ایک سواری اپنے لئے رکھ لیجئے۔ فرمایا کہ جس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں' مجھے حیا آتی ہے کہ میں اسکو جانوروں کے سموں سے پامال کروں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے مجھے معلوم ہُوا' کہ امام مالک کے ورع' تقویٰ اور پرہیزگاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں تین دن ان کے پاس رہا۔ اور وہاں سے مکہ کے قصد سے نکلا۔

فرماتے ہیں جب میں حرم مکہ پہونچا تو ایک بڑی عمر کی عورت اور اس کے ساتھ کئی عورتیں آئیں۔ اس نے مجھے سینے سے لگا لیا اور پھر ایک اور بڑھیا نے جس کو میں خالہ کہا کرتا تھا مجھے سینے سے لگایا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب حرم میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس بڑی بی نے کہا' کہاں کا ارادہ ہے تو کہا گھر کا۔ تو کہا افسوس ہے کل کے دن تو مکہ سے نکلا تھا تو فقیر تھا' آج مکہ کو واپس آیا تو دولتمند اور صاحب ثروت ہے اور اپنے چچا کی اولاد پر اپنا فخر جتاتا ہے۔ میں نے کہا کیا کروں؟

کہا بطحا کے عربوں میں اعلان کردے کہ بھوکوں کو پیٹ
بھر کھانا، ننگوں کو کپڑا اور جو اپنے وطن سے منقطع ہوگئے
ان کو وطن پہنچنے کے لئے زادِ راہ مہیا کرے گا۔ دنیا میں
مدح و ثنا اور آخرت میں ثواب کا مستحق ہوگا۔ میں نے اس کے
حکم کی تعمیل کی۔ مسافروں کے ذریعہ امام مالکؒ کو یہ خبر پہنچی
تو مجھے پیام بھیجا، ہمت افزائی کی۔ میرے عمل کو پسند کیا
اور وعدہ کیا کہ جس قدر مال اب دیا تھا اس قدر ہر سال
بھیجا کریں گے۔ غرض جب مکہ میں داخل ہوا تو میرے پاس صرف
سواری کا ایک خچر اور پچاس دینار باقی رہے۔ اتفاقاً
میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا تو ایک لونڈی نے جس کے
کاندھے پر پانی کا گھڑا تھا مجھے اٹھا کر دیا۔ میں نے اُسے
پانچ دینار دئے تو بڑی بی نے پوچھا کیا کرتے ہو؟ میں نے
کہا، اس کے احسان کا بدلہ دیتا ہوں، کہا جو کچھ باقی ہے
سب دیدو۔ میں نے اسکی تعمیل کی۔ مکہ میں داخل ہوا
اور رات آئی تو میں قرضدار رہا۔

امام مالک ہر سال اسقدر مال مجھے بھیجتے رہے
جتنا پہلی دفعہ دیا تھا۔ یہ سلسلہ گیارہ سال جاری رہا۔
جب انکی وفات ہوگئی تو حجاز میں زندگی مشکل ہوگئی۔
میں مصر آیا اور وہاں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے امام مالک
کے عوض عبداللہ بن عبدالحکم کو مقرر کیا جو میرے اخراجات
برداشت کرتے تھے۔

جب آپ اپنے سفر کے دوران میں حمّان پہنچے، تو
جمعہ کا دن تھا۔ غسل کی فضیلت یاد آئی تو حمام میں گئے۔
بدن پر پانی بہایا تو سر کو بہت غبار آلود پایا۔ حجام کو بلایا
میرے کچھ بال اس نے کاٹے تھے کہ اتنے میں شہر کا ایک رئیس
آیا اور اس حجام کو بلایا تو وہ ان کو یونہی چھوڑ کر چلا گیا
وہ دوسروں کی خدمت سے فارغ ہونے کے بعد میرے
پاس آیا تو میں نے کہا کہ اب تیری ضرورت نہیں اور یہ کہہ
کر اپنے پاس جتنے دینار تھے ان میں سے اکثر اس کو دے
دئے کہ اگر کوئی مسافر اور اجنبی آئے تو اس کو حقیر نہ سمجھے۔

مصر کے قیام کے زمانے میں آپ نے "کتاب الام"
املا کرائی۔ یہ آپ کی آخری تالیف ہے، جو کئی جلدوں پر
مشتمل ہے اور اسی میں مذہب شافعی کے مفتی بہ اقوال مذکور
ہیں اور ان کو اقوال جدیدہ کہتے ہیں۔

اس مختصر مضمون میں نہ آپ کی زندگی کے سارے واقعات
اپنے ہمعصروں سے مناظروں کے احوال، نہ آپ کی شاعری پر
تبصرہ، نہ آپ کے مذہب کی خصوصیات، نہ تلامذہ کے احوال
ان میں سے کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔



مطبوعہ ملیکٹرک قومی پریس بنگلور ۱